◆

استاد محبوب نرالے عالم جان کو آگئے تھے۔ گھنٹی بجائے بغیر فلیٹ میں داخل ہوتے! ”السلام علیکم“ کا دھماکہ ہوتا۔۔۔ اور وہ باری باری سے اس انداز میں حاضرین سے مصافحہ کرتے جیسے قرض مع سود وصول کر رہے ہو۔

عمران جیسا آدمی بھی اُن کے مصافحوں سے بور ہو گیا تھا۔ حاضرین میں سے کسی کو بھی نہ بخشتے طوعاً و کرہاً جوزف کو بھی مصافحہ کرنا پڑتا۔ ویسے وہ کئی بار عمران سے کہہ چکا تھا۔ ”باس اگر کہو تو کسی دن اسے اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دوں۔“

سلیمان البتہ انہیں ہاتھوں ہاتھ لیتا تھا۔ اکثر کہتا مجھے بھی شاعر بنادو۔۔۔ اور اُستاد گردن اکڑ کر کہتے ”میاں یہ ساہری ہے۔۔۔ سکھائی نہیں جاتی۔۔۔ ایک چیز ہوتی ہے تخیل صرف ادیفور (ادیبوں) کو نصیب ہوتی ہے۔ ساہری نہ سیکھی جاسکتی ہے اور نہ ہی سکھائی جاسکتی ہے۔“

آج بھی وہ اسی انداز میں آدھمکے تھے۔ جولیا۔ صفدر۔ جوزف اور سلیمان سبھی نشست کے کمرے میں کسی اتفاق کے تحت اکٹھا تھے۔

اُستاد نے سب سے مصافحہ کیا لیکن جولیا کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ عمران نے بائیں آنکھ د

کر آہستہ سے کہا۔ "اور اُن سے؟"

"ارے.... ہی ہی ہی ہی۔!" اُستاد نے کنکھیوں سے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے دانت نکال دیئے۔ پھر سنبھل کر بولے۔ "عمران صاحب.... غضب ہو گیا؟"

"خیریت....!"

"اُردو کے بہت بڑے ادیف حضرت گلدم آشیانوی کا انتقال ہو گیا۔"

"بڑی خوشی ہوئی۔"

"ارے ایسا نہ کہئے۔ بہت بڑی خدمت کی ہے اردو کی.... اب اخبارات میرا بیان بھی مانگ رہے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا بیان دوں....!"

صفدر نے اُسے گھور کر دیکھا اور بُرا سا منہ بناتے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"بیان....!" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "میں کوشش کروں؟"

"ارے واہ! وا.... ضرور ضرور.... میرا دماغ آج کل بالکل ٹھس ہو کر رہ گیا ہے۔"

"اچھا تو سنو.... بلکہ سن کر زبانی یاد بھی کر لو.... مرحوم اردو کے بہت بڑے ادیب تھے.... آپ نے اردو ادب میں ایک قسم کا ڈیری فارم کھول رکھا تھا۔ لہٰذا زندگی بھر خالص مکھن فروخت کرتے رہے.... حکومت کو چاہئے کہ مرحوم کے پسماندگان کی اچھی طرح خبر لے۔"

"پسماندگان کیا....؟" استاد نے ناک بھوں پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔

"پسماندگان.... یعنی پیچھے چھوڑے ہوئے لوگ۔" عمران بولا۔

"اچھا اچھا سمجھ گیا.... فارسا میں اُسے پسومد نگلیان کہتے ہیں۔"

"ہو جائے اسی بات پر فارسی میں کچھ....؟" عمران نے کہا۔

"کیا ہم لوگ چلے جائیں؟" صفدر بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

لیکن عمران اُس کی طرف توجہ دیئے بغیر اُستاد سے مخاطب رہا۔ "ہاں.... گلبدنی کے بعد کیا کہا تھا استاد....!"

"قُلبدنی.... فارسا میں.... جب سے جوش صاحب نے میری گلبدنی چرائی ہے.... میں ایسی چیزیں فارسا میں کہنے لگا ہوں.... مالم ہے جوش صاحب کا قصہ.... بڑی زوردار جھڑپ ہوئی تھی۔ لگے چیخنے چلانے.... میں نے کہا جوش صاحب میں ہاتھا پائی میں آپ سے نہیں جیت سکوں گا علمی بحث کیجئے۔"

صفدر پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔ لیکن عمران کی سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا تھا۔

"ہاں.... ہاں۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اب شروع ہو جاؤ۔"

استاد نے کھکار کر چھت کی طرف منہ اٹھایا اور ناک بھوں پر زور دینے لگے۔ پھر عمران سے بولے۔ "ملاحظہ فرمایئے۔"

وِزرث زتاخ چرخم چرغاز غازبوں
فریاذ زنان مونگ پھلیم گوں گوں
گوں گوں چہ کٹار باندھم چوں چوں
قُلبدنی.... قلبدنی.... قلبدنی....

اتنے میں کسی نے باہر لے گھنٹی بجائی اور سلیمان دروازے کی طرف جھپٹا۔

"قلبدنی" جہاں تہاں رہ گئی۔ استاد نے دوسرا بند عطا کرنے کی کوشش شروع ہی کی تھی کہ جوزف ہاتھ اٹھا کر غرایا۔ "باس....!"

استاد نے سہم کر عمران کی طرف دیکھا لیکن وہ سلیمان کا لایا ہوا وزیٹنگ کارڈ دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً وہ سر اٹھا کر سلیمان سے بولا۔ "میں نہیں جانتا یہ کون آدمی ہے؟"

"تو پھر اس میں میرا کیا قصور....؟" سلیمان نے تیوری چڑھا کر کہا۔

"کیوں نہ میں اس سے بالکنی ہی سے مل کر رخصت کر دوں....!"

"میں ساتھ چلوں؟" استاد نے بہت سنجیدہ ہو کر پوچھا۔

"تم آگے چلو....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

استاد مجاہدانہ انداز میں اٹھے اور جھپٹ کر دروازے تک پہنچے۔ مٹھیا گھما کر دروازہ کھولا اور پھر احمقوں کی طرح منہ کھول کر کھڑے ہو گئے۔

عمران جہاں تھا وہیں رہا.... دفعتاً استاد نے دروازہ بند کیا اور پلٹ آئے ان کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔

"ارے.... وہ تو.... وہ تو لیٹے ہوئے ہیں۔" اُنہوں نے رک رک کر کہا۔

"کہاں لیٹے ہوئے ہیں۔" عمران نے پوچھا۔

"فرش پر....!"

"جوزف.... دیکھو....!" عمران نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

جوزف نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور وہ بھی استاد ہی کے سے انداز میں کھڑا رہا۔

”اوہ.... کیا ہے؟“ عمران نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

جوزف مڑ کر بولا۔ ”میرا خیال ہے باس کہ یہ مر چکا ہے۔“

”کیا بکواس ہے۔“ عمران خود بھی آگے بڑھا۔ سنگ ہی سے ٹکراؤ کے بعد سے وہ بہت زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔ دروازے کے سامنے ہی ایک آدمی چت پڑا نظر آیا.... لباس سے خاصے رکھ رکھاؤ والا معلوم ہوتا تھا۔ عمر چالیس سے زیادہ نہ رہی ہو گی.... عمران دروازے ہی میں کھڑا دیکھتا رہا.... ویسے ایک ہی نظر میں اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ مر چکا ہے۔

”کوئی اُس وقت تک باہر نہیں نکلے گا جب تک کہ پولیس نہ آجائے۔“ اس نے مڑ کر کہا۔ وہ سبھی اُس کے قریب کھڑے تھے۔

”کک.... کیوں....!“ استاد ہکلائے۔

”وہ مر چکا ہے۔“

”ارے باپ رے اب کیا ہو گا۔“ استاد بد حواس ہو گئے۔

”سلیمان! ان لوگوں کے لئے کافی بناؤ۔“ عمران نے فون کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ فون پر کیپٹن فیاض کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے جلد ہی جواب ملا۔

”عمران۔“ اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ”میرے فلیٹ کی بالکنی میں ایک لاش تمہاری منتظر ہے۔ حلقے کے تھانے میں بھی فون کر رہا ہوں۔ ضرورت سمجھو تو آجاؤ.... نہیں پیارے مذاق نہیں کر رہا.... او کے۔“

اُس نے سلسلہ منقطع کر کے حلقہ کے تھانے کے نمبر ڈائیل کئے اور وہاں بھی اس لاش کی اطلاع دے کر اس طرح مطمئن نظر آنے لگا تھا جیسے کسی درخت میں لگے ہوئے پھلوں کے پک جانے کی اطلاع دی ہو۔

”کیا تم اسے نہیں جانتے۔“ جولیا نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

”میرے لئے قطعی اجنبی تھا۔“ عمران نے جواب دیا.... اور جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر پھاڑنے لگا۔

”عم.... عمران صاحب....“ اُستاد تھوک نگل کر بولے۔ ”مجھے تو جانے ہی دیجئے۔“

”عریاں نہیں سناؤ گے؟“

”اے کیا۔ خدا کے لئے مجھے جانے دیجئے.... تھانے والے مجھے پہچانتے ہیں۔“

”یہ تو اور اچھی بات ہے! تم انہیں مطمئن کر سکو گے کہ میں ایک شریف آدمی ہوں۔“

”نہیں جانے دیجئے.... خدا کے لئے۔“ استاد روہانسے ہو گئے۔

”اچھا تو وہی سناؤ۔ کیا تھا۔ زلفوں کو تکئے کے نیچے سمیٹ کر سو گئے۔“

”اس کے وزیٹنگ کارڈ پر اُس کا پتہ تو ہو گا ہی۔“ جولیا نے پوچھا۔

عمران نے وزیٹنگ کارڈ اُس کی طرف بڑھا دیا۔

اس نے بہ آواز بلند وزیٹنگ کارڈ کی تحریر پڑھی۔

”کے۔ ایچ۔ راشد۔ ماہر ارضیات، ۴۳ عالمگیر روڈ....!“

اتنے میں حلقے کے تھانے کا انسپکٹر چند کانسٹیبلوں سمیت وہاں پہنچ گیا۔ عمران نے اُسے بتایا کہ وہ محکمہ سراغ رسانی کے سپرنٹنڈنٹ کو بھی مطلع کر چکا ہے اگر وہ مناسب سمجھے تو اُن کے آنے سے قبل کوئی کارروائی نہ کرے۔

”ابھی ان کا فون آیا تھا۔“ انسپکٹر بولا۔ ”اب میں آپ کے فون پر انہیں اطلاع دوں گا کہ سچ مچ یہاں ایک لاش موجود ہے۔“

اس کے بعد اُس نے کانسٹیبلوں کو حکم دیا کہ وہ کسی کو بالکنی میں نہ آنے دیں اور پھر فون پر کیپٹن فیاض کو لاش کے متعلق اطلاع دی۔

”وہ آرہے ہیں۔“ اُس نے ریسیور رکھتے ہوئے عمران سے کہا۔

”سلیمان....!“ عمران نے ہانک لگائی۔ ”ابے کیا تو نے کافی کی کاشت شروع کر دی ہے۔ او بد بخت اتنی دیر۔“

سلیمان نے باورچی خانے ہی سے چیخ کر کچھ کہا تھا۔ مفہوم کسی کی بھی سمجھ میں نہ آسکا۔

کیپٹن فیاض نے وہاں پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔

کچھ دیر تک وہ لاش کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر عمران کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھ کر دوسرے کمرے میں چلنے کا اشارہ کیا۔

عمران نے اُسے بتایا کہ انہوں نے لاش کیسے دیکھی تھی۔

”تو یہ تمہارے لئے قطعی اجنبی تھا۔“ فیاض نے پوچھا۔

”بالکل....!“

”سلیمان کو بلاؤ.... تمہارے بیان کے مطابق اُس نے اُسے زندہ دیکھا تھا....؟“

عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے سلیمان کو آواز دی۔

وہ کافی کا ڈبہ تھامے ہوئے دوڑا چلا آیا۔

"اُس نے تم سے کیا کہا تھا۔" فیاض نے پوچھا۔

"جی کچھ بھی نہیں۔ بس کارڈ دے دیا تھا۔"

"یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کس سے ملنا چاہتا تھا۔"

"جی نہیں....!"

"کیوں....؟"

"میں باورچی ہوں جناب....!" سلیمان نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "ان کاموں کے لئے الگ چپڑاسی رکھنا چاہئے۔"

"نہایت معقول جواب ہے۔" عمران نے سر ہلا کر کہا اور تحیر آمیز نظروں سے سلیمان کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا وہ صورت سے بیمار معلوم ہوتا تھا....!" فیاض غرایا۔

سلیمان نے بُرا سا منہ بنایا اور جواب دینے کی بجائے عمران کو گھورنے لگا۔

"میں جانتا ہوں کہ اس نامعقول نے اس پر غور نہ کیا ہوگا۔" عمران بولا۔ "بولے گا بھی کمبخت تو یہی کہے گا کہ باورچی کبھی اچھے ڈاکٹر نہیں بن سکتے.... ویسے ڈیئر فیاض! یہ ہارٹ فیلیور کا کیس معلوم ہوتا ہے۔"

"جوزف کو بلاؤ....!" فیاض نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"کافی کریم والی یا دودھ والی چلے گی؟" سلیمان نے عمران سے پوچھا۔

"کریم....!" عمران نے کہا اور جوزف کو آواز دی۔ سلیمان چلا گیا۔

جوزف آیا اور "اٹینشن" ہو گیا۔

فیاض چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر پوچھا۔ "کیا وہ اس وقت تڑپ رہا تھا جب تم نے اُسے دیکھا تھا۔"

"مر چکا تھا....؟"

"ہلا جلا کر دیکھا تھا۔"

"نہیں....!"

"پھر کیسے اندازہ ہوا کہ وہ مر چکا ہے۔"

"بس ہو گیا تھا۔ میں اس مسئلے پر بحث نہیں کر سکتا۔"

"پہلے اسے کہاں دیکھا تھا۔"

"کہیں بھی نہیں۔"

"جھگڑے کو کتنے دن گزرے۔"

"کیسا جھگڑا....!" جوزف نے پوچھا۔ اب وہ کیپٹن فیاض کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"تم لوگوں سے اس کا جھگڑا کب ہوا تھا....؟"

"میں کہتا ہوں نا کہ میرے لئے وہ اجنبی تھا۔"

پھر فیاض نے اُسے بھی رخصت کر دیا۔ جولیا اور صفدر سے پوچھ گچھ شروع کی! اس کے بع استاد کی باری آئی جو اس دوران میں طرح طرح کے پوز بنا کر خود کو "ادیف" ثابت کرتے رہے تھے۔

"آپ کون ہیں۔" فیاض نے انہیں مخاطب کیا۔

"مم.... میں ہوں....!"

"کیا مطلب....؟"

"یہ بہت بڑے شاعر ہیں۔" عمران بول پڑا۔ "محبوب نرالے عالم.... چنے بیچتے ہیں۔"

"کیا آپ اُس مرنے والے کو پہچانتے ہیں۔"

"جی نہیں۔"

"بالکل....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "بھلا مرد کی لاش کیوں پہچاننے لگے۔ عورت ہوتی تو سے کہتے ہاں.... میں جانتا ہوں۔ فلاں جگہ رہتی تھی اُس سے پہلے فلاں فلاں جگہ بھی رہ چ ہے۔ ارے کئی بار مجھ سے چنے لے کر کھا چکی ہے....!"

"اے کیا عمران بھائی۔" استاد نے دانت نکال دیئے۔ پھر موقع کی نزاکت کا احساس کر کے سختی سے ہونٹ بھینچتے ہوئے کیپٹن فیاض کی طرف دیکھا۔

کچھ دیر بعد فیاض لاش کا جائزہ لے رہا تھا.... جیبوں سے کچھ کاغذات برآمد ہوئے۔ ایک چھوٹی سی ڈائری ملی۔ جسے وہ الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا۔ دفعتاً اُس کی آنکھیں ایک صفحے پر جم سی گئیں۔ عمران بغور اُس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا.... اُس نے محسوس کیا کہ فیاض نے اُس میں کوئی خاص چیز دیکھی ہے۔

اب فیاض ڈائری کو جیب میں ڈالتا ہوا عمران کو عجیب نظروں سے گھور رہا تھا۔ عمران منتظر رہا کہ وہ کچھ بولے لیکن فیاض اُس سے مخاطب ہوئے بغیر اُن فوٹو گرافروں کی طرف متوجہ ہو گیا جو لاش کی تصویریں لے رہے تھے۔

سلیمان نے کافی کی ٹرے میز پر رکھ دی تھی۔ وہ لوگ جو وہاں پہلے سے موجود تھے کافی پ رہے تھے۔ عمران نے پولیس آفیسروں کو مدعو نہیں کیا۔

کچھ دیر بعد لاش اٹھوادی گئی۔ فیاض کمرے میں آبیٹھا۔

"کیا آپ کافی پینا پسند فرمائیں گے کپتان صاحب۔" عمران نے بڑے ادب سے پوچھا۔

"نہیں....!" فیاض نے جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔ چند لمحے عمران کو گھورتا رہا پھر بولا۔

"تم کسی طرح بھی مجھے یقین نہ دلا سکو گے کہ تم اُسے پہلے سے نہیں جانتے تھے۔"

"یہ تو بڑی بُری بات ہوئی کپتان صاحب! پھر.... ایسی صورت میں آپ کیا کریں گے۔"

"مناسب یہی ہے کہ سچی بات بتادو۔" اُس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ میرے ساتھ چلو۔"

"میں تیار ہوں کپتان صاحب۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

استاد نے جلدی سے کہا۔ "اگر عتیق بھائی کی طرف سے گزرنا ہو تو مجھے بھی لیتے چلئے۔"

"نہیں اُدھر نہیں جائیں گے۔" عمران نے کہا اور فیاض کو چلنے کا اشارہ کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

کچھ دیر بعد فیاض کی گاڑی ٹریفک کی بھیڑ میں راستے بنا رہی تھی۔ عمران اگلی ہی سیٹ پر تھا۔ فیاض نے جیب سے مرنے والے کی ڈائری نکالی اور عمران کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "اسے دیکھو۔ یہ اس کی ڈائری ہے۔ آج کی تاریخ نکالو....!"

عمران اُس کی ورق گردانی کرتا رہا پھر آج کی تاریخ کے اندراج پر نظر ٹھہری۔ لکھا تھا۔ "آج میں اپنے دشمن سے ملنے جارہا ہوں۔ جو بے حد پُراسرار ہے۔ توقع نہیں کہ زندہ واپس آؤں۔ لیکن پھر بھی اُس سے دو دو باتیں تو کرنی ہی ہیں۔ اگر میں مرجاؤں تو...."

آگے کچھ بھی نہیں لکھا تھا.... عمران نے اُسے پڑھا اور ٹھنڈی سانس لے کر دوبارہ ڈائری کی ورق گردانی کرنے لگا۔

⁂

عمران اُس تحریر کو کئی بار بہ نظر غائر دیکھ کر سر کھجاتا ہوا فیاض سے بولا۔ "آخر آگے کیا لکھنا چاہتا تھا اور کیوں نہ لکھ سکا؟"

"تم اعتراف کیوں نہیں کرلیتے کہ اُسے پہلے سے جانتے تھے۔"

"سوپر فیاض! یہ تحریر بہت اہم ہے۔" عمران اس کی بات کو نظر انداز کر کے بولا۔

"کیا مطلب....!"

"کن وجوہات کی بناء پر وہ جملہ پورا نہ کرسکا۔ غالباً وہ اپنی موت کے ذمہ دار کی نشاندہی کرنا چاہتا تھا۔"

"یہ کوئی ایسی دور کی بات نہیں ہے جو میری سمجھ میں نہ آتی۔"

"بالکل بالکل...!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "تمہاری عقل کو بڑے سے بڑا گدھا بھی نہیں پہنچ سکتا۔"

"بکواس مت کرو۔ مجھے افسوس ہے کہ آج ایک ناگوار فرض انجام دینا پڑے گا۔"

"بیوی کی پٹائی کرو گے۔" عمران نے بڑے بھولے پن سے پوچھا۔

"نہیں تمہیں بند کروں گا۔ تاکہ وہ ضمانت کے لئے سامنے آئے جس کے لئے تم نے اتنی گھٹیا حرکت کی ہے۔"

"یعنی ملاقات کئے بغیر ہی اُسے مرجانے دیا۔ کیوں....؟"

فیاض کچھ نہ بولا۔ اُس کا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا ہوا تھا اور آنکھیں ونڈ شیلڈ پر تھیں۔

"ہم اُس کے وزیٹنگ کارڈ والے پتہ پر چل رہے ہیں۔" اُس نے کچھ دیر بعد کہا۔

"اردو کی ٹانگ مت توڑا کرو۔"

"حوالات میں دیکھوں گا کہ تم کتنے زندہ دل اور باحوصلہ آدمی ہو....!"

"پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ملنے سے پہلے ہی مجھے بند کرادو گے؟" عمران نے دردناک لہجے میں پوچھا اور فیاض نے اُسے خونخوار نظروں سے دیکھنے کے لئے گردن گھمائی۔

"سامنے دیکھو! ڈیئر سامنے۔ ورنہ گاڑی اگر کسی جنت نگاہ سے ٹکرا گئی تو....!"

"میں اناڑی نہیں ہوں۔" فیاض غرایا۔

"چست لباس والی لڑکیوں کو میں جنت نگاہ کہتا ہوں.... ٹیڈی واہیات لفظ ہے۔"

"تم بے تکی بکواس کر کے یہ جتانا چاہتے ہو کہ تمہیں اپنے خراب حالات کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر میں نہ پہنچ گیا ہوتا تو حلقے کے تھانے کا انچارج تمہیں ہر حال میں تھانے لے جاتا۔"

"اسی لئے میں نے اُس نامعقول کو کافی نہیں پلائی تھی۔"

"کیا تم سنجیدگی سے گفتگو نہیں کرو گے۔"

"سوپر فیاض.... تم غلط راستے پر جارہے ہو۔ گاڑی موڑ کر بائیں ہاتھ والی سڑک پر چلو۔"

"اوہو.... تمہیں اُس کا پتہ زبانی یاد ہے۔" فیاض نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مجھ سے ہی تو ملنے آیا تھا۔" عمران نے پُرمسرت لہجے میں کہا۔

”خواہ مخواہ الجھائے رکھنے سے کیا فائدہ۔ تم بتا کیوں نہیں دیتے۔“

”چلو..... چلو..... اُس کے گھر بھی ہو آئیں۔ پھر کچھ بتا سکیں گے۔“

عالمگیر روڈ پہنچ کر ۴۳ نمبر کی کوٹھی تلاش کرنے میں دشواری پیش نہیں آئی۔ لیکن وہ سب سے الگ تھلگ تھی۔ دوسری عمارتوں سے تقریباً دو تین فرلانگ کے فاصلے پر درمیانی جگہ پر بے ترتیب باغات پھیلے ہوئے تھے..... گاڑی کوٹھی کی کمپاؤنڈ کے پھاٹک پر رکی جو بند تھا۔ عمارت پرانی اور مرمت طلب تھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سالہا سال سے دیواروں پر سفیدی بھی نہ کی گئی ہو۔

فیاض نے گاڑی سے اتر کر پھاٹک کو دھکا دیا..... وہ اندر سے مقفل نہیں تھا۔ کھلتا چلا گیا۔ اندر چاروں طرف ویرانی نظر آئی..... بے ترتیب روئیدگی نے کمپاؤنڈ کو جنگل بنا رکھا تھا۔

عمران گاڑی ہی میں بیٹھا ہوا تھا۔ فیاض نے مڑ کر اُسے اترنے کا اشارہ کیا۔

وہ ایک ناہموار روش سے گزرتے ہوئے پورچ تک آئے..... چند لمحے وہاں رک کر ایک دوسرے کی صورت دیکھتے رہے پھر فیاض نے برآمدے میں جا کر کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ اندر سے گھنٹی کی آواز آئی۔ آدھے منٹ کے انتظار کے بعد بھی دروازہ نہ کھلا۔

”میرا خیال ہے کہ اندر کوئی نہیں ہے۔“ عمران نے کہا۔

فیاض نے دروازے پر دباؤ ڈالا..... لیکن وہ اندر سے بند تھا۔

”یہ کیسے ممکن ہے جب کہ دروازہ اندر ہی سے بند ہے۔“

عمران خاموش کھڑا اِدھر اُدھر نظر دوڑاتا رہا..... پھر دفعتاً بولا۔ ”وہ دیکھو! ایک پش سوئچ اور بھی تو ہے۔ ممکن ہے تم نے غلط بٹن دبایا ہو۔“

”کیا تم نے گھنٹی کی آواز نہیں سنی تھی۔“ فیاض نے جھنجھلا کر کہا۔

”پھر بھی اُسے آزما دیکھنے میں کیا حرج ہے۔“ عمران نے کہا اور پش بٹن پر انگلی رکھ دی..... لیکن اس بار گھنٹی کی آواز نہ آئی۔

”کیوں خواہ مخواہ عقلمندی کا مظاہرہ کر رہے ہو۔“ فیاض بڑبڑایا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اندر سے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اندر کا بولٹ آواز کے ساتھ گرا اور دروازہ کھل گیا۔

سامنے ایک وحشت زدہ سا بوڑھا نظر آیا..... جو انہیں استفہامیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

عمران نے اُس کے اس طرح دیکھنے کے انداز میں کوئی خاص بات محسوس کی۔

”کیا راشد صاحب یہیں رہتے ہیں۔ ماہر ارضیات۔“ فیاض نے اُس سے پوچھا۔

لیکن وہ جواب دینے کی بجائے اُنہیں حیران آنکھوں سے دیکھتا رہا۔

”کیا تم نے سنا نہیں؟“ فیاض نے جھنجھلا کر کہا۔

”ہاں ہاں کیوں نہیں۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”پولیس کپتان ٹھہرے..... گونگے کو بھی بولنے پر مجبور کر دو گے۔“

”کیا مطلب.....!“

”صورت ہی سے گونگا معلوم ہوتا ہے۔ غالباً اسی کے لئے دوسرا پش سوئچ لگایا گیا ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ اس کے سلسلے کا اختتام کسی گھنٹی پر ہوا ہو گا۔“

”کیوں.....!“

”اس لئے کہ وہ آواز نہیں سن سکتا.....!“

”پھر.....!“

”میری دانست میں وہ کوئی رنگین بلب ہو گا۔ ہو سکتا ہے اُس کمرے میں جہاں یہ رہتا ہو گا۔“

”اونہہ..... کہاں کے قصے چھیڑ دیئے۔“ فیاض بڑبڑاتا ہوا بوڑھے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”تم نے ابھی تک جواب نہیں دیا۔“ اُس نے اونچی آواز میں کہا۔

اور جواب میں جو کچھ سنا وہ عمران کے خیال کی تصدیق کرتا تھا..... بوڑھے کے حلق سے بے ہنگم سی آوازیں نکلی تھیں اور اُس نے کچھ اس انداز میں ہاتھ ہلائے تھے جیسے جاننا چاہتا ہو کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔

عمران نے آنکھوں پر انگلیوں اور انگوٹھوں کی مدد سے چشمہ سا بنایا اور پھر ہاتھ کی جنبش سے استفسار کیا کہ چشمے والا کہاں ہے۔

اُس کے فلیٹ کی بالکنی میں پائی جانے والی لاش کی آنکھوں پر چشمہ بھی تھا۔

بوڑھے نے ہاتھ کی جنبش سے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے جھٹکے کے ساتھ دروازہ بند کر دیا۔

فیاض جھلا کر دروازے پر ہاتھ مارنے ہی والا تھا کہ عمران اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ اس کے علاوہ اس گھر میں اور کوئی نہیں رہتا اور خصوصیت سے اس کے لئے پش سوئچ کی ضرورت نہ ہوتی۔“

فیاض کچھ دیر خاموش کھڑا سوچتا رہا پھر پورچ کی طرف مڑتا ہوا بولا۔ ”اگر وہ یہاں تنہا ہی رہتا تھا تو سرچ وارنٹ نکلوانا پڑے گا۔ میرا خیال ہے کہ میں قریب ہی کی کسی عمارت سے فون کر سکوں گا۔“

”اچھی بات ہے..... جاؤ کوشش کرو۔ میں یہیں ملوں گا۔“

"ہرگز نہیں.... تم میرے ساتھ چلو گے۔"

"چلئے کپتان صاحب....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "آج صبح آنکھ کھلتے ہی اخبار پر نظر پڑی تھی.... اور پڑی بھی کہاں تھی.... جہاں فلم اسٹار ڈھکن بائی کی تصویر تھی۔"

پھر وہ گاڑی میں آبیٹھے اور فیاض ٹیلی فون کے کھمبوں پر نظر ڈالتا ہوا اسٹیئرنگ کر رہا تھا۔ آخر ایک عمارت کے سامنے اُس نے گاڑی روکی اور خود نیچے اتر کر پھاٹک کی طرف بڑھ گیا۔

عمران نے جیب سے چیونگم نکالی اور اُسے آہستہ آہستہ کچلتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔ ڈائری کی تحریر اُس کے ذہن میں گونج رہی تھی۔

کچھ دیر بعد فیاض واپس آیا اور گاڑی میں بیٹھ کر اُس کا رخ پھر ماہر ارضیات کی کوٹھی کی طرف موڑ دیا۔

"میں بے حد بور ہو رہا ہوں کپتان صاحب۔" عمران بولا۔

"خاموش بیٹھے رہو۔"

"خاموشی کے علاوہ اور چارہ ہی کیا ہے۔ اگر کوئی شریف آدمی ہوتا تو دو چار گالیاں ہی دے کر پیچھا چھڑا لیتا۔"

"ہوں....!" فیاض غرایا "اور یہ تو بتاؤ کہ اُس کے وہاں پہنچنے سے کتنی دیر پہلے تم اپنے فلیٹ میں پہنچے تھے۔"

"میں صبح سے فلیٹ ہی میں رہا ہوں کپتان صاحب۔"

"میں تسلیم نہیں کر سکتا۔"

"تمہاری مرضی....!"

گاڑی پھر اُس سال خوردہ عمارت کے سامنے رک گئی۔ لیکن اس بار وہ گاڑی سے نہیں اترے تھے۔ فیاض سگریٹ سلگا رہا تھا اور عمران کنکھیوں سے اُسے دیکھے جا رہا تھا۔ جب وہ سگریٹ سلگا چکا تو اُس نے پوچھا۔ "کیا اُس عمارت کے لوگ اس شخص سے واقف تھے۔"

"کس عمارت کے لوگ....؟"

"جہاں سے تم نے فون کیا تھا۔"

"ہاں.... لیکن بس جاننے ہی کی حد تک جانتے تھے۔ بہر حال یہ بات انہوں نے یقین کے ساتھ بتائی ہے کہ وہ اُس گونگے ملازم کے ساتھ تنہا یہاں رہتا تھا۔"

"ہوں....!" عمران کچھ سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے پوچھا۔ "ذریعہ معاش کیا تھا؟"

"معلوم ہو ہی جائے گا۔" فیاض نے بیزاری سے کہا۔

عمران پھاٹک کی طرف دیکھنے لگا جو کھلا ہی ہوا تھا.... پورچ تک صاف دکھائی دے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فیاض نے کہا۔ "تمہیں بھی ضد سی ہو جاتی ہے.... آخر کار ساری باتیں سامنے آ ہی جاتی ہیں۔ لیکن تم مجھے تاریکی ہی میں رکھنے کی کوشش کرتے ہو۔"

"کچھ سیکھنے کا اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں۔" عمران کا لہجہ مربیانہ تھا۔

"تم اتنے مغرور کیوں ہو گئے ہو۔"

"اور تم آج اس قدر زنانہ لہجہ میں کیوں گفتگو کر رہے ہو۔"

فیاض نے اُسے گھور کر دیکھا اور ختم ہوتے ہوئے سگریٹ سے دوسرا سگریٹ سلگانے لگا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد وہاں ایک پولیس وین پہنچی جس میں فیاض کا ایک ماتحت انسپکٹر اور تین باوردی کانسٹیبل موجود تھے۔ وہ سب اُتر کر برآمدے میں آئے۔ اس پش سوئچ کا بٹن دبا دیا گیا جس کے دبانے پر بوڑھے نے دروازہ کھولا تھا۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ اُسی بوڑھے کا چہرہ نظر آیا لیکن اس بار وہ خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔ شاید باوردی پولیس والوں کو دیکھ کر بدحواس ہو گیا تھا۔ فیاض نے اشاروں سے اُسے سمجھایا کہ وہ مکان کی تلاشی لینا چاہتا ہے۔ بوڑھا ایک طرف ہٹ گیا۔ لیکن اُس کی آنکھوں میں احتجاج تھا۔

دروازے سے وہ ایک طویل راہداری میں داخل ہوئے جسکے دونوں اطراف میں کمرے تھے۔

ایک ایک کمرے کو دیکھا جانے لگا.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ہفتوں صاف نہ کئے جاتے رہے ہوں۔ ہر چیز پر گرد کی تہیں نظر آئیں۔

بالآخر وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچے جہاں بے شمار چھوٹے چھوٹے اسٹول نظر آئے جن پر مختلف قسم کے پتھروں کے نمونے رکھے ہوئے تھے۔

اور پھر ایک ایسی چیز بھی نظر آئی جس پر فیاض اور عمران دونوں ہی متحیر رہ گئے۔ یہ عمران کی ایک قد آدم تصویر تھی.... آئیل پینٹنگ.... اور اُس کے قریب ہی اسٹول پر کسی قسم کے پتھر کے نمونے کی بجائے ایک پھٹا پرانا جوتا رکھا ہوا تھا۔

"آج ساری محنت وصول ہو گئی۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

فیاض اُسے عجیب نظروں سے گھور رہا تھا۔

"کیا مطلب ہے اس کا؟" اُس نے تصویر کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"صاف ظاہر ہے۔"

”بوڑھے کو بلالاؤ....!“ فیاض نے ایک کانسٹیبل سے کہا۔ وہ باہر چلا گیا اور فیاض عمران کو گھورتا رہا۔

کچھ دیر بعد بوڑھا کمرے میں داخل ہوا.... وہ پہلے سے بھی زیادہ پریشان نظر آرہا تھا۔ فیاض نے تصویر اور جوتے کی طرف اشارہ کرکے معلوم کرنا چاہا کہ اُس کا کیا مطلب ہے۔

بوڑھے نے لاعلمی ظاہر کی اور ہاتھ کے اشاروں سے جو کچھ سمجھانے کی کوشش کی اُس کا مفہوم یہی ہو سکتا تھا کہ وہ اس کمرے میں کبھی نہیں آیا۔ فیاض نے عمران کو اُس کے سامنے کرکے پوچھا کہ وہ وہاں پہلے بھی کبھی آیا تھا۔ بوڑھا کبھی تصویر کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی عمران کی طرف.... بالآخر اُس نے نفی میں سر ہلا کر غالباً یہی ظاہر کیا تھا کہ وہ وہاں کبھی نہیں آیا۔

فیاض کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ آخر کچھ دیر بعد بولا۔ ”ایسی دشمنی کہ تصویر پر جوتے مار کر تسکین حاصل کی جائے۔“

”میں بھی یہی سوچ رہا تھا کپتان صاحب۔“

”اب کیا جواب ہے تمہارے پاس۔“

”میری دانست میں تو پہلے تم پوری طرح تلاشی لے لو... پھر کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کرنا۔“

”مشورے کا شکریہ۔“ فیاض نے زہریلے لہجے میں کہا اور پھر کمرے کی دوسری چیزوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

عمران بھی اِدھر اُدھر نظر ڈالتا پھر رہا تھا۔ دفعتاً ایک سٹول کے قریب رک گیا۔ جس پر جھانوے کی شکل کا ایک نیلگوں پتھر رکھا ہوا تھا۔

”سوپر فیاض“ دفعتاً عمران نے اونچی آواز میں کہا۔ ”اُسے دیکھو....!“

فیاض تیزی سے اُس کی طرف آیا۔

”اس کے اندر سے ہیرے بھی برآمد ہو سکتے ہیں۔“ عمران نے پتھر کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

”ہوں تو پھر....!“

”کچھ بھی نہیں.... میں نے کہا تمہاری معلومات میں تھوڑا سا اضافہ ہو جائے۔“

فیاض پتھر کو اٹھا کر ہاتھ پر تولنے لگا تھا۔ قریب کھڑے ہوئے انسپکٹر نے کہا۔

”توڑ کر دیکھیں جناب! میرا خیال ہے عمران صاحب نے کسی حد تک ٹھیک کہا ہے۔“

”پڑھے لکھے آدمی معلوم ہوتے ہو۔“ عمران خوش ہو کر بولا۔

فیاض نے وہ پتھر انسپکٹر کی طرف بڑھا دیا اور وہ اُسے ہاتھ پر تول رہا تھا۔ اُسی کمرے میں ایسے اوزار بھی مل گئے جو غالباً پتھر توڑنے ہی کے کام آتے رہے ہوں گے۔

انسپکٹر نے ان میں سے کچھ اوزار منتخب کئے۔

”اُسے ضائع نہ کر دینا۔“ فیاض نے کہا۔

”کسی زمانے میں پروسپکٹنگ میری ہابی رہی ہے۔“ انسپکٹر نے کہا اور اُس پتھر کو توڑنے کے لئے کوئی مناسب سی جگہ تلاش کرنے لگا۔

عمران اور فیاض پھر دوسری چیزوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ فیاض ایک میز کی دراز کھول کر اُس میں سے کاغذات نکال رہا تھا اور عمران پر نظر ڈالتا ہوا انہیں ایک طرف رکھتا جا رہا تھا کہ دفعتاً ایک زوردار دھماکہ ہوا.... اور کریہہ سی چیخ سنائی دی۔ دونوں ہی بوکھلا کر مڑے۔ انسپکٹر فرش پر پڑا تڑپ رہا تھا اس کا چہرہ لہولہان تھا۔

کمرے میں دھوئیں کا ایک کثیف بادل اپنا حجم بڑھا رہا تھا۔

* * *

فیاض مضطربانہ انداز میں زخمی کی طرف جھپٹا۔ لیکن عمران وہیں کھڑا رہا۔ معمولی اعصاب کا آدمی تو بوکھلا کر نہ جانے کس حال کو پہنچ گیا ہوتا۔ پتھر توڑنے کا مشورہ اُسی نے تو دیا تھا۔

دفعتاً فیاض ہاتھ اٹھا کر چیخا۔ ”فون کرو.... ایمبولینس کے لئے۔“

انہوں نے لائبریری میں فون دیکھا تھا۔ عمران لائبریری میں آیا اور سول ہسپتال کے نمبر ڈائیل کئے.... پھر مڑ کر دیکھا ایک کانسٹیبل اُس کے پیچھے پیچھے ہی آیا تھا.... اور دروازے پر اس طرح جم گیا تھا جیسے خدشہ ہو کہ عمران نکل بھاگے گا۔

عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر دوسری طرف سے بولنے والے کو محکمہ سراغ رسانی کی طرف سے پیغام پہنچایا اور کوٹھی کا پتہ بتا کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب وہ لائبریری کے وسط میں کھڑا سوچ رہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔

دفعتاً وہ کتابوں کی الماری کی طرف مڑا.... پھر شاید کوئی کتاب نکالنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ کانسٹیبل نے کھکار کر کہا۔ ”نہیں جناب! آپ کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگا سکیں گے۔“

”اوہ۔ شکریہ۔ میں بھول گیا۔“ عمران مڑ کر مسکرایا اور سیدھا کانسٹیبل کی طرف چلا آیا۔

”آدمی تو معقول معلوم ہوتے ہو۔“ اُس نے کہا۔

کانسٹیبل اٹینشن ہو کر سامنے دیکھتا رہا۔ خاصا مضحکہ خیز لگ رہا تھا۔

"میں باہر جانا چاہتا ہوں....!" عمران نے آہستہ سے کہا۔

"آپ عمارت سے باہر نہیں جا سکیں گے۔"

"کپتان صاحب نے کیا فرمایا ہے۔"

"یہی کہ آپ کو باہر نہ جانے دیا جائے۔"

"معقول بات ہے۔ اچھی بات ہے تو پھر ہم وہیں واپس چلتے ہیں...."

عمران لائبریری سے نکل کر پھر اُسی کمرے میں آیا جہاں زخمی کو چھوڑا تھا۔ یہاں قبرستان کا سا سناٹا طاری تھا۔

زخمی بے حس و حرکت نظر آیا.... فیاض جو اُس کے قریب ہی کھڑا تھا جھپٹ کر عمران کے قریب آیا اور کوٹ کا کالر پکڑ کر جھٹکا دیتا ہوا بولا۔ "وہ مر گیا.... مر گیا۔"

"اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ....!"

"بتاؤ.... تم نے یہ حرکت کیوں کی تھی۔" فیاض نے کالر کو دوبارہ جھٹکا دیا اور عمران اُس کا ہاتھ پکڑ کر پوری قوت سے دباتا ہوا بولا۔ "ہوش میں رہو...."

کالر پر فیاض کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور عمران نے بہ آسانی اُس کا ہاتھ ہٹا دیا۔ اب وہ بھی بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"تم اُس کی موت کے ذمہ دار ہو۔" فیاض چیخا۔

"بالکل احمقانہ خیال ہے۔ میں نے اُس پتھر کے سلسلے میں صرف اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔ اُس سے یہ ہرگز نہیں کہا تھا کہ وہ اسے توڑنا ہی شروع کر دے اور پھر یہ تو سوچو کہ تم اسے بکواس سمجھتے تھے لیکن وہ سنجیدہ تھا۔ اُس نے خود ہی کہا تھا کہ وہ پروسپکٹنگ کا تجربہ رکھتا ہے.... اُس نے پتھر کی ہیت سے اندازہ کر لیا تھا کہ وہ کیا ہے.... ورنہ شاید وہ بھی تمہاری ہی طرح اُسے بکواس سمجھتا۔"

"لیکن اُس کے اندر آتش گیر مادہ تھا....؟" فیاض غرایا۔

"پھر میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں؟" عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"یہاں تمہاری تصویر کا کیا مطلب ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"تم غلط کہتے ہو کہ وہ تمہارے لئے اجنبی تھا۔"

"گونگے نوکر سے تصدیق کر چکے ہو۔"

"ہو سکتا ہے کہ تم یہاں کبھی نہ آئے ہو۔ باہر ملاقاتیں ہوتی رہی ہوں۔"

"غالباً تم اُس بوڑھے آدمی کے متعلق گفتگو کر رہے ہو۔" عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہاں.... ہاں.... تو پھر....!"

"کچھ نہیں.... باہر کی ملاقاتوں کے تذکرے پر کچھ شبہ ہوا تھا....!" عمران چاروں طرف دیکھتا ہوا لاپروائی سے بولا۔

فیاض اُسے گھورتا ہوا کمرے سے چلا گیا؟ غالباً وہ اپنے محکمے کے ماہرین کو فون کرنے کے لئے گیا تھا۔

کانسٹیبل دروازے پر آ جمے.... عمران جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فیاض پھر واپس آ گیا اور عمران نے اُس سے کہا کہ وہ بھی ایک کال کرنا چاہتا ہے۔

"کسے کی جائے گی....!" فیاض نے بے رخی سے پوچھا۔

"پچھلے ہفتے والی محبوبہ کو....!"

"نہیں تمہیں اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔"

"فیاض....!"

"میں مجبور ہوں۔"

"خیر....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ ویسے موقع کا منتظر رہا اور آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا دروازے تک پہنچ گیا۔

پھر اُسے لائبریری تک پہنچنے سے کون روک سکتا۔ تیزی سے لائبریری میں داخل ہو کر دروازہ بولٹ کر دیا.... ساتھ ہی فیاض کی چیخ بھی سنی۔ "دوسری طرف جاؤ۔ نکل کر جانے نہ پائے۔" پھر دوڑتے ہوئے بھاری قدموں کی آوازیں سنیں۔

عمران جانتا تھا کہ لائبریری میں نکاسی کا دروازہ بھی موجود ہے جو غالباً عقبی پارک میں کھلتا ہو گا۔ لیکن اُسے اُس سے کیا سروکار۔

وہ سیدھا فون کی طرف گیا بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "عمران اسپیکنگ۔ سر سلطان سے کہو میرے لئے ضمانت قبل از گرفتاری کی ضرورت ہے۔ دو لاشوں کے سلسلے میں مجھ پر کسی قسم کا شبہ کیا جا رہا ہے۔ یہ کام آدھے گھنٹے کے اندر ہونا چاہئے۔ ضمانت نامہ وہ اپنے اسٹینو سے بھجوائیں۔ پتہ ہے نمبر ۴۳ عالمگیر روڈ۔ جلدی کرو۔"

سلسلہ منقطع کر کے وہ دروازے کے قریب آیا جس پر شاید زور صرف کیا جا رہا تھا۔

"کپتان صاحب۔" عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔ "میں کہیں بھاگا نہیں ہوں۔ وارنٹ کے بغیر تم مجھے گرفتار نہ کرسکو گے۔ اگر میں نے سلیمان کو اطلاع دے دی کہ شاید میں رات کا کھانا گھر پر نہ کھاسکوں تو اس میں کون سی مصیبت آگئی۔"

"دروازہ کھولو.... ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔" فیاض باہر سے غرایا۔

"یہ لو....!" عمران نے بولٹ گرادیا اور اگر پھرتی سے ایک طرف ہٹ نہ گیا ہوتا تو وہ دونوں کانسٹیبل اُسی پر آگرتے جو باہر سے دروازے پر زور آزمائی کرتے رہے تھے۔

دونوں ایک دوسرے پر ڈھیر ہوگئے تھے.... اگر فیاض موجود نہ ہوتا تو وہ اس "حادثے" کے بعد عمران کی ہڈیاں ہی توڑ دینے کی کوشش کرتے.... بہرحال وہ اسے خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے اٹھ گئے۔

"تم نے کس کو فون کیا تھا۔"

"سلیمان کو....!" عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ "لیکن تم یقین نہ کرنا.... اچھا۔"

"کمرے میں واپس چلو....!" وہ لاش والے کمرے کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"میں نے انکار کب کیا ہے۔ کپتان صاحب۔" عمران نے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

یہاں آکر اُس نے ایک اسٹول سے پتھر اٹھا کر فرش پر ڈال دیا اور خود اس پر بیٹھ کر اونگھنے لگا۔

فیاض نے مزید کچھ نہیں کہا.... تھوڑی دیر بعد ایمبولینس گاڑی پہنچ گئی۔ لیکن اُسے واپس کردیا گیا۔ فیاض اپنے محکمے کے آدمیوں کا منتظر تھا۔

زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ وہ آگئے۔ تکنیکی کارروائیاں شروع ہوگئیں.... دھماکے کے ساتھ پھٹنے والے پتھر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جمع کئے گئے۔ لاش کی تصویریں لی گئیں.... اور دوسری تفصیلات لکھی جاتی رہیں۔

عمران کانسٹیبلوں کے لئے اجنبی رہا ہوگا لیکن فیاض کے محکمے والوں کے لئے نہیں تھا اور یہاں اُس کی موجودگی بھی اُن کے لئے باعث حیرت نہیں تھی۔ کیونکہ قریب قریب سبھی جانتے تھے کہ بعض الجھاوے فیاض کو عمران ہی کے پاس لے جاتے ہیں۔

جب ساری کارروائیاں ختم ہوچکیں تو عمران نے کہا۔ "کپتان صاحب کچھ میرے کہنے سے بھی ہوجائے۔"

"کیا مطلب....!"

"میری تصویر کے فریم پر انگلیوں کے نشانات کی تلاش اس مرض کے لئے مفید ثابت ہوگی.... اور اُس اسٹول پر بھی جس پر جوتا رکھا ہوا ہے۔"

اُس کے محکمے کے لوگ اب تصویر اور جوتے کی طرف متوجہ ہوئے پھر حیرت سے عمران کو دیکھنے لگے۔

"ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

فیاض تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر تصویر کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"ٹھیک ہے۔"

فریم اور اسٹول پر پاؤڈر چھڑک کر تصویریں لی گئیں۔

عمران سوچ رہا تھا۔ ابھی تک سر سلطان کا اسٹینو نہیں آیا.... اگر یہاں سے سیدھے محکمہ سراغ رسانی کے دفاتر تک جانا پڑا تو بڑی دشواری کا سامنا ہوگا۔ لہٰذا فیاض کو کچھ دیر تک اور الجھائے رکھنا چاہئے۔

"اوہو.... اُس گونگے کو تو قطعی طور پر نظر انداز کردیا گیا۔" اُس نے فیاض سے کہا۔

"کیوں؟ اُس کے لئے کیا کرنا ہے۔"

"میرا دعویٰ ہے کہ وہ گونگا نہیں ہے۔"

"کچھ دیر پہلے تم ہی تو تھے جس نے اُس کے گونگے ہونے کے امکانات کی طرف اشارہ کیا تھا؟"

"ڈھونگ معلوم ہوتا ہے۔ ذرا اُسے پھر بلواؤ۔"

فیاض نے ایک کانسٹیبل کو اشارہ کیا.... اور خود پھر عمران کو گھورنے لگا۔ عمران کے ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ تھی۔

گونگا وہاں پھر لایا گیا۔ عمران نے فیاض سے کہا۔ "ذرا ایک محدب شیشہ تو دینا...." ماتحتوں میں سے ایک نے محدب شیشہ اُس کی طرف بڑھایا جسے لے کر وہ گونگے کے قریب آیا اور اشارے سے کہا کہ وہ اپنی زبان باہر نکالے....

تھوڑی دیر تک محدب شیشے کی مدد سے اُس کی زبان کا جائزہ لیتا رہا پھر اُسی سے بولا۔ "اے جاؤ۔ کیوں اُلو بناتے ہو۔ اچھا یہی بتادو کہ کس عمر میں گونگے ہوئے تھے۔"

وہ کسی ہونق کی طرح منہ اٹھائے کھڑا رہا۔

"دیکھو دوست....!" اُس نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "یہ کیپٹن فیاض ہیں گدھوں کو بھی رینکنے پر مجبور کردیتے ہیں.... تم تو خیر آدمی۔"

"کیا بکواس شروع کردی....!" فیاض بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

”پوری سچویشن سمجھا رہا ہوں....!“

”وقت برباد کر رہے ہو ہمارا....!“

”لوگوں نے زندگیاں برباد کر لی ہیں اس چکر میں۔ تم وقت کی بات کر رہے ہو۔ بے زبان لوگ عموماً بے حد زبان دراز ثابت ہوتے ہیں.... ایک صاحبہ کی شادی سے قبل سنا تھا کہ بہت بے زبان واقع ہوئی ہیں لیکن اُن کے شوہر کا یہ عالم ہے کہ کانوں میں روئی ٹھونسے پھرتے ہیں۔“

”فضول باتیں مت کرو۔ تم ہمارے ساتھ چل رہے ہو۔“

”تمہارے ساتھ نہیں تو کیا پیدل جاؤں گا۔ یہاں ٹیکسی بھی نہ ملے گی۔“

”میرے دفتر چل رہے ہو تم....!“

”کوئی مضائقہ نہیں وہاں تو ٹیکسیاں مل جاتی ہیں۔“

فیاض نے کچھ کہے بغیر بوڑھے کو اشاروں سے سمجھانا شروع کیا کہ اُس کا مالک مر چکا ہے.... بوڑھا تھوڑی دیر تک متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا رہا پھر دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

فیاض نے تینوں کانسٹیبلوں سے کہا تاوقتیکہ دوسرے کانسٹیبل وہاں نہ پہنچیں انہیں وہیں ٹھہرنا پڑے گا۔ کسی کو بھی اندر نہ آنے دیں اور بوڑھے پر بھی نظر رکھیں۔

عمران سوچ ہی رہا تھا اب جانا ہی پڑے گا اُس کے دفتر تک۔ خیر دیکھا جائے گا۔

وہ برآمدے تک آئے۔ پھر زینے طے کر کے پورچ میں پہنچے ہی تھے کہ ایک کار کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ سر سلطان کی گاڑی تھی۔ عمران پہچانتا تھا.... پھر سر سلطان کے اسٹینو کی شکل بھی دکھائی دی۔ وہ خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔

اُس نے گاڑی سے اُتر کر ضمانت نامہ عمران کو تھماتے ہوئے کہا۔ ”صاحب نے کہا ہے اِدھر ہی لانا....!“

عمران نے ضمانت نامہ فیاض کی طرف بڑھا دیا۔ فیاض نے اُس پر نظر ڈالتے ہی اتنی سختی سے دانت بھینچے کہ جبڑوں کی وردیدیں تک ابھر آئیں۔

”ہوں تو اسی لئے فون کیا تھا۔“ وہ عمران کو گھورتا ہوا بولا۔ چند لمحے گھورتا رہا پھر شانوں کو لاپروائی سے جنبش دے کر بولا۔ ”خیر....!“

اور دوسری طرف مڑ گیا۔

”لیکن میں چلوں گا تمہارے ہی ساتھ۔“ عمران مسکرایا۔

”صاحب نے....!“ سر سلطان کا اسٹینو جملہ پورا نہ کر سکا کیونکہ عمران جلدی سے ہاتھ اٹھا کر بولا تھا۔

”ہاں.... ہاں.... ٹھیک ہے۔ میں کچھ دیر بعد وہیں پہنچوں گا۔“

سر سلطان کا اسٹینو چلا گیا۔

اور عمران فیاض کی گاڑی میں آبیٹھا.... فیاض خاموش تھا۔ بھنویں تنی ہوئی تھیں اور آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اسٹیئرنگ سنبھال کر اُس نے گاڑی سڑک پر ڈال دی۔

عمران نے کچھ دیر بعد کہا۔ ”پوسٹ مارٹم ہونے سے پہلے ہی لاش کی انگلیوں کے نشانات حاصل کرنا مت بھولنا.... اور گونگے کی انگلیوں کے نشانات بھی۔ فائدے میں رہو گے اور اگر اسی طرح کمسن محبوباؤں کی طرح اینٹھے رہے تو مستقبل تاریک ہو جائے گا.... سمجھے جان پدر۔“

”بکواس مت کرو....!“ فیاض غرایا۔

”فارسی میں مینڈک کو کیا کہتے ہیں؟“

دفعتاً فیاض نے گاڑی روک دی اور جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ ”اُترو۔ اُتر جاؤ نیچے۔“

”اس عمر میں فارسی کے نام پر غصہ آنا ہی چاہئے۔“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔

اتنے میں قریب سے ایک مونگ پھلی والا گزرا اور عمران نے ہاتھ باہر نکال کر ہانک لگائی۔

”اے چھٹانک بھر مونگ پھلی تو دیتے جانا۔“

”تم نہیں اترو گے؟“ فیاض آپے سے باہر ہو گیا۔

”ایک چھٹانک انہیں بھی دینا....!“ عمران نے اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر کہا۔

مونگ پھلی والا قریب آکر ترازو سنبھالنے لگا۔ اُسی وقت فیاض نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی زنائیں سے آگے بڑھ گئی۔

جو کچھ اُس کے منہ میں آرہا تھا بکے جا رہا تھا اور عمران اس طرح خاموش تھا جیسے سچ مچ کوئی بہت بڑا جرم کر بیٹھا ہو.... آخر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”وہ مونگ پھلی والا تمہیں اس سے زیادہ گندی گندی گالیاں دے رہا ہوگا.... لہٰذا میرا بولنا ہی بیکار ہے.... اللہ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے۔“

”خاموش رہو۔“ فیاض حلق کے بل چیخا اور اُسے کھانسی آنے لگی۔

”جانِ من.... اسٹیئرنگ پر دھیان رکھو....!“ عمران جلدی سے بولا۔

”ضمانت ہو جانے کے باوجود بھی میں تمہیں چوبیس گھنٹے تک بند رکھ سکتا ہوں سمجھے۔“ فیاض کھانسیوں پر قابو پانے کے بعد بولا۔

”کوشش کرو....!“ عمران نے کہا اور چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔

”مجھے یہیں اتار دو۔“

فیاض نے گاڑی روک دی اور جب وہ دروازہ کھول کر اترنے لگا تو بولا۔ ”ضمانت اپنی جگہ پر لیکن میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں کہ اس کیس کے سلسلے میں تمہیں ہر وقت ہیڈ کوارٹر طلب کیا جاسکتا ہے لہٰذا اپنے فلیٹ تک ہی محدود رہنا۔“

”لکھ کر بھیج دینا....!“ عمران نے لاپروائی سے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ بے دھیانی میں کسی سے ٹکرایا.... نظر اٹھائی تو ایک لحیم شحیم آدمی کو گھورتے پایا اور کوئی چیز بائیں پہلو میں چبھتی محسوس کی۔

فیاض کی گاڑی آگے بڑھ گئی۔ قد آور آدمی نے کہا۔ ”یہ ریوالور ہے۔“

”اچھا۔!“ عمران خوش ہو کر بولا۔ ”میں نے آج تک نہیں دیکھا ذرا دکھانا تو....!“

پہلو میں چبھنے والی چیز کا دباؤ بڑھ گیا اور وہ آدمی بولا۔ ”چپ چاپ میرے ساتھ چلتے رہو۔“

* * *

اب عمران کو خیال آیا کہ ایک موٹر سائیکل برابر فیاض کی کار کے پیچھے نظر آتی رہی تھی۔

”گلی میں مڑ چلو....!“ وہ آدمی آہستہ سے بولا۔

عمران سوکھا سہا ہوا سا اُس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہا.... بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ڈر کے مارے جان نکل رہی ہو۔

”تیز چلو....!“ وہ پھر آہستہ سے غرایا اور ساتھ ہی ریوالور کی نال کا دباؤ بھی کچھ اور بڑھ گیا۔

اُس کی رفتار کے ساتھ ہی عمران کی رفتار بھی تیز ہو گئی۔ وہ دوسری پتلی سی گلی میں مڑے۔ حد نظر تک سنسان تھی۔ دفعتاً عمران لڑکھڑایا.... لڑکھڑایا کیا بس ایک قدم پیچھے ہو کر چھلتی لگائی تھی اور یہ اتنی تیزی سے ہوا کہ وہ آدمی اُسے لڑکھڑاہٹ ہی سمجھا۔ لیکن عمران کی ٹانگ اپنا کام کر گئی تھی۔ اچھل کر منہ کے بل ڈھیر ہو گیا.... یہی نہیں بلکہ اب اُس کا وزنی ریوالور بھی عمران کے ہاتھ میں تھا.... اور اس کے دستے کو زمین سے ایک فٹ اونچے اٹھے ہوئے سر پر اس طرح مار رہا تھا جیسے کوئی لوہار نہائی پر گھن چلاتا ہے۔

پھر شاید اُسے کراہنے اور چیخنے کا بھی ہوش نہیں رہا تھا۔ پیشانی زمین سے لگی تو پھر نہ اٹھ سکی۔

عمران نے بڑی پھرتی سے اُسے سیدھا کیا اور جامہ تلاشی لینے لگا۔ صرف تین چار وزیٹنگ کارڈ نکلے جو ایک ہی نام کے تھے۔ اُس نے کھڑے ہو کر جلدی سے سنسان سڑک کا جائزہ لیا اور جیب سے قلم نکال کر ایک وزیٹنگ کارڈ کی پشت پر لکھنے لگا۔

”چچا کے لئے بھتیجے کا تحفہ.... پچھلی بار لاعلمی میں مارا گیا تھا۔“

پھر صرف وہی کارڈ اُس کے کوٹ کی اندرونی جیب میں احتیاط سے رکھ دیا اور بقیہ کارڈ اپنی جیب میں ڈالتا ہوا تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ گلی کے اختتام پر پہنچ کر اُس نے ایک بار مڑ کر دیکھا۔ وہ اب بھی اُسی طرح بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

سامنے کشادہ سڑک تھی اُس نے ایک ٹیکسی رکوائی اور ڈرائیور کو پتہ بتانے کی بجائے کہا۔

”سیدھے چلو....!“

کچھ دیر بعد اُس نے اُسے رکنے کو کہا اور بولا۔ ”میں ذرا سامنے والے بوتھ سے ایک کال کروں گا۔ انتظار کرو۔“

ٹیکسی سے اتر کر وہ ٹیلی فون بوتھ میں آیا اور دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا دی۔ فون پر سکہ ڈال کر بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر ماؤتھ پیس میں بولا۔ ”ایکس ٹو....“ اور پھر اپنے تازہ شکار کی جیب سے نکالے ہوئے وزیٹنگ کارڈ پر نظر جما کر بولا۔ ”ایک روڈ پر کیفے تھری اسٹار ہے جس کے اوپر والے فلیٹ پر کوئی پی ایچ درانی رہتا ہے.... فلیٹ کی نگرانی کرو اور اس پی ایچ درانی پر نظر رکھو۔ اس کی تصویر بھی حاصل کر سکو تو بہتر ہے۔“

سلسلہ منقطع کرنے کے بعد اُس نے سوچا کہ اُس بے ہوش آدمی کے لئے بھی کچھ کرنا چاہئے۔ فون کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن پھر رک گیا۔ ضروری نہیں کہ وہ اب بھی وہیں پڑا ہوا ملے۔ ہو سکتا ہے اُسے ہوش آگیا ہو اُس پر کسی راہگیر کی نظر پڑی ہو اور اُس نے بحالت بے ہوشی اُسے کسی ہسپتال میں پہنچا دیا ہو۔

وہ بوتھ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ چند لمحوں بعد پھر ٹیکسی میں تھا اور ٹیکسی نامعلوم منزل کی طرف اڑی جا رہی تھی۔

اُس نے سوچا سر سلطان کو بھی نپٹاتے چلو۔ فی الحال وہ ایک نجی معاملہ تھا لیکن پھر بھی اگر سر سلطان کے علم میں آجاتا تو اچھا ہی ہوتا۔ اُس نے ڈرائیور کو سر سلطان کے آفس کا پتہ بتایا اور ٹیکسی کچھ دور چل کر دوسری سڑک پر مڑ گئی۔

سر سلطان اپنے کمرے میں تنہا تھے، اس لئے عمران کو اُن تک پہنچنے میں دیر نہ لگی۔

”کیا قصہ تھا۔“ سر سلطان نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کمبل....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ "اگر میں کمبل کو چھوڑ بھی دوں تو کمبل مجھے کہاں چھوڑتا ہے۔"

اور پھر اُس نے داستان شروع کردی.... سر سلطان بغور سنتے رہے عمران کے خاموش ہوتے ہی بولے۔

"یہ سارے حالات تو یہی ثابت کرتے ہیں کہ اُس کے وہ دشمن تم ہی ہو سکتے تھے۔"

"ظاہر ہے کہ یہ ساراسٹ اَپ یہی ثابت کرنے کے لئے تھا۔" عمران نے کہا۔ "ویسے صرف ایک چیز اُلجھن میں ڈالے ہوئے ہے.... ڈائری والا جملہ نامکمل کیوں رہ گیا تھا۔"

"تم ہمیشہ غیر ضروری چیزوں کے پیچھے لٹھ لئے گھومتے ہو۔" سر سلطان نے کسی قدر جھنجھلاہٹ کے ساتھ کہا۔ "تم پر دو آدمیوں کی جانیں لینے کا الزام عائد ہو رہا ہے اور انسپکٹر کی موت تو بڑی دشواری میں مبتلا کردے گی۔"

"ہوں.... اُوں! اپنی گردن بچانا ہی فی الحال پہلا مقصد ہے۔ آپ صرف اتنا کیجئے کہ فیاض سے معلومات حاصل ہو سکیں....!"

"کیسی معلومات....؟"

"فریم اور جوتے والے اسٹول پر پائے جانے والے انگلیوں کے نشانات کے متعلق۔!"

"میں نہیں سمجھا۔"

"میں نے فیاض سے کہا تھا کہ لاش اور گونگے ملازم کی انگلیوں کے نشانات لے کر اُن کا فریم اور اسٹول پر پائے جانے والے نشانات سے موازنہ کیا جائے۔ لیکن وہ مجھے اُس کے نتیجے سے ہرگز آگاہ نہیں کرے گا۔"

"میں دیکھوں گا۔" سر سلطان کچھ سوچتے ہوئے بولے۔ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا اس دوران میں کسی سے دشمنی مول لے بیٹھے ہو۔"

"دشمنی....جی ہاں.... سلسلہ مادام نشی کاوالے کیس سے شروع ہوا ہے؟"

"کیا مطلب....!"

"وہ جس نے مادام نشی کاکی لاش کاوَیو چن کی گاڑی میں ڈالی تھی اور مجھے کئی دنوں تک محض اس لئے چکر دیتا رہا تھا کہ قتل کے عینی شاہد تک نہ پہنچ سکوں.... وہ جس نے چین کی حکومت کا تختہ اُلٹنے کی کوشش کی تھی....!"

"کیا بکواس کرنے لگے....!" سر سلطان نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"مراد ہے سنگ ہی....!"

"بیکار دماغ نہ چاٹو....!"

"میں نے محض اس خیال سے اُس کا نام نہیں لیا تھا کہ سراسیمگی پھیلے گی۔ ویسے آپ یقین کیجئے کہ وہ یہیں موجود ہے اور اُسی نے نشی کاکی لاش کاوَیو چن کی کار میں ڈالی تھی۔"

"مگر اُس کے متعلق تو اطلاعات تھیں کہ وہ مر چکا ہے۔"

"جی ہاں تھیں۔ لیکن غلط ثابت ہوئیں۔ میرا اُس سے براہِ راست ٹکراؤ ہو چکا ہے۔"

"اگر تم صحیح کہہ رہے ہو تو....!" سر سلطان کچھ کہتے کہتے رک گئے۔

"میں اُس کے طریق کار سے بخوبی واقف ہوں۔" عمران بولا۔

"اگر یہ حقیقت ہے تو تم سے زبردست غلطی سرزد ہوئی ہے....!"

"میں سمجھتا ہوں.... آپ یہی کہنا چاہتے ہیں کہ مجھے باقاعدہ طور پر اُس کی رپورٹ کرنی چاہئے تھی۔"

"بالکل....!"

"لیکن میں ایسا نہیں کر سکا۔ میں جانتا ہوں کہ سراسیمگی پھیلا کر شکار کھیلنا اُس کا محبوب مشغلہ ہے۔"

"پھر.... پھر اب تم کیا کرو گے۔" سر سلطان نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا....؟ سنگ کے متعلق اندازہ کرنا دشوار ہے کہ اُس کا اگلا قدم کیا ہوگا۔ اس وقت اس نے کوشش کی تھی کہ میری ضمانت کرادے۔"

"وہ کیسے....؟"

عمران نے انہیں اُس آدمی کے متعلق بتایا جس نے اُسے ریوالور کے زور سے اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کی تھی۔

"اور تم اُسے وہیں چھوڑ آئے۔" سر سلطان نے حیرت سے کہا۔

"میں سنگ کا مقابلہ اُسی کی سطح سے کرنا چاہتا ہوں....!"

"بچپنے کی باتیں مت کرو۔ تم نے کسی جاسوسی ناول کے کردار سی حرکت کی ہے۔"

"سب چلتا ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"تم مجھ سے گفتگو کر رہے ہو....!" سر سلطان کا لہجہ مربیانہ دھونس کا غماز تھا۔

"براہِ کرم فیاض والا معاملہ ذہن میں رکھئے گا۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

"بیٹھو.... بیٹھو....!" سر سلطان مضطربانہ انداز میں ہاتھ ہلا کر بولے۔ "تم نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے.... سنگ ہی بین الاقوامی سازشوں کی علامت ہے۔ میں پھر کہوں گا کہ تم نے اچھا نہیں کیا۔"

"تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ غافل رہا ہوں۔" عمران بیٹھتا ہوا بولا۔ "میری رپورٹ میں آپ کو داور کا ایک آدمی بھی نظر آیا ہوگا۔ یہ سنگ ہی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا.... فی الحال اُس کے ایک ٹھکانے سے میں واقف ہوں جسے اب وہ خیر باد کہہ چکا ہے۔"

"سوال تو یہ ہے کہ ہمارے ملک میں اُس کی موجودگی کا کیا مقصد ہو سکتا ہے.... عمران.... عمران.... تم غلطی کر رہے ہو.... اگر وہ زندہ ہے تو ساری دنیا کو اس کا علم ہونا چاہئے۔"

"عنقریب ہو جائے گا۔ بہت جلد....!"

"تم مجھے الجھنوں میں مبتلا کر رہے ہو....!"

"میں پھر عرض کروں گا کہ ان معاملات کو مجھ پر چھوڑ دیجئے.... اس وقت یہاں میرے اور آپ کے علاوہ اور کوئی اُس کی موجودگی کا علم نہیں رکھتا۔"

"یہ بُرا ہے.... بہت بُرا....؟"

"اچھا چلئے... آپ ساری دنیا کو اُس کے زندہ ہونے کا ثبوت کس طرح بہم پہنچائیں گے۔"

"اوہ....!" وہ بے بسی سے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔

"ہنسی اڑوانے سے کیا فائدہ۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "قبل اس کے کہ وہ پوری طرح گرفت میں نہ آجائے.... ہمیں اُس کا نام ہی نہ لینا چاہئے۔"

"ہوں.... اُوں....!" سر سلطان نے طویل سانس لی۔ "جیسا مناسب سمجھو کرو.... لیکن تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ موجودہ حالات کا تعلق اُسی کی ذات سے ہوگا۔"

"اس قسم کے شعبدے دوسرے کے بس کا روگ نہیں۔"

"میں انسپکٹر کی موت کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ تمہاری پوزیشن آکورڈ ہو گئی ہے۔"

"اللہ مسبب الاسباب ہے۔" عمران پھر اٹھتا ہوا بولا۔ "اچھا اب اجازت دیجئے۔"

سر سلطان نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میں محکمہ سراغ رسانی سے رابطہ قائم رکھوں گا۔ تم مطمئن رہو۔"

باہر آکر عمران ٹیکسی کا منتظر رہا۔ حالانکہ کئی ٹیکسیاں سامنے سے گزر گئیں.... اس بار وہ کسی جال میں پھنسنے کے لئے تیار نہیں تھا۔

تقریباً دس یا پندرہ منٹ بعد اُس نے ایک ٹیکسی رکوائی اور اپنے فلیٹ کی طرف روانہ ہو گیا.... شام ہو رہی تھی.... سارا دن بھاگ دوڑ میں گزرا تھا اور بڑی شدت سے گرما گرم کافی کے ایک کپ کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔

فلیٹ میں جولیا اور صفدر موجود ملے.... ایسے حالات میں عمران فلیٹ سے رخصت ہوا تھا کہ وہ بعد کے حالات معلوم کئے بغیر وہاں سے جا ہی نہیں سکتے تھے۔

"کیا رہا....؟" جولیا نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"بہت کچھ....!" عمران آرام کرسی میں ڈھیر ہوتا ہوا بولا۔ پھر ہانک لگائی۔

"ابے سلیمان.... کافی۔"

"کیا قصہ تھا باس....!" جوزف قریب آکر بولا.... وہ بہت زیادہ سنجیدہ نظر آرہا تھا۔

"تمہیں پھر بتاؤں گا.... باہر ٹھہرو.... مطلب یہ کہ تمہیں اب سنجیدگی سے باڈی گارڈ کے فرائض انجام دینے ہوں گے۔"

"میں سمجھ گیا باس....!" جوزف نے ایڑیاں بجائیں اور باہر نکل گیا۔

عمران نے آہستہ آہستہ انہیں بتایا کہ اُس پر کیا گزری تھی۔

"اور تم اُس آدمی کو وہیں گلی میں چھوڑ آئے....!" جولیا نے حیرت سے کہا۔

"پھر کیا کرتا.... متبنّی کر لیتا اُسے....!"

"اُس کے ذریعے تم اصل سازشی تک پہنچ سکتے تھے۔"

"اوہ بڑی بھول ہوئی۔" عمران پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔ "یہ سامنے کی بات تو میری سمجھ ہی میں نہیں آئی تھی۔"

صفدر ہنسنے لگا.... اور جولیا چڑ گئی۔

"انہیں عقلمند بنانے سے کیا فائدہ....!" صفدر بولا۔

"کبھی اس بُری طرح گردن پھنسے گی کہ سب بھول جاؤ گے۔" جولیا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

عمران کچھ نہ بولا... تھوڑی دیر بعد سلیمان نے کافی میز پر لگا دی۔

"تم جاؤ....!" عمران نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "یہ محترمہ جانتی ہیں کہ کافی کیسے بنائی جاتی ہے۔"

جولیا تھوڑی بہت اردو سمجھ لیتی تھی اُٹھتی ہوئی صفدر سے بولی۔ "تم چل رہے ہو یا بیٹھو گے۔"

"بہتر ہے تم جاؤ.... میں آج عمران صاحب کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔"

"کافی....!" عمران نے میز کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"شکریہ....!" جولیا کا لہجہ تلخ تھا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

صفدر اٹھ کر کافی بنانے لگا تھا اُس نے کہا۔ "انسپکٹر والا حادثہ آپ کے لئے الجھن کا باعث بن سکتا ہے۔"

"میری پیدائش کا حادثہ آج تک میرے لئے الجھن کا باعث بنا ہوا ہے۔" عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی.... اور ہاتھ بڑھا کر فون پر بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر ماؤتھ پیس میں بولا۔ "ہیلو.... کیا رہا۔"

"فلیٹ کی نگرانی جاری ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "چھ بجے ایک لمبا تڑنگا آدمی فلیٹ میں داخل ہوا ہے۔ زخمی معلوم ہوتا ہے۔ سر پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں اور کپڑوں پر خون کے دھبے بھی دیکھے گئے ہیں۔"

"فلیٹ پر نیم پلیٹ بھی ہے یا نہیں۔"

"جی ہاں۔ نیم پلیٹ پر پی۔ ایچ درانی تحریر ہے۔"

"گڈ.... اُسے کسی وقت بھی نظر سے اوجھل نہ ہونے دیا جائے۔"

ریسیور رکھ کر عمران نے صفدر کی طرف دیکھے بغیر کافی کی پیالی اٹھائی اور ہلکی سی چسکی لے کر پھر رکھ دی۔

"کون تھا....!" صفدر نے پوچھا۔

"ہے ایک آدمی جو اکثر میرے لئے کام کرتا رہتا ہے۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

"ہمارے لائق کوئی خدمت....!" صفدر مسکرایا۔

"شکریہ۔ یہ فی الحال میرا نجی معاملہ ہے۔ تم لوگ سرکاری آدمی ہو۔ تمہارا چیف شاید اسے پسند نہ کرے۔"

"ہمارا چیف....!" صفدر نے طویل سانس لی۔ "آپ اُس کیلئے کیا کچھ نہیں کرتے رہتے۔"

"مفت تو نہیں کرتا۔ معقول رقم ملتی ہے۔"

"بہر حال آپ بُری طرح پھنس گئے ہیں....!"

"عرصہ سے کسی خاص قسم کی تفریح کا موقع نہیں ملا تھا.... وقت اچھا گزرے گا۔"

"لیکن ایک بات آج تک میری سمجھ میں نہ آسکی....؟"

"کون سی بات....!"

"یہی کہ عام طور پر آپ کے نجی معاملات آخر کار سیکرٹ سروس ہی کے کیس بن جاتے ہیں۔"

"اکثر میں نے بھی حالات کی ان ستم ظریفیوں پر غور کیا ہے، لیکن کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔"

"پھر اب کیا ارادہ ہے؟"

"فی الحال صبر کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں۔" عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔

"آپ کی قد آدم تصویر اور پھٹے پرانے جوتے کے تصور ہی سے ہنسی آتی ہے۔ کسی ایسے ہی آدمی کی حرکت معلوم ہوتی ہے جو آپ سے بہت زیادہ جلا ہوا ہو۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی.... اُس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز آئی۔

"تم گھر پر موجود ہو عمران۔"

"جی ہاں....!"

"فیاض کی رپورٹ کے مطابق فریم اور اسٹول پر واضح قسم کے نشانات ملے ہیں۔ لیکن وہ مرنے والے یا گونگے ملازم کی انگلیوں کے نشانات سے مماثلت نہیں رکھتے۔"

"مجھے یقین تھا کہ ایسا ہی ہوگا۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"لیکن دھماکے کے ساتھ پھٹنے والے پتھر کے ٹکڑوں کا کیمیاوی تجزیہ انہیں پتھر نہیں ثابت کر سکا۔ وہ ٹکڑا بعض کیمیکلز سے تیار کیا گیا تھا۔ بہت محتاط رہو! خصوصیت سے اس کا خیال رکھو کہ تمہاری ضمانت دینے والے کو کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔" سر سلطان نے اُس کے جواب کا انتظار کئے بغیر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

◆

ریسیور رکھ کر عمران آرام کرسی کی پشت سے ٹک گیا.... صفدر استفہامیہ انداز میں اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیا میں کسی کام نہ آسکوں گا۔" اُس نے کچھ دیر بعد کہا۔ "میں ایک ماہ کی چھٹی لینے کا ارادہ کر رہا تھا۔ اگر یہ چھٹیاں آپ کے کام آسکیں تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ چھٹی مل ہی جائے گی۔" عمران نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تین سال سے میں نے کوئی چھٹی نہیں لی۔"

"ہوں....!" عمران اونگھنے لگا تھا۔

دفعتاً جوزف نے کمرے میں آکر ایڑیاں بجائیں اور ایک وزیٹنگ کارڈ عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "کہو تو واپس کردوں باس....!"

"نہیں آنے دو....!" عمران نے کارڈ پر نظر ڈالتے ہوئے کہا جس پر "ایم۔ ساجد انسپکٹر سی۔ آئی۔ بی۔" تحریر تھا۔

تھوڑی دیر بعد ایک طویل قامت اور معمولی جسامت رکھنے والا آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ کاسنی سمر کی پتلون اور گرم چیک کے کوٹ میں ملبوس تھا۔ عمر چالیس اور پچاس کے درمیان رہی ہوگی.... ہاتھ میں آفس بیگ تھا۔

عمران کے کہنے سے پہلے ہی اُسے عقابی نظروں سے گھورتا ہوا سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"علی عمران....؟" اُس نے آہستہ سے کہا۔

"فرمایئے....!" عمران نے ایسے انداز میں پوچھا جیسے اب بھی اونگھ ہی رہا ہو۔ صورت اُس کے لئے نئی تھی۔ شاید حال ہی میں کسی دوسری جگہ سے آیا تھا۔

"آپ ہی ہیں....!"

"اُن سے پوچھ لیجئے....!" عمران نے صفدر کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

"اوہ ٹھیک ہے.... مجھے یقین ہے۔" انسپکٹر خشک سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"میں انسپکٹر اور ماہر ارضیات کی اموات کے سلسلے میں تفتیش کررہا ہوں...."

"اوہ.... اچھا....!" عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ مصافحہ ہوا.... لیکن دفعتاً انسپکٹر کے چہرے پر خفت کے آثار نظر آنے لگے۔

"آپ ماہر ارضیات کو کب سے جانتے تھے۔"

"اُس کی موت کے بعد سے....!"

"لیکن اس قسم کے شواہد موجود ہیں کہ آپ دونوں نہ صرف ایک دوسرے سے واقف تھے بلکہ آپس میں خط و کتابت بھی رکھتے تھے۔"

"وہ کسی لڑکی کا معاملہ ہوگا.... بھلا کسی ماہر ارضیات سے خط و کتابت رکھنے سے کیا فائدہ۔"

"عمران صاحب سنجیدگی سے گفتگو کیجئے....!"

"توجہ دلانے کا شکریہ.... میں اب بالکل سنجیدہ ہوں فرمایئے۔"

"انسپکٹر سعدی سے کب سے جان پہچان تھی۔"

"کون انسپکٹر سعدی....!"

"وہی جو آپ کی ترغیب پر دھماکے کا شکار ہوگیا تھا۔"

"آپ مجھے دشواریوں میں مبتلا کررہے ہیں انسپکٹر۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیا مطلب....؟"

"اتفاقاً موت کے بعد ہی اُس سے جان پہچان ہوئی تھی۔"

"آپ اُس پتھر کی نوعیت سے واقف تھے۔"

"اُسی حد تک کہ اُس سے ہیرے برآمد ہوتے۔"

"میں تسلیم نہیں کرسکتا۔"

"ظاہر ہے؟" عمران سر ہلا کر بولا۔ "آپ اس پر مجبور تو نہیں ہیں۔"

"فضول باتیں ہیں آپ اُس کی اصلیت سے واقف تھے۔"

"چلیئے تسلیم... فرض کئے لیتے ہیں... لیکن یہ تو فرمایئے... آپ یہ پیپر ویٹ دیکھ رہے ہیں؟"

"ہوں پھر....!"

"میں کہتا ہوں کہ اگر یہ توڑا جائے تو اس میں سے بیر بہوٹی کے بچے برآمد ہوں گے.... تو پھر کیا آپ اسے توڑنے بیٹھ جائیں گے۔"

وہ کچھ بولے بغیر اُسے گھورتا رہا.... عمران چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔

"اس پتھر کے متعلق اُس کا بھی وہی خیال تھا جو میں نے ظاہر کیا تھا....؟"

"قطعی....!" انسپکٹر نے کسی قدر جوش کے ساتھ کہا۔ "وہ اسی لئے وہاں رکھا گیا تھا کہ وہ دھوکا کھا کر موت کے گھاٹ اتر جائے.... میں جانتا ہوں کہ اُسے پروسپکٹنگ سے دلچسپی تھی۔ مخصوص قسم کا پتھر دیکھ کر اُس کا متوجہ ہوجانا یقینی تھا....؟"

"غلط.... توجہ تو میں نے دلائی تھی۔" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تاکہ میری گردن باقاعدہ طور پر پھنس جائے۔"

انسپکٹر کچھ نہ بولا۔ لاجواب سا ہو کر رہ گیا تھا اور چہرے پر کچھ ایسے آثار تھے جیسے سمجھ میں نہ آرہا ہو کہ دوسری بار گفتگو کس طرح شروع کی جائے۔

کچھ دیر بعد کھکار کر اُس نے آواز میں زور پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "ماہر ارضیات کی کوٹھی سے کچھ خطوط برآمد ہوئے ہیں۔ جنکے متعلق یقین کیا جاسکتا ہے کہ وہ آپ ہی نے بھیجے ہوں گے۔"

"یقین کیا جاسکتا ہے۔" عمران نے حیرت سے دہرایا پھر مسکرا کر بولا۔ "یعنی ابھی یقین کیا نہیں گیا۔ بھلا کس بناء پر وہ میرے خطوط ہو سکتے ہیں۔"

"خود.... دیکھ لیجئے....!" اُس نے اپنی ڈائری سے چند لفافے نکال کر میز پر ڈال دیئے عمران نے ہاتھ لگائے بغیر لفافوں پر نظر ڈالی.... اور میز کی دراز کھینچ کر اُس میں کچھ ٹٹولنے لگا۔

انسپکٹر ساجد اُسے ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے کوئی شکاری ایسے شکار کو دیکھتا ہے جو خود بخود اس کی زد پر آرہا ہو۔

عمران نے میز کی دراز سے ربر کے دستانے نکالے اور انہیں ہاتھوں میں پہننے لگا۔ دفعتاً انسپکٹر ساجد کی آنکھیں دھندلا گئیں۔ صفدر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

دستانے پہن چکنے کے بعد عمران نے لفافوں کی طرف ہاتھ بڑھایا.... لیکن ایسا لگ رہا تھا جیسے اب انسپکٹر ساجد کو اس معاملے سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہ رہ گئی ہو۔ اس کے چہرے پر بیزاری کے آثار تھے۔

عمران نے ایک لفافہ اٹھا کر اُس سے خط نکالا۔ انگریزی میں ٹائپ کیا ہوا مضمون تھا۔

"پروفیسر راشد! میں آخری بار تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ اگر تم نے وہ نقشہ تین دن کے اندر اندر میرے حوالے نہ کر دیا تو بھگتو گے۔

میں ایسے لوگوں کو زندہ دیکھنا پسند نہیں کرتا جو میری خواہشات کی راہ میں دیوار بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اے۔ آئی۔"

"بلاشبہ....!" عمران سر اٹھا کر بولا۔ "اے۔ آئی سے مراد علی عمران ہی ہو سکتی ہے۔"

انسپکٹر ساجد اُس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

"لیکن....!" عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔ "یہ خط ٹائپ کیا ہوا ہے.... کہیں بھی قلم کی تحریر نہیں ہے۔ پھر آپ کیسے ثابت کر سکیں گے کہ یہ میں نے اُسے بھیجے ہوں گے۔"

"میرا نام ساجد ہے سمجھے جناب۔" دفعتاً اُس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یاد دہانی کا شکریہ۔" عمران آہستہ سے بولا۔ "اب آپ جاسکتے ہیں۔ کیونکہ تھوڑی دیر بعد یہاں مشاعرہ شروع ہو جائے گا۔"

انسپکٹر ساجد لفافے سمیٹتا ہوا غرایا۔ "بعض لوگ اپنے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ دیکھوں گا....!"

"کیپٹن فیاض کے البم میں میری تصویر بھی موجود ہے۔ آپ دونوں سر جوڑ کر دیکھتے رہئے گا.... اور بس۔ ٹاٹا۔"

انسپکٹر غصے سے بھرا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ صفدر نے قہقہہ لگایا اور عمران آنکھ مار کر مسکرانے لگا۔

"برخوردار اُن لفافوں پر آپ کی انگلیوں کے نشانات حاصل کرنے آئے تھے۔" صفدر بولا۔

"دیکھتے جاؤ۔" عمران نے کہا اور آرام کرسی کی پشت گاہ سے ٹکنے جا ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو....!" اُس نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔

"کون ہے؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کس کی تلاش ہے؟"

"اوہ.... عمران....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "بھتیجے کا تحفہ چچا کے لئے موصول ہوا.... اور اب اپنے اس آدمی کو ایک روڈ کی گلی نمبر چار سے اٹھوالو جو اس تحفے کی نگرانی کر رہا تھا.... اُس کے ساتھ بھی وہی برتاؤ ہوا ہے جو تم نے تحفے کے ساتھ کیا تھا۔ ویسے میں تم سے بے حد خوش ہوں کہ تم نے یہاں میری موجودگی کا چرچا نہیں کیا۔"

"تو تم نشی کا والے کیس کا بدلہ لے رہے ہو۔"

"ہرگز نہیں۔ بدلہ برابر والوں سے لیا جاتا ہے.... اور بچوں کی گوشمالی کی جاتی ہے۔ لیکن فی الحال اس کا بھی ارادہ نہیں تھا.... بس تم خواہ مخواہ بیچ میں آکودے۔"

"مجھے حیرت ہے کہ میں آکودا....؟" عمران نے پلکیں جھپکائیں۔

"پتہ نہیں وہ تمہارے پاس کیوں گیا تھا....؟"

"شوق سے آتا مگر سوال یہ ہے کہ مر کیوں گیا....؟"

"میں نے سوچا موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ ادھر وہ مرا اور اُدھر میں نے اس کے مکان میں کچھ ایسی چیزیں رکھوا دیں جو تمہیں الجھا سکیں۔"

"کیا تمہیں یقین تھا کہ وہ پتھر توڑا ہی جائے گا....!"

"بھتیجے میں اُس پتھر کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔"

"لیکن اتنی جلدی میری قد آدم تصویر کہاں سے مہیا کر بیٹھے تھے۔"

"چچا کے لئے کچھ بھی ناممکن نہیں بھتیجے.... اور ہاں یہ بھی سنو کہ تم اس فون کا نمبر ٹریس کر کے بھی میرا سراغ نہ پاسکو گے.... کیونکہ میں ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ سے بول رہا ہوں۔"

عمران کچھ کہنا چاہتا تھا کہ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

صفدر اُسے گھور رہا تھا۔ عمران نے ریسیور رکھ کر طویل سانس لی اور صفدر سے بولا۔ ”خواہ مخواہ اپنے ذہن کو مت تھکاؤ۔“

”کون آپ سے نشی کاوالے کیس کا بدلہ لے رہا ہے۔“

”کچھ نہیں! مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔“ عمران نے کہا اور پھر فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے۔ جواب ملنے پر ماؤتھ پیس میں بولا۔

”ایک روڈ والے کی نگرانی کون کر رہا تھا....؟“

”تنویر....!“ دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز آئی۔

”کیا صرف وہی....!“

”جی ہاں۔“

”وہ اس وقت ایک روڈ کی گلی نمبر ۴ میں بے ہوش پڑا ہوا ملے گا.... دیکھو اگر وہ ابھی تک وہیں ہو تو کسی ڈیوٹی کانسٹیبل کو اس طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرو۔ تمہارے کسی آدمی کو سامنے آنے کی ضرورت نہیں۔ اُسے بذریعہ پولیس ہی ہسپتال پہنچنا چاہئے۔“

”میں سمجھ گیا.... ایسا ہی ہوگا۔“

”اُوور اینڈ آل....!“ عمران نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

صفدر کچھ دیر تک عمران کو گھورتا رہا پھر بولا۔ ”آپ نے مجھے الجھن میں مبتلا کر دیا ہے۔“

”کافی پیئو گے....!“

”خیر نہیں بتانا چاہتے تو جانے دیجئے؟“ صفدر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”سلیمان کافی....!“ عمران نے ہانک لگائی۔

”سلیمان ہانڈی....!“ باورچی خانہ سے جواب ملا۔

”اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”اُس عمارت میں کوئی ایسا چور دروازہ بھی ہے جس سے دن دہاڑے بھی داخلہ اس طرح ممکن ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو....!“

”ہو سکتا ہے....؟“

”میں یہ اس بناء پر کہہ رہا ہوں کہ مجھے پھنسوانے کے لئے جو سامان وہاں پہنچایا گیا تھا ماہر ارضیات کی موت کے بعد ہی پہنچایا گیا تھا؟“

”آپ کو یقین ہے!“

”قطعی طور پر....!“

صفدر کچھ نہ بولا۔ عمران بھی کچھ سوچنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا۔

”مجھے اپنے طور پر بھی اُس عمارت کی تلاشی لینی پڑے گی۔ لیکن میں خود یہ کام نہیں کرنا چاہتا.... کیا تم اس کیس میں میری آنکھیں بن سکو گے۔ جان و جگر بننے کو نہیں کہہ رہا۔“

”مجھے کیا کرنا پڑے گا۔“

”آج رات کو چور دروازہ تلاش کرو۔“

”آپ ساتھ نہ ہوں گے۔“

”نہیں.... مجھ پر دو طرفہ وار ہو رہے ہیں۔ فیاض کی حرکت تو تم ابھی دیکھ ہی چکے ہو۔“

”انتہائی درجے کا احسان فراموش آدمی ہے.... مجھے ایسی امید نہ تھی۔“ صفدر نے کہا۔

”اسسٹنٹ ڈائریکٹر بننے کی فکر میں ہے۔“

پھر بات آگے نہیں بڑھی تھی۔

دس بجے رات کو عمران نے صفدر کے حلیے میں کسی قدر تبدیلی کی.... اور عقبی زینوں سے اُسے عمارت کی پشت پر اتار دیا.... صفدر کا چہرہ اوور کوٹ کے اٹھے ہوئے کالر اور فلٹ ہیٹ کے جھکے ہوئے گوشے میں چھپ گیا تھا۔

عمران کی ہدایت کے مطابق وہ چند لمحے سڑک پر رکا اور پھر ایک جانب چل پڑا۔

گلی کے تاریک حصوں سے دو آدمی نکل کر اُس کے پیچھے لگ گئے تھے۔ عمران نے طویل سانس لی۔ وہ جانتا تھا کہ عمارت کی نگرانی ہو رہی ہوگی اور نگرانی کرنے والوں میں فیاض کے آدمی بھی ہوں گے اور سنگ ہی کے بھی۔

جب میدان صاف ہو گیا تو وہ بھی گلی میں نظر آیا.... کچھ دور چلنے کے بعد مڑ کر دیکھا۔ دور دور تک کسی کا پتہ نہیں تھا۔

صفدر کو اُس نے سمجھا دیا تھا کہ وہ بارہ بجے سے قبل عمارت میں داخل ہونے کی کوشش نہ کرے۔ ویسے صفدر کو رات تک روکے رکھنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ نگرانی کرنے والوں کے تعاقب سے بچا رہ سکے۔ اسکیم کامیاب ہوئی تھی اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ صفدر کو کیسے حالات سے دوچار ہونے کے امکانات ہو سکتے ہیں۔ فیاض کے آدمیوں کے ہتھے چڑھ گیا تو وہ اُسے بند ہی کرا دیں گے البتہ سنگ ہی اُسے غیر اہم سمجھ کر نظر انداز بھی کر سکتا تھا۔

وہ خیالات میں الجھا ہوا دانش منزل تک آیا۔ یہاں سے ایک موٹر سائیکل نکالی اور خود بھی

عالمگیر روڈ کی طرف روانہ ہو گیا۔ شانے سے لٹکے ہوئے سفری بیگ میں چھوٹا سا مائیکرو فون تھا۔ ویسا ہی جیسا ٹریفک کنٹرول کے کام میں آتا ہے۔

عالمگیر روڈ پر پہنچ کر اُس نے رفتار تیز کر دی اور ماہر ارضیات کی کوٹھی کو بھی پیچھے چھوڑتا ہوا نکلا چلا گیا۔ موٹر سائیکل واٹر کول انجن والی اور بے آواز تھی۔

کچھ دور جانے کے بعد اُس نے موٹر سائیکل روکی اور اُسے وہیں سڑک کے کنارے چھوڑ کر خود پیدل واپس ہوا۔

کوٹھی کی پشت پر ویرانہ تھا.... اُس نے ایک جگہ رک کر تھیلے سے مائیکرو فون نکالا اور اُسے بیٹری سے اٹیچ کر کے ایکس ٹو کی بھرائی ہوئی آواز میں چیخا۔

“واپس جاؤ.... کسی کے مشورے پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں.... فوراً واپس جاؤ۔”

◆

دو تین بار جلدی جلدی اُس نے یہی جملے دہرائے اور مائیکرو فون کو پھر تھیلے میں رکھ لیا۔

ٹھیک اُسی وقت اُس نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں بھی سنیں اور خود بڑی احتیاط سے نشیب میں اترتا چلا گیا۔

موٹر سائیکل وہیں چھوڑ دی تھی... اگر کسی کے ہاتھ بھی آجاتی تو کوئی خاص بات نہ تھی... کیونکہ سیکرٹ سروس والے اپنی گاڑیوں میں مختلف مواقع پر مختلف نمبر استعمال کرتے تھے۔

وہ ابھی مسطح زمین تک نہیں پہنچا تھا کہ دفعتاً کوئی اس پر آکودا۔ نہ صرف آ گرا بلکہ اُس سمیت نشیب میں لڑھکتا چلا گیا۔

عمران نے گرتے گرتے کوشش کی تھی کہ حملہ آور کے دونوں ہاتھ اُس کی گرفت میں آجائیں ایسا ہوا بھی۔ لیکن بوکھلاہٹ میں عمران کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ کیونکہ وہ کسی مرد کا جسم نہیں تھا۔

وہ لڑھکتے ہوئے مسطح زمین پر پہنچے.... حملہ آور نے اٹھ کر بھاگنا چاہا لیکن اُس کے بال عمران کی گرفت میں آگئے۔

“اوہ.... ع....!” وہ کراہ کر پلٹی اور عمران کے بازو پر گھونسے مارنے لگی۔

“بس.... بس.... شاباش اچھے بچے ضد نہیں کیا کرتے۔” عمران آہستہ سے بولا لیکن اس کے بال نہیں چھوڑے۔

“تت.... تم.... کون ہو....!” اُس نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔

“پولیس....!” عمران آہستہ سے غرایا۔

اور پھر اُس نے ایسا محسوس کیا جیسے حملہ آور نے ہاتھ پیر ڈال دیئے ہوں۔ لیکن عمران اب بھی اُس کے بال مٹھی میں جکڑے ہوئے تھا۔

کچھ دیر بعد وہ منمنائی۔ “خدا کیلئے مجھے جانے دو۔ چوری کی نیت نہیں تھی شرط کا معاملہ تھا۔”

“اچھا خاموش رہو....!” عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

“مگر اب کیا ہوگا....؟” وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔

“میں کہتا ہوں.... خاموش رہو۔”

دونوں زمین پر پڑے ہوئے تھے۔

“مجھے اٹھنے تو دو....!” وہ پھر منمنائی۔

“کیا مجھے تمہارا گلا ہی گھونٹنا پڑے گا۔ خاموش رہو۔”

وہ پھر نہیں بولی۔ عمران خاموش پڑا مختلف قسم کی آوازیں سنتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد فضا میں سرچ لائٹ کی شعاعیں دکھائی دیں۔

عمران نے سوچا اب گئی ہاتھ سے موٹر سائیکل بھی.... ایسے میں پولیس کے علاوہ اور کون سرچ لائٹ استعمال کرے گا۔

وہ دم سادھے پڑا رہا۔ کچھ دیر بعد سرچ لائٹ کی شعاعیں غائب ہو گئیں وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ لوگ نشیب کی طرف آنے کی ہمت نہیں کریں گے۔ پھر بھی وہ محتاط رہنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ نئی بلا....؟ جس کے بال اس نے پکڑ رکھے تھے۔ اس کا کیا کیا جائے....؟ وہ سوچتا رہا۔

اوہ وہ بلا تو اب اس طرح خاموش پڑی تھی جیسے گہری نیند سو رہی ہو۔

عمران نے اُس کے بالوں پر گرفت مضبوط کر کے جھٹکا دیا اور وہ پھر کراہی۔

“مطلب یہ کہ سو نہ جانا۔” وہ آہستہ سے بولا۔

“چھوڑو.... مجھے چھوڑ دو....!” یک بیک وہ زور آزمائی پر آمادہ نظر آنے لگی۔

“سارے بال اکھڑ کر مٹھی میں آجائیں گے۔” عمران غرایا۔

“میں شور مچاؤں گی۔”

“تب پھر شاید گلا ہی گھونٹنا پڑے۔”

دفعتاً اوپر سے آوازیں آئیں۔ کئی لوگ بیک وقت بول رہے تھے۔ عمران سمجھ گیا کہ موٹر سائیکل اُن کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ اب کچھ تعجب نہیں کہ اُن میں سے کوئی ادھر بھی آنکلے.... سرچ لائٹ تو تھی ہی اُن کے پاس۔ اُس نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر تاریکی کچھ زیادہ گہری معلوم ہوئی۔ غالباً یہ کسی قسم کی جھاڑیاں تھیں۔

"چلو... کھسکو... اُدھر چلو...!" عمران نے جھاڑیوں کی طرف اشارہ کر کے آہستہ سے کہا۔

"کیوں....؟"

"کیا تم آوازیں نہیں سن رہیں.... وہ ادھر ہی آرہے ہیں۔"

"کون....؟"

"پولیس....!"

"اور تم کون ہو....؟"

"احمقوں کا ہمدرد.... چلو جلدی کرو۔"

"ہرگز نہیں.... پولیس کے ہاتھوں میں پڑنا گوارا ہے.... مگر تم؟"

"اجالے میں مجھے دیکھ کر نہال ہو جاؤ گی.... شاباش کھسکو....!"

دفعتاً وہ اٹھ کر پھرتی سے جھکا اور اُسے دونوں ہاتھوں سے اٹھالیا۔ اب وہ جھکا ہوا جھاڑیوں کی طرف دوڑ رہا تھا اور وہ عورت اُس کی گرفت سے نکل جانے کے لئے مچل رہی تھی۔ لیکن نہ جانے کیوں وہ شور مچادینے والی دھمکی کو عملی شکل نہ دے سکی۔

جھاڑیوں کی پشت پر پہنچ کر عمران نے اسے کسی وزنی بوجھ کی طرح زمین پر پٹخ دیا۔

"درندے.... مردود....!" وہ روہانسی آواز میں بولی۔

"میں عورتوں کی بات کا بُرا نہیں مانتا۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"تم کون ہو....!"

"یہی سوال میں تم سے بھی کر سکتا ہوں۔"

"میں کیوں بتاؤں۔"

"یہی جواب میرا بھی ہو سکتا ہے۔ چیونگم پیش کروں....!"

"مجھے جانے دو....!"

"صورت دیکھے بغیر نہیں جانے دوں گا۔ چاہے ساری رات یہیں گزر جائے۔"

"اچھی بات ہے.... تو یہ لو....!"

"لاؤ....!" عمران نے پھرتی سے اُس کے ہاتھ سے پستول جھپٹ لیا.... اُسے یقین تھا کہ وہ غیر مسلح نہ ہو گی.... جیسے ہی اُس نے پستول کی جھلک دیکھی تیزی سے ہاتھ مارا اور دوسرے ہی لمحے میں پستول اُسکے ہاتھ میں تھا اور ساتھ ہی اُسکے بال پھر اُس کی مٹھی میں جکڑ کر رہ گئے تھے۔

"اعشاریہ دو پانچ کے کھلونے مجھے پسند ہیں۔" عمران ہنس کر بولا۔ "میرے ذخیرے میں چوبیسویں کا اضافہ ہوا۔"

وہ کچھ نہ بولی حالانکہ بالوں پر عمران کی گرفت میں بتدریج سختی آتی جارہی تھی۔

اُس نے پستول کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "یہ بہت بُری بات ہے کہ تمہیں چیونگم پسند نہیں۔"

"تم کیا چاہتے ہو۔"

"ایڈونچر....!"

"اوہ.... تو یہ کہو کہ.... تم ہماری تنظیم کی کسی شاخ سے تعلق رکھتے ہو۔"

"بہت دیر میں سمجھی....!" عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"بال چھوڑو میرے....!"

"یہ لو....!"

وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی.... اور چند لمحے بعد بولی۔ "میرا پستول....!"

عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالے ہی ڈالے پستول خالی کر دیا اور پھر بولا۔ "اب پستول پر قبضہ کر لینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... یہ لو....!"

"ایڈونچر اور تنظیم.... یہ دو الفاظ اس اچانک تبدیلی کا باعث بنے تھے اور عمران انہیں کے متعلق سوچ رہا تھا۔"

لڑکی نے اُس کے ہاتھ سے پستول لے لیا اور بولی۔ "آپ کس شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"شاخ آہو سے.... بلکہ پنج شاخہ سمجھ لو۔"

"نہیں بتانا چاہتے۔"

"چیونگم....!" عمران نے چیونگم کا پیکٹ اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

اس بار اُس نے چپ چاپ پیکٹ لے لیا اور بولی۔ "ہم کب تک یہاں بیٹھے رہیں گے.... اُس آواز نے سارا کھیل بگاڑ دیا.... ورنہ میں تو اُس جگہ تک پہنچ چکی تھی۔"

"ہاں.... وہ آواز۔"

"آپ کس لئے آئے تھے۔"

"متعدد معاملات تھے۔"

"خیر.... ہوگا.... میں یہاں سے زیادہ دور نہیں رہتی۔"

"احتیاطاً ہمیں کچھ دیر اور یہیں رکنا چاہئے.... چھپے ہوئے لوگ بھی حرکت میں آگئے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"کچھ تو باوردی ہیں جو کھلے عام پہرہ دے رہے تھے اور کچھ سی۔ آئی۔ڈی والے.... جو اد اُدھر چھپ کر عمارت کی نگرانی کررہے تھے۔ اچھا ہی ہوا کہ تم نے اندر گھسنے کی کوشش نہیں کی۔"

"میں سچ کہتی ہوں۔ اُس اچانک آواز نے بوکھلا دیا تھا.... ورنہ میں اس طرح اندر پہنچتی سی۔ آئی۔ڈی بھی جھک مار کر رہ جاتی۔"

"چور دروازہ....!"

"ہاں میرے علاوہ اور کسی کو اس کا علم نہیں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب ماہر ارضیات کے متعلق بھی کچھ معلوم ہو سکے۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "تم یہیں ٹھہرو میں دیکھوں ک اب سڑک کی پوزیشن کیا ہے۔"

"میں تنہا یہاں نہیں رکوں گی۔"

"خیر.... چلو....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

وہ دونوں جھکے جھکے چڑھائی پر چڑھنے لگے۔ کچھ دور چلنے کے بعد عمران نے اُسے پیچھے روک دیا اور خود سینے کے بل کھسکتا ہوا اوپر پہنچ گیا۔

کچھ دور سامنے ایک دھبہ سا نظر آرہا تھا.... تھوڑی دیر آنکھیں پھاڑتے رہنے کے بعد اندازہ کرسکا کہ موٹر سائیکل اب بھی وہیں موجود ہے جہاں اُس نے چھوڑی تھی۔

وہ چپ چاپ پلٹ پڑا....

"کیا بات ہے....!" اُس نے پوچھا۔

"چال.... واپس چلو....!"

وہ اُس کا ہاتھ پکڑے نشیب میں اترتا چلا گیا.... اس بار وہ جھاڑیوں کے قریب رکنے ک بجائے آگے ہی بڑھتے رہے۔

"اب ہم کہاں جارہے ہیں۔" اُس نے پوچھا۔

"تم عالمگیر روڈ ہی پر رہتی ہو نا....!"

"ہاں....!"

"مکان نمبر....!"

"بائیس....!"

"بہت دور چلنا پڑے گا۔"

"اوہ.... تو پیدل....!"

"آئی کیسے تھیں....؟"

"رکشے سے۔"

"میری موٹر سائیکل اب بھی اُدھر موجود ہے۔" عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"تو پھر اُسے ہی کیوں نہ لے لیں۔"

"میں بہت بے وقوف آدمی ہوں اس لئے مجھ سے ایسی عقلمندی سرزد نہیں ہو سکتی۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"وہ لوگ یقینی طور پر میری گاڑی تک آئے تھے اُن کے پاس سرچ لائٹ بھی تھی لیکن انہوں نے میری گاڑی وہاں سے ہٹائی نہیں۔ ان کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ادھر اُدھر چھپے ہوئے گاڑی کے مالک کے منتظر ہوں گے۔"

"گہرے معلوم ہوتے ہو۔" وہ ہنس کر بولی۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کہا۔ "لیکن گاڑی کے نمبر سے وہ تم تک پہنچ جائیں گے۔"

"جو نمبر اس وقت گاڑی میں موجود ہے وہ دنیا کے کسی رجسٹر میں نہیں مل سکیں گے۔"

"جعلی نمبر....؟"

"ایسی مہمات میں.... اصلی نمبر کبھی استعمال نہیں کئے جاتے۔"

"واقعی بہت گہرے ہو۔ لیکن اتنی دور پیدل.... بڑا چکر پڑے گا۔"

"ایڈونچر....!" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

پھر وہ کچھ نہیں بولی۔ عالمگیر روڈ کی عمارات بہت پیچھے رہ گئی تھیں وہ لمبا چکر لے رہے تھے۔ عمران اندازہ کرچکا تھا کہ کہاں سے مڑ کر وہ سیدھے بائیسویں عمارت تک پہنچیں گے۔ لیکن دفعتاً انہیں پھر ایک دشواری کا سامنا کرنا پڑا.... سرچ لائٹ کی شعاعیں میدان میں دور دور تک چکرانے لگی تھیں.... ایک بار وہ روشنی کی زد میں آئے اور پھر سرچ لائٹ کی روشنی اُن کے

ساتھ ہی ساتھ حرکت کرتی رہی۔

"یہ کیا ہوا....!" وہ بوکھلا کر بولی۔

"پرواہ مت کرو.... تمہارا نام کیا ہے؟"

"ساجدہ حبیب۔"

"حبیب.... شوہر ہیں۔"

"نہیں والد۔"

"گڈ.... تو تم فی الحال ساجدہ درانی ہو اور میں کرنل نادر درانی ہوں۔"

"کک.... کیوں....؟"

"تمہارے گھر پر اور کون ہے۔"

"کوئی بھی نہیں۔ میں تنہا رہتی ہوں؟"

"یہ اور بھی اچھا ہے اور دیکھو.... دو باوردی پولیس والے ہماری طرف آ رہے ہیں۔"

سرچ لائٹ کی شعاعیں اب بھی ان کے ساتھ ہی حرکت کر رہی تھیں اور وہ پوری طرح روشنی میں تھے.... اب عمران نے اُسے دیکھا۔ خاصی قبول صورت لڑکی تھی۔ عمر زیادہ سے زیادہ چوبیس سال رہی ہوگی۔ سیاہ پتلون اور سیاہ جیکٹ میں ملبوس تھی۔

"اپنے کپڑے جھاڑ ڈالو....!" عمران نے کہا اور اُس کا ریڈی میڈ میک اپ جیب سے نکل کر چہرے سے جالگا۔ طوطے کی چونچ کی طرح جھکی ہوئی پلاسٹک کی ناک اور اُسی سے منسلکہ نقلی مونچھیں۔ اور پھر اُس نے اوور کوٹ کا کالر بھی گرا دیا.... بہر حال لڑکی اُس کا چہرہ میک اپ میں ہی دیکھ سکی تھی۔

دفعتاً ان کی طرف آنے والوں میں سے کسی نے گرج کر کہا۔ "ہالٹ ہو کمس دیئر....!"

"فرینڈز....!" عمران نے جواب دیا اور رک گیا۔

وہ تیر کی طرح قریب آئے.... اور عمران نے بارعب لہجے میں پوچھا۔ "کیا بات ہے۔"

"آپ لوگ اس وقت یہاں....!"

"اونہہ....!" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ "کیا یہ کوئی ممنوعہ علاقہ ہے۔ ہم چہل قدمی کر رہے ہیں۔"

"آپ کون ہیں۔"

"[illegible]"

"کیا....!" عمران بدلی ہوئی آواز میں حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ "میں کاغذات ہر وقت جیب میں لئے گھومتا رہتا ہوں۔"

"معاف کیجئے گا کرنل صاحب۔" دوسرے نے کسی قدر مرعوب ہو کر کہا۔

"یہاں ایک قتل ہو گیا ہے۔"

"تو پھر ہم کیا کریں۔" عمران آگے بڑھتا ہوا بولا۔ "جو کچھ پوچھنا ہو بائیس عالمگیر روڈ میں آکر پوچھنا۔"

لڑکی اُس کا بازو پکڑے اُس کے ساتھ گھسٹتی رہی۔ وہ خوفزدہ تھی۔

◆

کچھ دیر بعد وہ پھر اندھیرے میں تھے۔ سرچ لائٹ نے اُن کا پیچھا چھوڑ دیا تھا۔

"ذرا آہستہ چلو....!" لڑکی بولی۔

"اب اگر اُن سے کسی بڑے آفیسر سے ملاقات ہو گئی تو تم جانو.... یہ تو لونڈے تھے.... مرعوب ہو گئے۔"

"کمال کر دیا تم نے تو....!" لڑکی ہنس پڑی۔ "کیا نادر شاہ درانی کی ناک بھی ایسی ہی تھی۔"

"مضحکہ نہ اڑاؤ میرا۔" عمران دردناک لہجے میں بولا۔ "اگر ناک ایسی نہ ہوتی تو شاعر ہوتا۔"

"کیا بات ہوئی۔"

"بہت بڑی بات۔ شاعری شروع کی تھی۔ ایک مشاعرے میں پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ غزل پڑھ چکا تو کسی گوشے سے آواز آئی..... واہ مٹھو بیٹھے تم نے تو کمال کر دیا۔"

لڑکی ہنس پڑی اور عمران نے کراہ کر کہا۔ "اس کے بعد میں نے سوچا کہ یہ ناک شاعروں کے لئے موزوں نہیں ہے۔"

وہ آبادی کے قریب پہنچ گئے تھے.... عالمگیر روڈ کی بائیسویں عمارت بھی دوسری عمارتوں سے الگ تھلگ ثابت ہوئی۔

"تم نے انہیں صحیح پتہ بتا کر اچھا نہیں کیا۔" لڑکی پُر تشویش لہجے میں بولی۔ "یقین کرو کہ ان میں سے کوئی بھی ادھر کا رخ نہیں کرے گا.... انہیں تو صرف ایک آدمی کو کسی نہ کسی طرح اس

"کسے....!"

"جس کے فلیٹ میں پروفیسر کی لاش ملی تھی۔"

"عمران....؟" لڑکی نے پوچھا۔

"کیا تم اُسے جانتی ہو۔"

"اکثر ہماری میٹنگز میں اُس کا نام آیا ہے۔"

"آہم.... تو یہاں پھاٹک پر کیوں رک گئی ہو.... اندر چلو....!"

"آؤ....!" وہ آگے بڑھتے ہوئے بولی۔

عمارت کافی بڑی معلوم ہوتی تھی۔ کہیں بھی روشنی نہ دکھائی دی۔ ان سے گذر کر وہ برآمدے میں آئے۔ سوئچ آن کرنے کی آواز سنائی دی اور برآمدہ روشن ہو گیا۔

"اتنی بڑی عمارت میں تنہا رہتی ہو۔" عمران نے پوچھا۔

"صرف دو کمرے میرے ہیں۔ بقیہ انجمن کے قبضے میں ہیں۔"

عمارت سنسان پڑی تھی۔ وہ مختلف راہداریوں سے گذرتی ہوئی بلب روشن کرتی جا رہی تھی۔ بالآخر ایک کمرے میں داخل ہوئے۔

نشست کا کمرہ تھا اور سلیقہ سے سجایا گیا تھا۔

"بیٹھو....!" لڑکی نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"او ہم....!" عمران نے بیٹھ کر چاروں طرف نظر دوڑائی۔

"چائے پیئو گے یا کافی۔"

"کچھ بھی نہیں۔"

"ٹھنڈک آج بڑھ گئی ہے.... میں تو ضرورت محسوس کر رہی ہوں۔"

"میں تو زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکوں گا۔ جو کچھ کرنا ہے آج ہی کرنا ہے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ تم چور دروازے سے واقف ہو....!"

"آخر تم کہاں سے آئے ہو۔"

"عادل آباد سے۔"

"کیا پروفیسر کی موت کی خبر آج ہی وہاں پہنچ گئی۔"

"صرف دو گھنٹے کے بعد۔"

"تو پھر تم کیا کرنا چاہتے ہو۔"

"کوٹھی میں داخل ہونا بے حد ضروری ہے۔"

"کیوں....؟" وہ اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔

"کاغذات....!" عمران نے اندھیرے میں تیر پھینکا۔

"ہم بے خبر تو نہیں ہیں۔ آخر عادل آباد والے کیوں اس طرح جھپٹ پڑے۔ وہاں کا سربراہ کون ہے۔"

"میں....!" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "اب جلدی سے چور دروازے کی نشاندہی کرو اور یہ بھی بتاؤ کہ کاغذات کہاں ملیں گے۔"

"میں نائب صدر کی اجازت حاصل کئے بغیر ایسا نہیں کر سکتی۔"

"جلدی حاصل کرو۔" عمران نے فون کی طرف اشارہ کیا۔

لڑکی کے چہرے سے تذبذب ظاہر ہو رہا تھا۔

"اوہ.... اتنی دیر....! تم حالات کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتیں۔"

"کیسے حالات....؟"

"اب بحث بھی کرو گی۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

لڑکی نے قہقہہ لگایا اُس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔ دوسرے ہی لمحے میں اُس کے ہاتھ میں پستول نظر آیا رخ عمران ہی کی طرف تھا۔ عمران نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"ایک بے باک دوسرے بے باک سے ایسے لہجے میں کبھی گفتگو نہیں کرتا۔" وہ پستول سے اس کے دل کا نشانہ لیتی ہوئی بولی۔

"لیکن میری لاش کا کیا بنے گا۔" عمران نے اُس کی طرف دیکھے بغیر لاپروائی سے پوچھا۔

"میری بات کا جواب دو! تم کون ہو؟" لڑکی نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"کرنل نادر درانی۔"

"بکواس مت کرو۔"

"آخاہ.... شامت آئی ہے کیا.... بی مینڈکی۔"

"میرے ہاتھ میں پستول ہے۔"

"اوہ.... اچھا۔" عمران چونک کر اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا اور لڑکی کے ہونٹوں پر فاتحانہ سی مسکراہٹ نظر آئی۔

"ہاں پستول تو ہے پھر....!"

"پھر یہ کہ تم اس کا نشانہ بھی بن سکتے ہو۔"

"لیکن اس سے فرق کیا پڑے گا۔"

"میں پوچھتی ہوں تم کون ہو۔"

"لڑکی بہتری اسی میں ہے کہ چور دروازے کا پتہ بتاؤ.... اور یہ بھی بتاؤ کہ کاغذات کہاں رکھے ہیں۔"

"مگر تم سی۔ آئی۔ ڈی کے آدمی ہو تو یہاں سے زندہ نہیں جاسکو گے۔" لڑکی کے چہرے پر درشتی نظر آنے لگی تھی۔

"لہٰذا میں زندہ ہی جاؤں گا کیونکہ سی۔ آئی۔ ڈی کا آدمی نہیں ہوں۔ میرا ذاتی کاروبار ہے۔"

"کیا مطلب....!"

"بلیک میلر ہوں۔"

"اوہ....!"

"جی ہاں....!" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"تب تو.... یہ لو....!" لڑکی نے دانت بھینچ کر ٹریگر دبادیا۔

"اور.... میں .... مر بھی گیا۔" عمران اس کی آنکھوں مین دیکھتا ہوا بدستور مسکراتا رہا۔ لڑکی نے متحیرانہ انداز میں پستول کی طرف دیکھا اور اچھل کر کھڑی ہوگئی۔

"بیٹھ جاؤ....!" عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

لڑکی کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا.... وہ اسے خوفزدہ نظروں سے دیکھتی ہوئی بیٹھ گئی۔

"اس کے کارتوس میری جیب میں ہیں۔" عمران نے لہجہ نرم کئے بغیر کہا۔ "اب تم میرے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

"نہیں میں نہیں جاؤں گی۔"

"زبردستی لے جاؤں گا۔"

عمران جھپٹ کر اٹھا اور اس کی کنپٹی پر ہلکی سی تھپکی دی۔ لڑکی نے سر پیچھے ہٹایا جو آواز کے ساتھ دیوار سے ٹکرا کر پھر آگے جھک آیا.... اُس کی آنکھیں بند ہوتی جارہی تھیں۔ اگر عمران سنبھال نہ لیتا تو منہ کے بل فرش پر آئی ہوتی۔ اُس نے اسے بہ آہستگی فرش ہی پر ڈال دیا اور خود کمرے کا جائزہ لینے لگا۔

پھر خواب گاہ میں آیا اور جس توقع پر آیا تھا وہ پوری بھی ہوئی اُس نے آگے بڑھ کر بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کیئے۔ دوسری طرف سے ریسیور اٹھنے کی آواز آئی اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "بلیک زیرو....!"

"میں بول رہا ہوں.... عالمگیر روڈ کی کوٹھی نمبر بائیس کے پھاٹک پر ایک کار چاہئے.... جلدی کرو.... میں منتظر ہوں۔"

ریسیور رکھ کر وہ کمرے کی تلاشی لینے لگا۔ لیکن کوئی کارآمد چیز ہاتھ نہ لگی....

وہ جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ ہوسکتا تھا کہ کوئی آ ہی جاتا۔ پھر مزید دشواریاں پیش آتیں.... یہ بھی ممکن تھا کہ بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا.... وہ کسی تنظیم سے تعلق رکھتی تھی.... ہوسکتا ہے کہ اُس تنظیم کا سربراہ سنگ ہی ہو۔ ممکن ہے کہ پروفیسر راشد بھی سنگ ہی کے ساتھیوں میں سے رہا ہو۔ کوئی ایسا جس نے سنگ ہی کا رستہ کاٹنے کی کوشش کی ہو اور اپنے انجام کو پہنچا ہو اور اب سنگ اس فکر میں ہو کہ پروفیسر کے کاغذات اس کی کوٹھی سے نکلوائے۔

لڑکی نے خود ہی بتایا تھا کہ صرف وہ چور دروازے سے واقف تھی اور اُسے وہ مقام بھی معلوم تھا جہاں کاغذات رکھے تھے۔ ہوسکتا تھا کہ وہ پروفیسر سے بہت زیادہ قریب رہی ہو۔

اُس نے فیصلہ کیا کہ گاڑی کا انتظار عمارت کے اندر ٹھہر کر نہ کرنا چاہئے کیونکہ پوری عمارت اُس کی دیکھی ہوئی نہیں تھی۔

اُس نے بے ہوش لڑکی کو کاندھے پر اٹھایا اور اپنے عقب کی روشنیاں گل کرتا ہوا باہر چلا آیا۔ پائیں باغ میں بھی اندھیرا تھا.... اُس نے لڑکی کو پتھر کی بنچ پر ڈال دیا اور خود چہار دیواری کی جھنجھریوں سے باہر دیکھنے لگا۔

اندازے کے مطابق بلیک زیرو ٹھیک وقت پر پہنچا تھا اور گاڑی پھاٹک پر روک دی تھی۔ دونوں کے درمیان مخصوص قسم کے صوتی اشارے ہوئے اور اطمینان کرلینے کے بعد عمران نے بے ہوش لڑکی کو گاڑی کی پچھلی نشست پر ڈال دیا۔ کچھ دیر بعد بلیک زیرو کار ڈرائیو کررہا تھا اور وہ دانش منزل کی طرف جارہے تھے۔

"یہ آپ کس چکر میں پھنس گئے ہیں۔" بلیک زیرو نے عمران سے پوچھا۔

"ابھی تک میں خود بھی نہیں سمجھ سکا۔"

"یہ لڑکی کون ہے۔"

"یہی معلوم کرنے کے لئے ہیڈ کوارٹر لے جارہا ہوں۔"

بلیک زیرو خاموش ہو گیا.... کچھ دیر خاموش ہی رہا لیکن پھر شاید کسی دوسرے جواب طلب مسئلے نے بے چین کیا اور وہ خود مضطربانہ انداز میں بولا۔ ”انسپکٹر کی موت نے آپ کی پوزیشن خراب کر دی ہے۔“

”بس ختم کرو.... ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا.... آج کئی بار یہ جملہ سن چکا ہوں۔“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”کیا میں غلط کہہ رہا ہوں....؟“

”بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ ضمانت قبل از گرفتاری کی وجہ سے فی الحال گردن بچ گئی ہے۔“

کار کی رفتار تیز تھی.... اس لئے دانش منزل تک پہنچنے میں دیر نہیں لگی۔

◆

وہ ساؤنڈ پروف کمرے سے باہر نکل کر ملبوسات کے کمرے میں آیا اور اپنا لباس تبدیل کرنے لگا.... پلاسٹک کی مصنوعی ناک بھی چہرے سے الگ کر دی۔

اب وہ ایسے لباس میں تھا کہ دیکھنے والے اُسے کوئی گھریلو خانساماں ہی سمجھتے۔

لڑکی کو ساؤنڈ پروف کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ عمران محسوس کر رہا تھا کہ اب وہ جلد ہی ہوش میں آجائے گی۔

وہ پھر ساؤنڈ پروف کمرے میں واپس آیا.... لڑکی ہوش میں آچکی تھی اور متحیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔

عمران کی آمد پر چونکی اور کچھ بولے بغیر اُسے گھورتی رہی۔ عمران کے چہرے پر حماقت کی بدلیاں چھائی ہوئی تھیں۔

”تم کون ہو....!“ اُس نے غصیلی آواز میں پوچھا۔

”بب.... باورچی مس صاحب۔“ عمران نے بوکھلا کر جواب دیا۔

”میں کہاں ہوں....؟“

”جج جی.... آپ یہاں ہیں۔“ احمقانہ انداز میں جواب دیا گیا۔

”شٹ اَپ.... مجھے یہاں کون لایا۔“

”آپ کے کزن.... مس صاحب۔“

”میرا کوئی کزن نہیں ہے۔“ وہ غرائی۔

”مم.... میں معافی چاہتا ہوں۔“ عمران ہاتھ جوڑ کر بولا۔

”کس بات کی معافی۔“

”مجھے جب بھی کسی کے ساتھ کوئی نئی لڑکی نظر آتی ہے تو میں اُسے اسکی کزن ہی سمجھتا ہوں۔“

”کیا بکواس ہے.... بتاؤ مجھے یہاں کون لایا ہے۔“

”جج.... جی.... کرنل صاحب....!“

”کون کرنل........!“

”جن کا یہ مکان ہے۔“

”کیا نام ہے....؟“

”کرنل نادر درانی....!“

”کون کرنل نادر درانی۔“

”یہ بتانا تو بہت دشوار ہے جناب.... میں ان کے علاوہ اور کسی نادر درانی کو نہیں جانتا۔“

”وہ کہاں ہے؟“

”ڈرائینگ روم میں بیٹھے رائفل چلا رہے ہیں۔“

”کیا بکتا ہے....؟“

”صاحب آپ یہ بتایئے کہ میں آپ کے لئے کیا لاؤں....؟“

لڑکی کچھ سوچنے لگی۔ پھر مسکرا کر بولی۔ ”یہاں آؤ....؟“

”جی....!“ وہ متحیرانہ انداز میں آگے بڑھتا ہوا بولا۔

”یہاں.... بیٹھو....!“ وہ صوفے کے کنارے کی طرف کھسکتی ہوئی بولی۔

”نن.... نہیں.... جناب.... میں باورچی ہوں جناب....!“

”ہوا کرو....!“ لڑکی نے لاپروائی سے کہا۔ ”مجھے تو اچھے لگتے ہو۔“

”ارے باپ رے؟“ عمران تھوک نگل کر پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

”آؤ.... آؤ....!“

عمران نے پلٹ کر خوفزدہ انداز میں دروازے کی طرف دیکھا اور پھر لڑکی کو دیکھنے لگا۔

”کیوں کیا بات ہے....!“ لڑکی نے پوچھا۔

”گگ.... گولی.... مم.... مار دیں گے۔“ عمران اس طرح بولا جیسے شدید سردی کی وجہ

سے دانت بجنے لگے ہوں۔

”اوہ.... ڈرپورک۔“ لڑکی ہنسنے لگی۔ ”آؤ.... آؤ.... ورنہ میں گھسیٹ کر بٹھادوں گی۔“

”ارے نہیں.... خدا کے لئے رحم کیجئے مجھ پر....!“ عمران روہانسی آواز میں بولا۔

”چلو....!“ اُس نے اٹھ کر اُس کا ہاتھ پکڑلیا.... اور صوفے کے قریب گھسیٹ لائی۔

عمران اس طرح ہانپ رہا تھا جیسے بہت دور سے دوڑتا ہوا یہاں تک آیا ہو۔

چہرے پر کچھ ایسے تاثرات تھے جیسے جانکنی میں مبتلا ہو۔ لڑکی اُسے دلچسپی سے دیکھتی رہی۔

”کیوں مرے جارہے ہو....!“ اس نے ہنس کر پوچھا۔

”پپ.... پا....!“ عمران منہ پھیلا کر رہ گیا۔

”کیا....؟“

”پانی.... پانی....!“ وہ ہانپتا ہوا بولا۔ ”میرا دم گھٹ رہا ہے۔“

”میں کہاں سے لاؤں پانی....!“

”آپ باہر نہیں جاسکتیں.... بڑے خونخوار کتے ہیں۔ چیر پھاڑ ڈالیں گے۔“

”تو پھر تم ہی دوڑ کر پی آؤ۔“

”جی بہت اچھا....!“ عمران اٹھ کر دروازے کی طرف جھپٹا.... لیکن لڑکی نے ہاتھ پکڑلیا۔

”اگر واپس نہ آئے تو....!“ اُس نے شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

”گگ.... گولی مار دیجئے گا۔“ عمران نے ہانپتے ہوئے کہا۔

”جاؤ....!“ اُس نے ہاتھ چھوڑدیا۔

اور عمران دروازہ کھول کر باہر چلا گیا.... لڑکی بھی دروازے کے قریب آئی جو عمران کے باہر نکلتے ہی بند ہو گیا تھا.... ہینڈل پر زور صرف کرتی رہی لیکن اُسے گھما نہ سکی۔

واپس آکر پھر صوفے پر گر گئی۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور عمران اندر داخل ہو کر احمقانہ انداز میں بولا۔

”جی.... پی آیا۔“

”آؤ....!“ اُس نے بائیں جانب صوفے پر ہاتھ مار کر کہا۔

”تو یہیں سے بتادیجئے نا....!“

وہ پھر ہنس پڑی اور بولی۔ ”اتنا ڈرتے کیوں ہو۔“

وہ پھر اٹھ کر اُس کے قریب آئی۔ چند لمحے خاموش کھڑی اُس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی پھر اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ”میں اونچ نیچ کا خیال نہیں کرتی۔ تم اگر باورچی ہو تو اس سے کیا۔ میری ہی طرح آدمی ہو.... اور صورت سے شریف بھی معلوم ہوتے ہو۔ پھر ہمارے درمیان دوری کیسی؟“

”وہ تو.... وہ تو ٹھیک ہے.... لل.... لیکن....!“

”کیا لیکن لیکن لگا رکھی ہے۔“ وہ کسی قدر جھنجھلا کر بولی۔

”کک.... کرنل صاحب۔“

”جہنم میں جھونکو اسے....!“

”وہ.... آپ کے کزن ہیں۔“

”بکتا ہے۔ میرا کوئی نہیں.... زبردستی اٹھالایا ہے۔“

”ارے باپ رے۔“

”تمہیں مجھ سے ہمدردی ہونی چاہئے کیونکہ میں خود کو تم سے برتر نہیں سمجھتی۔“

”جی ہاں.... بالکل بالکل....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”تو پھر مجھے اس جنجال سے بچاؤ.... باہر نکال دو۔“

”ہاں.... ہو سکتا ہے۔“ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”کرنل صاحب بھی سو رہے ہیں.... بہت زیادہ پی جانے کے بعد وہ ہمیشہ سو جاتے ہیں.... لیکن.... لیکن.... مصیبت تو یہ ہے کہ کتے۔“

”تم تو ساتھ ہو گے۔“

”بالکل.... لیکن وہ تو کرنل صاحب کے ساتھ آنے والوں پر بھی جھپٹ پڑتے ہیں۔ کرنل صاحب خود کتنا ہی چیخیں چلائیں ایک نہیں سنتے پچھلی رات ایک صاحبہ کی ساڑھی پھاڑ ڈالی تھی.... جی ہاں.... ٹانگ پر منہ مار دیا تھا۔ تب یہ بات میری سمجھ میں آئی کہ ساڑھی فائدہ مند پہناوا ہے.... شلوار ہوتی تو ٹانگ ہی منہ میں آتی.... کیوں....؟“

”تم انہیں پہلے سے باندھ آؤ....!“

”میں....!“ عمران کے چہرے سے تحیر آمیز خوف ظاہر ہو رہا تھا۔

”ہاں بھئی تم ہی....!“

”ارے صاحب۔ میرے والد صاحب بھی اس کی ہمت نہیں کر سکتے۔ خود کرنل صاحب ہی انہیں کھولتے باندھتے ہیں۔“

”پھر آخر میں کس طرح باہر جاؤں گی۔“ اُس نے جھنجھلا کر کہا۔

"برانڈی پلادوں کم بختوں کو۔" عمران نے راز دارانہ لہجے میں پوچھا.... اور وہ ہنس پڑی پوچھنے کا انداز ہی ایسا تھا کہ بے ساختہ ہنسی آجاتی۔

"اس سے کیا فائدہ ہوگا۔" لڑکی نے پوچھا۔ لیکن عمران کچھ نہ بولا۔ چہرے پر فکر مندی اور مایوسی کے آثار تھے۔

"کیوں چپ ہوگئے....!" لڑکی نے اُس کا شانہ پکڑ کر ہلایا۔

"فضول ہے۔" عمران سر ہلا کر مردہ سی آواز میں بولا۔ "برانڈی سے بھی کچھ نہ ہوگا... ایک بار بڑی مصیبت میں پھنس چکا ہوں۔"

"کیوں.... کیا ہوا تھا۔"

"کرنل صاحب کے ساتھ کچھ عورتیں آئی تھیں۔ کتے بھونک رہے تھے۔ نہ جانے کیوں انہیں مجھ پر غصہ آگیا۔ کہنے لگے چپ کراؤ انہیں.... ورنہ گولی ماردوں گا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح چپ کراؤں.... بوکھلاہٹ میں دودھ میں برانڈی ملائی اور پلادی.... کچھ دیر کے لئے خاموش ہوگئے.... لیکن پھر جو منہ اٹھا اٹھا کر رونا شروع کیا ہے تو کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی میں تو باہر بھاگ گیا تھا۔"

"لیکن وہ آج تو نہیں بھونک رہے۔"

"پتہ نہیں.... مجھے بھی حیرت ہے۔"

"تو پھر کیا اب میں یہیں قید رہوں گی....!" لڑکی اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ "آخر وہ مجھے یہاں کیوں لایا ہے۔"

"اللہ آپ کے حال پر رحم کرے۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیوں....؟ کیوں....؟"

"کرنل صاحب کسی خاص قسم کے پاگل پن میں مبتلا ہیں۔"

"پاگل پن....!" لڑکی نے خوفزدہ سی آواز میں دہرایا۔

"جی ہاں.... میں اسے پاگل پن ہی کہوں گا۔ وہ لڑکیوں کو لاتے ہیں۔ کھلاتے پلاتے ہیں اور پھر زبردستی ان کے سر مونڈھ دیتے ہیں۔ روشنائی سے ڈاڑھی مونچھیں بناتے ہیں.... اور پتہ نہیں کیا کیا۔"

"اوہ....!"

"جی ہاں۔ میرا دل کڑھتا ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "لیکن کیا کر سکتا ہوں۔ نوکری ہی

ٹھہری....!"

"خدا کے لئے مجھے کسی طرح رہائی دلاؤ۔"

"یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب میں بھی یہاں سے چلا جاؤں۔"

"تو تم بھی چلو....!"

"اور پھر بھوکوں مروں.... کیوں....!" عمران غصیلی آواز میں بولا۔

"میں ذمہ لیتی ہوں میں تمہیں ملازمت دلاؤں گی۔"

"اس شہر میں تو ممکن نہیں.... وہ مجھے ڈھونڈ کر گولی مار دے گا۔"

"کہیں اور چلتے ہیں۔"

"کہاں....!"

لڑکی کسی سوچ میں پڑگئی۔ پھر بولی۔ "ہم یہاں سے سیدھے عادل آباد چلیں گے۔ وہاں تمہاری ملازمت کا انتظام کر کے میں واپس آجاؤں گی۔!"

"دھوکا تو نہیں ہوگا۔"

"ہرگز نہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں کتوں کو بند کرنے کی کوشش کروں گا۔" وہ دروازے کی جانب بڑھتا ہوا بولا۔

پھر باہر آکر کچھ دیر خاموش کھڑا رہا۔

لائبریری کے کلاک نے دو بجائے.... اور وہ پھر ساؤنڈ پروف کمرے کی طرف پلٹ آیا.... اور اندر داخل ہوتے ہی اسی طرح ہانپنے لگا جیسے اس وقفے میں صرف دوڑ دھوپ کرتا رہا ہو۔

"کیا ہوا....؟" لڑکی نے پوچھا۔

"بند کر آیا ہوں۔" عمران نے ہانپتے ہوئے جواب دیا۔

"تو پھر چلوں....!"

"ٹھہریئے....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا اور گم سم کھڑا رہا۔

"کیا بات ہے؟"

"آپ گاڑی ڈرائیو کر سکیں گی۔"

"بہت آسانی سے۔"

"بہت اچھا۔ تو یہ لیجئے.... اسے آنکھوں پر چڑھا لیجئے۔" عمران نے چمڑے کا ایک خول اُس

کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب.... یہ کیا ہے۔"

"حفاظتی پٹی کہلاتی ہے یہاں.... جو لوگ یہاں کے عجائبات سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں آنکھیں بند رکھتے ہیں.... میں آپ کی رہنمائی کروں گا۔"

"آخر کیوں....؟"

"وقت نہ ضائع کیجئے.... میں نہیں چاہتا کہ آپ کسی منظر پر بے ساختہ چیخ پڑیں اور بنا بنایا کھیل بگڑ جائے۔"

"میں کچھ نہیں سمجھ سکتی۔"

"کچھ نہ سمجھ سکنے والے زیادہ عرصہ تک زندہ رہتے ہیں۔ کچھ نہ سمجھ سکنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔"

لڑکی نے اُسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا اور بولی۔ "کیا تم پڑھے لکھے آدمی ہو۔"

"لایعنی اور اُوٹ پٹانگ باتوں سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔

لڑکی اُسے گھورتی رہی۔

"تھوڑا وقت اور گزر جانے کے بعد میں کچھ نہ کر سکونگا۔" عمران نے جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"اچھا....!" لڑکی نے مردہ سی آواز میں کہا اور عمران نے وہ چرمی خول اس کے سر پر اس طرح منڈھ دیا کہ آنکھیں بند ہو کر رہ گئیں۔

"آپ میرا ہاتھ پکڑیئے اور چپ چاپ چلتی رہئے۔"

لڑکی کچھ بولے بغیر اُس کی ہدایات پر عمل کرتی رہی.... غالباً پندرہ منٹ تک اُسے اسی طرح چلنا پڑا.... دانش منزل سے نکل کر وہ بائیں جانب والی سڑک پر چل رہے تھے۔

عمران ایک جگہ رک گیا۔ قریب ہی چھوٹی سی کار کھڑی تھی۔

"اب یہ ٹوپی اتار دیجئے....!" عمران نے کہا۔

"ہم عمارت کے باہر ہیں....!" عمران بولا۔

"کس عمارت کے باہر....!"

"چلئے چلئے....!" عمران نے اُسے گاڑی کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

لڑکی نے اسٹیرنگ تو سنبھال لیا لیکن عمران کی طرف منہ کئے بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔

"چلئے....!" عمران بولا۔

"کہاں چلوں.... میں نہیں جانتی کہ شہر کے کس حصے میں ہوں....!"

"اگلے چوراہے سے بائیں جانب موڑ لیجئے گا.... شاید راستہ آپ کے سمجھ میں آسکے۔"

انجن اسٹارٹ ہوا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔ پھر عمران کی ہدایت کے مطابق اگلے چوراہے پر بائیں جانب موڑ دی گئی۔

"وہاں ہرگز نہ چلئے گا جہاں سے کرنل آپ کو لایا تھا۔" عمران نے کہا۔

"کیوں....؟"

"آنکھ کھلتے ہی وہیں چڑھ دوڑے گا اور آنکھ جلد ہی کھلے گی کیونکہ کتوں کو اسی کی خواب گاہ میں ہانک آیا ہوں.... انہیں تھوڑی سی پلا بھی دی تھی۔"

"تو پھر میں کہاں چلوں.... کوئی ایسی جگہ میرے علم میں نہیں.... البتہ عادل آباد۔"

"لمبا سفر ہے۔ دھر لئے جائیں گے۔"

لڑکی کچھ نہ بولی عمران نے کچھ دیر بعد چونک کر اپنی جیبیں ٹٹولنی شروع کیں اور لمبی سانس لے کر بولا۔ "اوہو.... کام بن گیا....!"

"یعنی....!"

"فی الحال چھپنے کے لئے ایک جگہ چلتے ہیں پھر اطمینان سے دیکھیں گے۔ کرنل کی شکار گاہ میں جو عمارت ہے اس کی کنجی میرے پاس ہی ہے۔"

"کتنی دور ہے۔"

"شہر سے بیس بائیس میل کے فاصلے پر....!"

"ٹھیک ہے.... وہیں چلو....!"

"تو یہیں سے داہنی جاتب موڑ لیجئے۔"

زیادہ تر راستہ خاموشی ہی سے طے ہو رہا تھا۔ اب وہ شہر سے باہر نکل آئے تھے۔

آخری تاریخوں کا چاند افق میں ابھر رہا تھا۔ فضا ہلکی زرد روشنی سے معمور ہو گئی تھی۔ سناٹے میں گاڑی کے انجن کا ہلکا سا شور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے رات ہولے ہولے کراہتی ہوئی شرقی افق کی جانب بھاگی جا رہی ہو۔

"کرنل کو آپ کب سے جانتی ہیں۔" عمران نے پوچھا۔

"آج سے پہلے کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد لڑکی نے کہا۔ "تم مجھ سے آپ جناب کر کے باتیں نہ کرو۔ میں تمہارے ہی طبقے سے تعلق رکھتی ہوں۔"

"تم.... میرے طبقے سے۔" عمران نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں.... میرا باپ آج کل بھی تانگہ ہانکتا ہے اور میرے بھائی گودی پر مزدوری کرتے ہیں۔"

"آپ مذاق کر رہی ہیں۔" عمران ہنس پڑا۔

"یقین کرو.... اور یہ بھی سنو کہ میں گریجویٹ ہوں۔ میرے باپ نے مجھے بڑے چاؤ سے پڑھایا تھا۔ بھائیوں کو بھی پڑھانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ نہ پڑھ سکے۔ آج کل تعلیم نسواں کا ہر طبقے میں بڑا زور و شور ہے۔ بہنیں گریجویٹ ہو جاتی ہیں اور بھائی گدھے گاڑی ہانکتے رہتے ہیں۔ ملوں میں مزدوری کرتے ہیں۔ گودیوں میں سامان ڈھوتے ہیں اور یہ بہنیں جو گریجویٹ ہو جاتی ہیں نہ اپنے طبقے میں کھپ سکتی ہیں اور نہ اپنے سے اونچے طبقے میں.... اپنے طبقے کے مزدور سے متنفر ہوتی ہیں اونچے طبقے میں تانگے والوں کی اولادیں سمجھی جاتی ہیں۔ وہ اس طبقے کی دل بستگی کا سامان تو بن سکتی ہیں لیکن کوئی انہیں مستقل طور پر اپنانے کے لئے تیار نہیں ہوتا.... پھر بتاؤ ایسی صورت میں کیا ہوگا.... کیا اس طرح ہمارا معاشرہ متوازن رہ سکے گا۔ میں نے ایک فرم میں ملازمت کی.... سیٹھ کا لڑکا جو میری برانچ کا انچارج تھا میری طرف جھکنے لگا.... بڑا روشن خیال آدمی تھا۔ مجھے بھی اُس سے اُنس ہو گیا۔ محبت کے مراحل تیزی سے طے ہونے لگے۔ جب میں نے محسوس کیا کہ محبت کا انجام منظر عام پر بھی آسکتا ہے تو اس سے شادی کی تجویز پیش کی۔ اُس نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم تانگے والے کی لڑکی ہو لہٰذا میرے گھر والے اس پر تیار نہ ہوں گے۔ سنتے ہی آگ لگ گئی۔ دھان پان سا نزاکت مآب آدمی تھا۔ میں نے اٹھا کر پٹخ دیا.... اور ہر اُس چیز سے اسے مارتی رہی جو ہاتھ آتی.... نتیجہ ہوا کہ اس کی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں.... ہونٹ پھٹ گئے اور وہ بے ہوش ہو گیا.... یہ سب کچھ آفس ہی میں ہوا تھا.... دوسرے کلرک کمرے میں گھس آئے۔ لیکن اُن میں سے کسی کو بھی دخل اندازی کی جرأت نہ ہوئی۔ ظاہر ہے اس کے بعد تھانہ پولیس کی نوبت آئی ہوگی۔ میرا غریب باپ ضمانت کے لئے اِدھر اُدھر گڑگڑا پھرا لیکن کوئی بھی اُس پر تیار نہ ہوا۔ پھر ایک دن کسی نامعلوم آدمی نے ضمانت کے لئے کاغذات داخل کئے اور مجھے حوالات سے نجات ملی۔ ضامن سامنے آیا.... یہ مشہور ماہر ارضیات.... پروفیسر راشد تھا۔ کیا تم کچھ پڑھے لکھے ہو۔"

"مڈل فیل....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

* * *

عمران سوچ رہا تھا کہ یہاں تک تو خود بخود ہی سب کچھ اگلتی چلی آئی ہے۔ اب مزید معلومات کیلئے کس زاویئے سے حملہ کیا جائے۔ کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔ "تو تمہاری نوکری چھوٹ گئی ہوگی۔"

"نوکری....!" لڑکی نے حیرت سے کہا۔ "اتنا کچھ ہو جانے کے بعد بھی تم نوکری ہی کو لئے بیٹھے ہو۔"

"پیٹ ہر حال میں بھرنا چاہئے۔ کسی شاعر نے کہا ہے.... پیٹ بڑا بدکار ہے بابا.... یہ آدمی کو اُس کے مسلک سے ہٹا دیتا ہے۔"

"ہائیں.... ہائیں.... ایک بات میں بڑی دیر سے محسوس کر رہی ہوں۔ کبھی احمقوں کی سی باتیں کرتے ہو اور کبھی افلاطون معلوم ہوتے ہو۔"

"سب کچھ پیٹ کیلئے ہے محترمہ.... میں یہ پوچھ رہا تھا کہ فی الحال آپ کہیں ملازم ہیں یا نہیں۔"

"تم فکر نہ کرو.... بہت دنوں تک تمہارا پیٹ بھر سکوں گی۔"

"ب.... بس اب بائیں جانب والے کچے راستے پر موڑ لیجئے....!"

"مگر سوال تو یہ ہے کہ ہم کب تک اس طرح چھپتے پھریں گے۔"

"ہو گیا ستیاناس....!" عمران رو دینے والی آواز میں بولا۔

"کیوں.... کیوں....؟"

"معلوم ہوتا ہے بھوکے ہی مرنا پڑے گا۔ لگے لگائے دھندے سے بھی گیا۔"

"غلط نہ سمجھو.... میں نہیں جانتی کہ کرنل کون ہے.... اُس کے ذرائع کیسے ہیں۔ وہ ہمارے خلاف کیا کر سکے گا۔ اس کا اندازہ کر لینے کے بعد ہی کچھ کیا جا سکے گا۔"

"اور میں دیر سے سوچ رہا ہوں کہ اگر آپ کسی تانگے والے کی لڑکی ہیں تو وہ آپ کو کیوں لایا تھا۔"

"کیا مطلب.... میں نہیں سمجھی۔"

"اُس عمارت میں اب تک صرف اونچے طبقے کی عورتیں دیکھی گئی ہیں۔ بڑے بڑے سرمایہ داروں کی بیویاں اور لڑکیاں....!"

”کک.... کیوں....!“

”اس لئے کہ کرنل کا بزنس یہی ہے۔“

”میں نہیں سمجھی۔“

”وہ.... وہ.... کیا کہتے ہیں.... اُسے.... میل بلیکر....!“

”بلیک میلر....!“

”وہی.... وہی....!“ عمران خوش ہو کر بولا۔ ”وہ عورتیں جو اُس کے مطالبات پورے نہیں کرتیں.... اُن کی بُری گت کرتا ہے۔ سر مونڈ دیتا ہے اُن کے....!“

”تب تو.... تب تو وہ مجھے تلاش کرنے کی بجائے تمہارے لئے کنوؤں میں بانس ڈلوادے گا.... تم جو اُس کے رازوں سے واقف ہو۔“

”بالکل.... بالکل....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ ”مجھے افسوس ہے کہ تمہیں میری وجہ سے۔“

”بب.... بالکل نہیں۔“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”مجھے بڑی نفرت تھی اُس سے۔ اب تم کہتی ہو کہ دوسری نوکری کا انتظام ہو جائے گا تو پھر.... کیا پرواہ ہے۔“

”خیر....!“ وہ خاموش ہو گئی۔ گاڑی ناہموار زمین پر ہچکولے لے رہی تھی۔ کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔ ”میں تو اُسے مناسب نہیں سمجھتی....؟“

”بالکل....؟“

”کیا....؟“

”پتہ نہیں....!“

”کیا تم سو رہے ہو۔“

”نن نہیں تو....!“ عمران سر جھٹکتا ہوا بولا۔

”میں یہ کہہ رہی تھی کہ ایسی صورت میں اس کی کسی عمارت میں پناہ لینا مناسب نہ ہوگا۔“

”تو پھر کہیں اور چلئے....!“

”اور یہ گاڑی بھی اُسی کی ہوگی.... وہ اس کی گمشدگی کی رپورٹ ضرور درج کرائے گا اور مزید دشواریوں میں پڑ جائیں گے۔“

”یہ بھی پکی بات ہے۔“

”تو پھر کچھ بتاؤ نا....!“ وہ جھنجھلا کر بولی۔

”رات جنگل میں بسر کی جائے۔“ عمران نے سوالیہ انداز میں کہا۔

”یہی بہتر ہوگا۔“

”ٹھیک ہے۔ تو پھر ہم یہیں کیوں نہ رک جائیں.... کنارے کر لیجئے گاڑی کو۔“

گاڑی رک گئی.... وہ تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ پھر لڑکی چونک کر بولی۔ ”کیا حماقت ہے؟“

”جی....!“

”ہم جائیں گے کہاں.... نہیں یہ حماقت ہے۔ ہمیں شہر ہی واپس چلنا چاہئے۔ گاڑی وہیں کہیں چھوڑ دیں گے۔ صبح ہونے سے پہلے ہی گاڑی سے بھی چھٹکارا پانا ضروری ہے۔ ورنہ گاڑی سمیت دھر لئے جائیں گے تو کیا ہوگا۔“

”واقعی آپ بہت عقل مند ہیں۔“ عمران بے حد خوش ہو کر بولا۔

گاڑی کا انجن پھر جاگا.... اور کچھ دیر بعد وہ پھر شہر کی طرف واپس جا رہی تھی۔

عمران نے کہا۔ ”میرے خیال سے انہیں صاحب کے پاس چلئے جنہوں نے آپ کی ضمانت دی تھی۔“

”کاش وہ زندہ ہوتے۔“ لڑکی نے ٹھنڈی سانس لی۔

”ہائیں تو کیا مر گئے۔“

”انہیں کسی نے مار ڈالا۔ صبح کی بات ہے۔“

”تب پھر ان کے پاس چلنا مناسب نہیں ہے۔“ عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔ تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا۔ ”آپ مجھے بتائیے کہ کرنل آپ کو کیوں پکڑ لایا تھا۔ ہو سکتا ہے اُس شریف آدمی کو اُسی نے مار ڈالا ہو۔“

”میں کیا بتاؤں.... میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔“

”شاید میری سمجھ میں آجائے۔ کیونکہ میں کرنل کی رگ رگ سے واقف ہوں۔ لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ آخر میں آپ کی مدد کرنے پر کیوں تیار ہو گیا۔ اب تک نہ جانے کتنی آئیں۔ اُس کمرے میں بند ہوئیں۔ مجھ سے التجائیں کیں کہ انہیں کرنل کی زیادتیوں سے بچاؤں لیکن میں کبھی پسیجا....؟ آج کیا ہو گیا تھا مجھے۔ میرے خدا میرا کیا حشر ہونے والا ہے۔ بالکل درست ہے کہ کرنل میرے لئے ملک کا گوشہ گوشہ چھان مارے گا۔ میں اس کا راز دار ہوں۔ میں کیا کروں۔ کیا کروں۔“ وہ خاموش ہو کر اس طرح ہانپنے لگا جیسے پہاڑی پر چڑھا ہو۔

لڑکی خاموش رہی۔ کار کی رفتار خاصی تیز تھی۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا۔

"اب تمہیں خوف محسوس ہو رہا ہے۔"

"ہونا ہی چاہئے۔"

"کیا تمہیں اُن عورتوں پر کبھی رحم نہیں آیا، جو اُس کے ہاتھوں بلیک میل ہوتی رہیں۔"

"چھوڑیئے ان باتوں کو۔ خدارا جلد از جلد یہ بتایئے کہ آپ کرنل تک کیسے پہنچی تھیں یا وہ آپ تک کیسے پہنچا تھا۔"

"پوری بات سننے کے لئے تمہیں پوری طرح کہانی شروع سے سننی پڑے گی۔"

"ضرور سنوں گا۔"

"ضمانت پر رہا ہونے کے بعد پھر میں اپنے گھر نہیں گئی تھی بلکہ ضامن مجھے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ میری مراد پروفیسر راشد سے ہے... وہ انجمن بیباکاں کے صدر تھے۔"

"بیباکاں...!" عمران نے حیرت سے دہرایا۔ "میں نے اس انجمن کا نام پہلی بار سنا ہے۔"

"یہ ایک پوشیدہ تنظیم ہے جس کا مقصد ہے گرے ہوئے لوگوں کو اٹھانا۔ وہ مجھ جیسے بے سہارا لوگوں کو کام کا آدمی بناتی ہے۔ انہیں جینا سکھاتی ہے۔"

"اوہ... اب تو میں بھی بے سہارا ہو گیا ہوں۔" عمران بولا۔ لیکن لڑکی اس ریمارک کو نظر انداز کر کے کہتی رہی۔ "پروفیسر نے مجھے انجمن میں شامل کر لیا اور اب میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ مجھ میں پہلے سے کئی گناہ زیادہ خود اعتمادی بڑھ گئی ہے...!"

لڑکی خاموش ہو گئی۔ عمران بھی کچھ نہیں بولا۔

"اوہ... یہ تو بتاؤ...!" لڑکی یک بیک چونک کر بولی۔ "کرنل کے کسی ایسے ملنے والے کو بھی جانتے ہو جس کا نام علی عمران ہو۔"

"میں اُس کے کسی ملنے والے کا نام نہیں جانتا۔"

"خیر... وہ... پروفیسر اُسی عمران کے فلیٹ کی بالکنی میں مردہ پائے گئے تھے۔ انہوں نے اُس سے ملنا چاہا تھا۔ جتنی دیر میں اس کا ملازم کارڈ لے کر اندر جاتا اور پھر واپس آکر انہیں اندر لے جاتا تو وہ مر گئے... پولیس لاش لے گئی تھی۔ پتہ نہیں پوسٹ مارٹم کی رپورٹ میں کیا ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ کسی نے انہیں زہر دیا تھا۔"

"لیکن پروفیسر اُس آدمی عمران سے کیوں ملنا چاہا تھا۔ کیا وہ اُسے پہلے سے جانتے تھے۔"

"پتہ نہیں۔ میرا خیال ہے کہ پروفیسر نے صرف یہی ایک بات مجھ سے چھپائی تھی۔ وہ آج کل اپنے کسی دشمن کی فکر میں تھے اور ان کا خیال تھا کہ یہ عمران بھی اُن کے اُس دشمن کے بارے میں کچھ جانتا ہے۔ لیکن انہوں نے مجھے اُس دشمن کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ حتیٰ کہ نام بتانے سے بھی گریز کیا تھا۔"

"تو پھر وہ آدمی... یعنی عمران تو دھر لیا گیا ہوگا۔"

"سنا ہے... گرفتاری سے قبل ہی اُس کی ضمانت دے دی گئی تھی...؟"

"آپ نے نہیں دیکھا اُسے۔"

"نہیں... اکثر اُس کا نام انجمن کی نشستوں میں آتا رہا ہے۔"

"کس سلسلے میں...!"

"یہی کہ وہ پولیس انفارمر ہے۔"

"اچھا تو پھر...!"

"عمران سے ملنا پڑے گا لیکن اب سوچتی ہوں کہ کہیں پروفیسر کا وہ دشمن کرنل درانی ہی نہ ہو!"

"یہ کیسے کہہ سکتی ہیں آپ...!"

"وہ مجھے آج رات پروفیسر کی کوٹھی کے قریب ملا تھا... ہو سکتا ہے جس لئے میں وہاں گئی تھی وہ بھی اُسی لئے وہاں آیا ہو۔"

"آپ کس لئے گئی تھیں۔"

"مجھے پروفیسر کی کوٹھی سے کچھ کاغذات نکالنے تھے ہم نہیں چاہتے کہ وہ پولیس کے ہاتھ لگیں۔ صرف مجھے ہی معلوم ہے کہ وہ کہاں ہیں اور چور دروازے کا علم بھی صرف مجھے ہی ہے۔"

"تب تو ہو سکتا ہے وہ اسی چکر میں وہاں گیا ہو... کاغذات ہی اُس کے بزنس کی بنیاد ہیں۔ ہو سکتا ہے اُن میں کسی کے خلاف بلیک میلنگ کا مواد موجود ہو۔"

"تم ذہین بھی معلوم ہوتے ہو۔ یہی بات ہو سکتی ہے۔" لڑکی نے کہا اور پھر اسے بتاتی رہی کہ کس طرح کرنل درانی سے مڈبھیڑ ہوئی تھی۔

پوری روداد سن کر عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور سر ہلا کر بولا۔ "کرنل خطرناک آدمی ہے۔"

لڑکی خاموش ہو گئی تھی۔ کچھ دیر تک عمران بھی خاموش رہا پھر بولا۔ "اب آپ کیا کریں گی۔"

"سب سے پہلے وہاں سے کاغذات نکال لانا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ اب مجھے اپنی انجمن کے بارے میں بھی کچھ بتایئے۔!"

عمران نے محسوس کیا جیسے وہ اُسے کنکھیوں سے دیکھ رہی ہو۔ اس نے فوری طور پر کوئی

جواب بھی نہیں دیا تھا۔ اس کے بعد عمران کے انداز سے بھی ایسا ہی لگنے لگا جیسے اُس نے کچھ پوچھا ہی نہ ہو۔

تھوڑی دیر بعد وہ خود ہی بولی۔ ”یقین نہیں آتا کہ تم صرف باورچی ہو۔“

”تھوڑا بہت گانا بجانا بھی آتا ہے۔“ عمران نے بڑے خلوص سے کہا۔ ”پہلے کوشش کی تھی کہ فلم کمپنی میں نوکری مل جائے۔“

”اوہ تو تم بھی فلمی بخار میں مبتلا ہو۔“

”اب نہیں ہوں....!“ عمران نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ ”لیکن اب آپ مجھے کہاں لے جائیں گی۔“

”ابھی تک اس کا فیصلہ نہیں کر سکی....!“

”اگر میں بھی آپ کی انجمن کا ممبر بن جاؤں تو کیا انجمن مجھے کرنل سے بچالے گی۔“

”یہ کوئی سیاسی جماعت نہیں ہے کہ پچیس پیسے کی رسید کٹوا کر ممبر بن گئے۔“

”پھر کیسی جماعت ہے۔ کیا کرتی ہے۔“

”بیباکوں کی انجمن ہے اور بیباکی اُس کا نصب العین ہے۔“

”میں بھی کافی بیباک واقع ہوا ہوں۔“

”ابھی تک تو کوئی بیباکی نظر نہیں آئی۔“ لڑکی بولی۔

”خدا غارت کرے۔“ عمران جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ ”کرنل کے پنجوں سے شکار جھپٹ لینا بیباکی نہیں ہے.... کیوں....؟“

”وہ تو میری حکمت عملی تھی۔“

عمران کچھ نہ بولا۔ گاڑی پھر شہر کی حدود میں داخل ہو رہی تھی۔ عمران اس طرح ”ہوں.... ہوں“ کرنے لگا جیسے اپنے کسی خیال کی بہ آواز بلند تائید کر رہا ہو۔ پھر چٹکی بجا کر بولا۔ ”ٹھیک ہے...!“

”کیا ٹھیک ہے....!“ لڑکی نے پوچھا۔

”معلوم کرنا چاہئے کہ کرنل اس وقت کیا کر رہا ہے۔ اپنی کوٹھی ہی میں موجود ہے یا ہماری تلاش میں نکل کھڑا ہوا ہے۔“

”کیسے معلوم کرو گے؟“

”کسی پبلک ٹیلی فون بوتھ سے فون کروں گا.... اگر جواب مل گیا تو....!“

”میں اس کی اجازت نہیں دے سکتی۔“

”ارے واہ... حکم چلاؤ گی مجھ پر... بی اے پاس ہو گی اپنے گھر کی! جس مرد کی تم نے پٹائی کی تھی اونچے طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ میں تمہارے ہی طبقے کا آدمی ہوں مار مار کر بھس بھر دوں گا۔“

”ہوش میں ہو یا نہیں....!“

دفعتاً گاڑی ایک بے ہنگم شور کے ساتھ رک گئی۔

”یہ کیا ہوا....!“ عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

”پپ.... پٹرول.... ختم ہو گیا۔“

”چلو اچھا ہی ہوا۔“

”کیا اچھا ہوا....!“ وہ جھنجھلا کر بولی۔

”گاڑی یہیں چھوڑ کر کہیں نکلے چلتے ہیں۔“

لڑکی نیچے اتر آئی۔ سڑک سنسان پڑی تھی۔ عمران نے گھڑی دیکھی ساڑھے چار بجے تھے۔ سردی شباب پر تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ ”میں تمہیں نائب صدر کے بنگلے پر لیجا رہی ہوں۔“

”تم مجھے جہنم میں بھی لے چلو تو انکار نہ ہو گا کیونکہ اب کرنل کے ہتھے نہیں چڑھنا چاہتا۔“

وہ کچھ دور چل کر ایک گلی میں مڑ گئے جو انہیں دوسری سڑک تک لے آئی۔ یہاں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ لڑکی نے ایک عمارت کی کمپاؤنڈ کے پھاٹک کو دھکا دیا جو اندر سے بند نہیں تھا۔

کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر وہ برآمدے میں آئے اور لڑکی نے کال بل کا بٹن دبا دیا۔ اندر سے گھنٹی کی تیز آواز آئی اور پھر سناٹا چھا گیا.... دفعتاً بائیں جانب سے آواز آئی۔ ”کون ہے؟“

عمران چونک کر مڑا.... لیکن آواز کی سمت اندھیرا تھا۔

”ساجدہ حبیب۔“ لڑکی بولی اور عمران آہستہ سے بڑبڑایا۔ ”نہیں ساجدہ عجیب۔“

”تم خاموش رہو۔“ لڑکی نے سرگوشی کی۔

دوسرے ہی لمحے میں روشندان کے شیشوں میں روشنی دکھائی دی اور ایک دروازہ کھلا.... وہ نشست کا کمرہ تھا.... لیکن وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ ساجدہ نے عمران کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

عمران کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ کوئی چھپ کر اُسے دیکھ رہا ہے۔

دفعتاً ایک دراز قد آدمی کمرے مین داخل ہوا جس کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور ریوالور کی نال عمران کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

عمران نے کسی روشنی دیدہ اُلو کی طرح پلکیں جھپکائیں اور پھر خلاء میں گھورتا رہا۔ ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے وہ سچ مچ بینائی سے محروم ہوگیا ہو۔

◆

ریوالور والے نے عمران پر نظر جمائے ہوئے ساجدہ سے پوچھا۔ "یہ کون ہے؟"

"دو لفظوں میں بتانا مشکل ہے اور یہ ریوالور....!"

"ہوں! فکر نہ کرو۔" وہ عمران پر سے نظر ہٹائے بغیر بولا۔ "کیا کوئی کہانی ہے؟"

"جی ہاں....!"

"شروع ہوجاؤ۔" اُس نے کہا لیکن نظر اب بھی عمران ہی پر تھی اور عمران تو شاید اُسے دیکھ ہی نہیں رہا تھا.... خلاء میں گھورتی ہوئی آنکھوں نے اُس کے چہرے پر ویرانی سی پھیلا دی تھی۔

ساجدہ نے اپنی کہانی شروع کردی.... وہ عمران پر نظر جمائے ہوئے سنتا رہا۔ اُس کے خاموش ہونے پر بولا۔ "تو اب تم کیا چاہتی ہو۔"

"ظاہر ہے کہ اب یہ اُس آدمی کرنل درانی کے پاس واپس نہیں جاسکتا۔ وہ اسے زندہ نہ چھوڑے گا۔"

"ہوں.... اُس عمارت کا محل وقوع بتاؤ۔ جہاں سے اس نے تمہیں رہائی دلائی تھی۔"

"مم.... محل وقوع....!" وہ ہکلا کر رہ گئی۔ پھر عمران کو متوجہ کرکے بولی۔ "تم بتاؤنا۔"

"ڈکشنری دیکھے بغیر نہیں بتاسکوں گا۔" عمران نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"فضول باتیں نہ کرو۔" وہ جھنجھلا گئی۔

"نہیں جانتا۔" عمران نے گلوگیر آواز میں کہا۔ "محل وقوع کے معنی نہیں جانتا۔"

"ساجدہ وقت نہ ضائع کرو۔" دفعتاً ریوالور والا غرایا۔ "یہ باورچی نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے اُس آدمی کا باس ہو جس نے کرنل کا رول ادا کیا تھا۔"

"کیا مطلب....!" ساجدہ چونک پڑی۔

"ہمیں اسی آدمی کی تلاش تھی....؟"

"میں اب بھی نہیں سمجھی....!" ساجدہ کے لہجے میں کسی قدر جھنجھلاہٹ شامل تھی۔

"یہ عمران ہے.... علی عمران.... جس کے فلیٹ کے سامنے پروفیسر نے دم توڑا تھا۔"

"نہیں....!" ساجدہ اچھل کر کھڑی ہوگئی۔

وہ اس طرح آنکھیں پھاڑے عمران کو گھور رہی تھی جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔

"اب....!" ریوالور والا سرد لہجے میں بولا۔ "مسٹر علی عمران.... تم بتاؤ.... اس سارے سیٹ اپ کا کیا مطلب ہے؟"

"شادی کرنا چاہتا تھا....!" عمران نے دردناک آواز میں کہا۔

"ساجدہ کو کب سے جانتے ہو۔"

"مجھے تو ایسا محسوس ہورہا ہے جیسے ساری زندگی انہی کے ساتھ گزری ہو۔"

"شٹ اپ....!" ساجدہ غرائی۔

"پروفیسر کو کب سے جانتے تھے۔"

"مرجانے کے بعد سے....!"

"وہ تمہارے پاس کیوں گئے تھے....؟"

"یہی تو معلوم کرنا ہے۔"

"تم نہیں جانتے۔"

"نہیں....!"

ریوالور والے نے ساجدہ کی طرف دیکھا.... جواب بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑے عمران کو گھورے جارہی تھی۔

"تمہارے کہنے سے جو پتھر توڑا گیا تھا وہاں کس نے رکھا تھا....؟" ریوالور والے نے عمران سے پوچھا۔

"یار کیوں کان کھا رہے ہو.... میں کچھ نہیں جانتا۔"

"تم ساجدہ پر کیوں ڈورے ڈال رہے تھے۔"

"میں ڈورے ڈال رہا تھا یا انہوں نے رسی ڈالی ہے مجھ پر....!"

"تم اس وقت یہاں کیا کررہے تھے۔"

"اب میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔"

"تم نے اسے اپنے متعلق کیا بتایا ہے۔" ریوالور والے نے ساجدہ سے پوچھا۔

"اپنے متعلق....!" وہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔ "کچھ بھی نہیں۔"

"پھر یہاں کیوں لائی ہو....؟"

”اسلئے کہ اسے کرنل درانی کی دست برد سے محفوظ رکھا جاسکے۔“ وہ کسی قدر تلخ لہجے میں بولی۔

”ہونہہ....!“ اُس کے ہونٹوں پر پھر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے عمران سے پوچھا۔ ”کرنل درانی کا رول کس نے ادا کیا تھا۔“

”خود میں نے....؟“ عمران نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

”تم نے.... تم نے....!“ لڑکی انگلی اٹھا کر بولی اور عمران نے مسکراتے ہوئے سر کو اثباتی جنبش دی۔

”کیوں....؟ کس لئے....؟“

”کرنل کو تم ہرگز کچھ نہ بتاتیں۔“

”ہوں! تو کچھ بتایا ہے تم نے... کیوں ساجدہ...!“ ریوالور والا اسکی طرف دیکھے بغیر غرایا۔

”یقیناً بتایا ہے کہ میں کس طرح انجمن بیباکاں تک پہنچی تھی۔“

”اوہ....!“

”کیوں نہ بتاتی جب کہ انجمن بیباکاں کسی غیر قانونی حرکت کی مرتکب نہیں ہوتی۔“

”اور رجسٹرڈ بھی ہے۔“ عمران شریری مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

”شاید یہ تمہارا آخری سفر ثابت ہو۔“ ریوالور والے نے عمران سے کہا۔

”میں کچھ نہیں سمجھ سکتی۔“ ساجدہ اپنی پیشانی رگڑتی ہوئی بولی۔

”تم اندر جاؤ....!“ ریوالور والے نے سخت لہجے میں کہا۔

ساجدہ خاموشی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ دروازے میں رک کر پھر مڑی۔ عمران کی طرف دیکھا اور اندر چلی گئی۔

”اب ہم آزادی سے گفتگو کرسکیں گے۔“ ریوالور والے نے طویل سانس لے کر کہا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ اب وہ اس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے مقابل کے ہاتھ میں ریوالور کی بجائے کوئی کھلونا ہو۔

”ادھر دیکھو....!“ دفعتاً ریوالور والا غرا کر بولا۔

عمران نے بڑے معصومانہ انداز میں اس کی جانب نظر اٹھائی۔

”یہ ریوالور خالی نہیں ہے۔“

”اچھا....!“ عمران خوش ہو کر بولا۔ ”دیکھوں....!“

اس نے ایسے ہی انداز میں ہاتھ بڑھایا تھا جیسے وہ سچ مچ ریوالور اُسے دے ہی تو دے گا۔

”سیدھے بیٹھو....!“

”اوہ.... اچھا....؟“

”پروفیسر تمہارے یہاں کیوں گیا تھا....؟“

”اگر اسی طرح دھمکاتے رہے تو اُسی سے پوچھ کر بتانا پڑے گا۔“

”سنجیدگی اختیار کرو۔“

”خیر وہ تو کروں گا ہی... لیکن تم یہ بتاؤ کہ ایسی خطرناک مہم پر اس بیچاری کو کیوں بھیجا تھا۔“

”اس کے علاوہ اور کسی کو بھی چور دروازے کا علم نہیں۔“

”اس سے معلوم کرلیا ہوتا۔“

”پروفیسر کے عقیدت مندوں میں سے ہے۔ لہٰذا وہ بات جو پروفیسر نے کسی کو نہیں بتائی تھی وہ کیسے بتا سکتی ہے۔“

”دیکھو دوست....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”ریوالور جیب میں رکھ لو.... میں خود بھی بڑی مشکلات میں پڑ گیا ہوں.... ایک طرف میرا اور پروفیسر کا نامعلوم دشمن ہے اور دوسری طرف پولیس....!“

”کیا وہ دشمن تمہارے لئے بھی نامعلوم ہے۔“

”جب تک سامنے نہ آجائے اُسے نامعلوم ہی کہیں گے۔“

”میں یقین نہیں کرسکتا۔“

”اگر کر بھی لو تو اس سے کیا فرق پڑے گا۔“ عمران نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جائے؟“

”صبح ہو رہی ہے۔“ عمران نے کراہ کر انگڑائی لی۔

”تم یہاں سے جا نہیں سکو گے۔“

”یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔“ عمران خوش ہو کر بولا۔ ”فی الحال پولیس ہی سے نجات مل جائے گی۔“

”کیا میں نہیں جانتا کہ تم پولیس کے مخبر ہو....!“

”اس کے باوجود بھی ضمانت قبل از گرفتاری کے بل بوتے پر دندناتا پھر رہا ہوں۔“

”یہ بھی کسی قسم کی چال ہوگی۔“

”ممکن ہے۔“ عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور اونگھنے لگا۔ دروازے کی طرف

سے قدموں کی آواز آئی۔ ریوالور والے نے اُدھر گردن موڑی ہی تھی کہ عمران جھپٹ پڑا۔

ریوالور اس طرح اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا تھا جیسے وہ اس کی گرفت میں ہونے ک بجائے خلاء میں جھولتا رہا ہو۔

عمران اس کی چھاتی پر سوار تھا.... دفعتاً وہ چیخا۔ ”ٹیلو.... ریوالور....؟“

کمرے میں داخل ہونے والا پہلے تو ٹھٹھکا تھا لیکن گرنے والے کی للکار پر ریوالور کی طرف جھپٹا.... اور پھر قبل اس کے عمران اس کیلئے بھی کوئی تدبیر کرتا وہ ریوالور پر قابض ہو چکا تھا۔

”ہٹ جاؤ ورنہ گولی مار دوں گا....!“ اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہ تھا کہ عمران اپنے شکار کو چھوڑ کر ہٹ جاتا۔

”ہاتھ اوپر اٹھاؤ....!“ دوسرا آدمی غرایا۔

عمران کے ہاتھ اٹھ گئے۔ پہلا آدمی اس کے قریب ہی کھڑا ہانپ رہا تھا۔ چند لمحے وہ دانت پ دانت جمائے عمران کو گھورتا رہا پھر دوسرے آدمی سے بولا۔ ”اسے اندر لے چلو۔“

عمران کو دروازے کی طرف مڑنا پڑا کیونکہ وہ دونوں ہی اب بہت زیادہ محتاط نظر آرہے تھے۔ فی الحال انہیں ڈوج دینا محال ہی ہوتا۔

تیسرے کمرے میں ساجدہ نظر آئی۔ اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔

”ٹھہر جاؤ....!“ عمران کے پیچھے چلنے والوں میں سے ایک نے کہا۔ عمران رک گیا لیکن اُن کی طرف نہیں مڑا۔ اس کے دونوں ہاتھ اوپر اٹھے ہوئے تھے۔

”اب اپنے دونوں ہاتھ پشت پر لاؤ....!“ دوسرے نے کہا۔

عمران پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ وہ اُسے باندھ لینے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا وہ چپ چاپ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے لایا.... اور منتظر رہا کہ کوئی ان میں آگے بڑھے۔

وہ جس پر عمران نے حملہ کیا تھا ڈریسنگ الماری کیطرف بڑھا اور اسمیں سے دو ٹائیاں نکالیں۔ ساجدہ خاموشی سے بیٹھی انہیں دیکھتی رہی۔

ٹائیاں لئے ہوئے وہ عمران کے قریب پہنچا اور جیسے ہی اُس کے ہاتھ باندھنے کے لئے کسی قدر جھکا عمران کسی جڑ سے اکھڑے ہوئے تناور درخت کی طرح اُس پر ڈھیر ہو گیا۔

اُس آدمی کو بھی سنبھلنے کا موقع نہ مل سکا جس کے ہاتھ میں ریوالور تھا.... کیونکہ عمران کا جوتا اُس کے پیر سے نکل کر اُس کے منہ پر پڑا تھا.... وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹا اور عمران نے لیٹے ہی لیٹے اس پر جست لگائی۔

دونوں گھتے ہوئے فرش پر آئے.... پہلا آدمی اٹھ کھڑا ہوا تھا لیکن اپنی ہی جگہ پر اس طرح اچھل کود کر رہا تھا جیسے یہ لایعنی حرکت حالات کو اس کی اپنی مرضی کے مطابق کوئی شکل دے دے گی۔

دفعتاً ریوالور چل گیا.... دوسرے آدمی کے حلق سے ایک بے ساختہ قسم کی چیخ نکلی اور وہ اپنی بائیں ران دبائے ہوئے پھر ڈھیر ہو گیا۔

عمران ریوالور والے ہاتھ پر پوری قوت صرف کر رہا تھا.... بالآخر وہ اُسے اس کے ہاتھ سے نکال دینے میں کامیاب ہو گیا۔

ریوالور فرش پر پھسلتا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا۔

”ساجدہ ریوالور....!“ دوسرا آدمی چیخا۔

لیکن ساجدہ بت بنی ہوئی کھڑی رہی.... عمران اپنے مقابل کو رگڑے دے رہا تھا۔ پہلا آدمی اُسی طرح کراہتا اور چیختا رہا.... وہ بائیں کہنی فرش پر ٹیک کر اٹھنا چاہتا اور پھر ڈھیر ہو جاتا.... اس کی ران سے خون اُبل اُبل کر فرش پر پھیل رہا تھا۔

اب عمران کے دونوں ہاتھ اپنے دوسرے شکار کی گردن پر تھے اور وہ مخصوص اسٹائل میں اپنی گرفت بتدریج تنگ کرتا جا رہا تھا آخر کار اُس کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے اور وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔

”مار ڈالا.... تم نے اُسے مار ڈالا....!“ ساجدہ بوکھلا کر آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

”ایسی قسمت کہاں کہ کوئی میرے ہاتھوں مر سکے....!“ عمران نے اُسے چھوڑ کر اٹھتے ہوئے کہا۔ ”صرف بے ہوش ہو گیا ہے۔“

”اور.... وہ.... اور وہ....!“ ساجدہ زخمی کی طرف انگلی اٹھا کر بولی۔

”وہ میرا کارنامہ نہیں ہے.... یہ اپنے ساتھی کے ہاتھوں زخمی ہوا ہے۔ اس لئے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔“

”اور اب کیا ہو گا....!“ وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔

”بہتر یہی ہے کہ اب تم میرے ساتھ چلو....!“

آہستہ آہستہ زخمی کی آواز نحیف ہوتی جا رہی تھی۔ پھر وہ خاموش ہی ہو گیا۔ غالباً بے ہوش بھی ہو گیا تھا۔

”کتنا خون بہا ہے۔ کہیں یہ مر ہی نہ جائے۔“ ساجدہ نے خوفزدہ آواز میں کہا۔

"نکلو یہاں سے....!" عمران اُسے دروازے کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔

◆

وہ باہر آئے.... پو پھوٹ رہی تھی۔

"اب کیا ہوگا....!" وہ پھر بڑبڑائی۔

"تم بس خاموشی سے چلتی رہو۔"

لڑکی نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور سہم گئی.... کیونکہ اس بار وہ پھر کرنل کے روپ میں نظر آیا تھا.... ریڈی میڈ میک اپ جیب سے نکل کر چہرے تک آنے میں کتنی دیر لگتی۔

"یہ.... یہ....!" وہ رک گئی۔

"چلتی رہو.... فکر نہ کرو۔ یہ پولیس سے بچنے کے لئے ہے۔ میری نگرانی ہو رہی ہے۔"

کچھ دور چلنے کے بعد ایک ٹیکسی مل گئی۔ عمران نے اُسے رکنے کا اشارہ کیا۔

"ہم کہاں جائیں گے۔"

"ارے اب چپ بھی رہو.... افلاطون کی خالہ....!" عمران دانت پیس کر کلکلایا.... انداز دقیانوسی بوڑھیوں کا سا تھا۔

وہ ٹیکسی میں بیٹھ گئے.... عمران نے ڈرائیور کو رانا پیلس کا پتہ دیا حالانکہ یہ عمارت سنگ ہی کے علم میں آچکی تھی۔ لیکن عمران نہ جانے کیا سوچ کر اسے وہاں لے جا رہا تھا۔

راستہ خاموشی سے طے ہوا.... ٹیکسی پھاٹک کے باہر ہی چھوڑ دی گئی۔ پھاٹک بند تھا.... عمران نے دستک دی۔

"کون ہے....؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"رانا تہور علی صندوقی....!" عمران نے پُر وقار لہجے میں جواب دیا اور پھاٹک کھل گیا۔

لیکن چوکیدار نے اُسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ کیونکہ وہ میک اپ میں تھا۔

"یہ دیکھو.... نالائق....!" عمران نے مصنوعی ناک کو چہرے سے الگ کرتے ہوئے کہا۔

"جج.... جی.... سس سرکار....!" چوکیدار جھک کر آداب بجالاتا ہوا ہکلایا۔

وہ آگے بڑھے.... ساجدہ حیرت سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔

"تم یہاں رہتے ہو۔" اُس نے پوچھا۔

"ہوں....!"

"لیکن اخبار میں تو کسی فلیٹ کا تذکرہ تھا۔"

"ارے تم پھر بحث کرنے لگیں۔"

"میں تو نہیں جاؤں گی۔"

"ہر چند کہ تمہاری انجمن کوئی غیر قانونی کام نہیں کرتی لیکن.... اب وہ لوگ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

وہ خاموش کھڑی رہی۔

عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا.... اور اس کی پلکیں جھک گئیں۔

دفعتاً پھاٹک کی جانب سے شور کی آواز آئی.... اور عمران چونک کر مڑا.... چوکیدار پھاٹک کو بند رکھنے کے لئے اس پر پلا پڑ رہا تھا.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے دوسری طرف سے بھی پھاٹک پر زور صرف کیا جا رہا ہو۔

عمران نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں.... چوکیدار کا رویہ غیر معمولی تھا۔

"کیا بات ہے.... کون ہے....!" عمران نے اُسے آواز دی۔

"وہ زبردستی اندر گھسنا چاہتے ہیں جناب....!" چوکیدار کی ہانپتی ہوئی سی آواز آئی۔

"میری طاقت جواب دے رہی ہے۔"

"اوہ....!" ساجدہ عمران کا بازو پکڑتی ہوئی بولی۔ "کہیں وہی نہ ہوں۔"

عمران کچھ کہے بغیر دروازے کی طرف جھپٹا اور خود بھی چوکیدار کے ساتھ پھاٹک کو دبائے رکھنے کی جدوجہد شروع کر دی۔ پھر سوچا کیا حماقت ہے؟ خود بھی سوچے سمجھے بغیر لگ پڑے۔

"کون ہے....!" اُس نے غرائی ہوئی سی بلند آواز میں پوچھا۔

"اللہ کے نام پر بابا....!" باہر سے آواز آئی۔

"ہت تیرے کی....!" عمران ڈھیلا پڑ گیا.... اور چوکیدار کو اس طرح گھور کر دیکھا جیسے کچا چبا جائے گا۔

پھاٹک کھلا اور وہ دونوں اندر گھس آئے.... دو کیم شیم فقیر جن کے سر مونڈے ہوئے تھے اور جسم پر گیروی کفنیاں تھیں.... کمر سے گھنٹے لٹک رہے تھے۔

انہوں نے عمران کے سامنے کھڑے ہو کر ہلنا شروع کر دیا اور گھنٹے بجنے لگے۔ ساتھ ہی وہ ایک خاص لے اور سر میں کہتے جا رہے تھے۔

"دم دمادم.... راج کرے گا.... چٹکی چنگل.... مٹھی دے دے دم دمادم....!"

"پلیز.... پلیز....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"نکال کچھ....!" ان میں سے ایک نے کڑک کر کہا۔

اور دوسرے ہی لمحے میں عمران کی جیب سے ریوالور نکل آیا۔

ان دونوں نے ہلنا بند کر دیا اور ریوالور کو گھورتے رہے۔

"کیوں فقیروں کے ساتھ مذاق کرتا ہے بابا....!" کچھ دیر کے بعد انہوں نے کہا۔

ساجدہ بھی قریب آگئی تھی۔

"تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے۔" عمران نے خشمگین لہجے میں پوچھا۔

"پیدا کرنے والے نے....!" جواب ملا۔

"کیا تم اسی طرح پھاٹکوں پر زور آزمائی کرتے پھرتے ہو۔"

"کیوں نہ کریں۔"

"اچھا....!" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"ہم اکڑو شاہ کے مرید ہیں.... اکڑ کر مانگتے ہیں۔"

عمران ایک طرف ہٹ کر ریوالور سے اشارہ کرتا ہوا بولا۔ "اندر چلو.... ناشتے کی میز تیا
ملے گی۔"

"چل بالکے....!" ایک نے دوسرے سے کہا۔

ساجدہ کچھ فاصلے پر کھڑی تھی۔ وہ دونوں آگے چل رہے تھے اور عمران ان کے پیچھے تھا۔ دفعتاً ان میں سے ایک اس طرح مڑا کہ اس کا ڈنڈا عمران کے ریوالور والے ہاتھ پر پڑا اور دوسر لمحے میں وہ خود بھی کسی پہاڑ کی طرح اس پر آرہا.... ریوالور عمران کی گرفت سے نکل گیا تھا۔

ٹھیک اسی وقت اس نے ساجدہ کی چیخ بھی سنی.... لیکن خود اُسے سنبھلنے کا موقع نہ سکا.... وہ اُس پہلوان نما فقیر کے نیچے دبا ہوا اُسے اچھال پھینکنے کی کوشش کر رہا تھا.... اور کے دونوں ہاتھ اس کی گردن پر تھے۔ لیکن ابھی تک وہ اس پر دباؤ ڈالنے میں کامیاب نہیں تھا.... عمران نے اس کی کلائیاں پکڑ رکھی تھیں اور نیچے سے زور لگا رہا تھا۔

پھر اسے ساجدہ کی آوازیں پھاٹک کی جانب سے آتی محسوس ہوئیں لیکن وہ گردن گھما سے قاصر رہا۔

چوکیدار کی کراہ بھی سنی.... شاید وہ بھی بے بس کر دیا گیا تھا۔ فقیر اس پر چھایا ہوا تھا

اور وہ سوچ رہا تھا کہ کیا اس وقت یہاں اس ایک چوکیدار کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں۔

حملہ آور کی کلائی پر اس کی گرفت کا دباؤ بتدریج بڑھتا رہا.... اور پھر اس نے محسوس کیا کہ اس کی گردن پر اس کی انگلیاں ڈھیلی پڑتی جا رہی ہیں۔

دفعتاً اُس نے اپنا داہنا گھٹنا جھٹکے کے ساتھ اٹھایا.... حملہ آور کے لبوں سے ایک ہلکی سی کراہ آزاد ہوئی اور پھر عمران نے اُسے اچھال پھینکا۔

پھر یہ دیکھے بغیر کہ اُس کا کیا حشر ہوا، اٹھ کر بے تحاشا پھاٹک کی جانب دوڑا۔ چوکیدار پھاٹک کے قریب منہ کے بل پڑا تھا اُسے بھی نظر انداز کرتا ہوا سڑک پر نکل آیا۔

بائیں جانب ایک تیز رفتار جیپ نظر آئی جو لحظہ بہ لحظہ دور ہوتی جا رہی تھی۔ وہ پھر دوڑتا ہوا پھاٹک میں داخل ہوا۔ حملہ آور پر نظر پڑی جو عقبی پارک کی سمت بھاگا جا رہا تھا۔

اب عمران اُس کے پیچھے دوڑ پڑا.... دھوپ پھیلنے لگی تھی۔ رات بھر کا جاگا ہوا ذہن جھنجھلاہٹ کی آماجگاہ بن کر رہ گیا تھا.... دیکھتے ہی دیکھتے اس نے حملہ آور کو جا لیا ایسی ٹانگ ماری کہ وہ اچھل کر ڈھیر ہو گیا.... اور عمران نے اُس پر چھلانگ لگائی۔ کمر پر سواری گانٹھ کر گدی پر ایسا دوہتھڑ مارا کہ اس نے کسی زخمی چوپائے کی طرح ڈکرا کر گردن ڈال دی۔

اتنے میں کچھ اور لوگ بھی نظر آئے جو دوڑتے ہوئے اسی طرف آرہے تھے یہ رانا پیلس کے دوسرے ملازمین تھے۔

عمران حملہ آور کو چھوڑ کر ہٹ گیا کیونکہ گدی پر پڑنے والی ضرب نے اُس کے ذہن کو اندھیروں میں دھکیل دیا تھا اور اس کا سارا جسم بے حس و حرکت ہو کر رہ گیا۔

"کیوں....؟ تم سب کہاں مر گئے تھے۔" عمران ملازمین کو گھورتا ہوا غرایا۔

کسی نے جواب نہ دیا.... بس وہ اسے دیکھتے اور ہانپتے رہے۔

"دن چڑھے تک سونے والوں کا یہی حشر ہوتا ہے۔ اچھا دوڑو.... دوڑ لگاؤ.... پارک کے سو سو چکر....!"

"صص.... صاحب....!" ایک نے کچھ کہنا چاہا۔

"صاحب کے بچے۔ دوڑ لگاؤ۔" وہ گھونسہ تان کر جھپٹا اور وہ سب بوکھلا کر پیچھے ہٹ گئے۔

"چلاؤ....!" عمران حلق پھاڑ کر دھاڑا.... اور وہ بوکھلا کر دوڑنے لگے۔

"ایک لائن میں....!" عمران نے پھر ہانک لگائی اور ان کی بے ترتیبی نے قطار کی شکل اختیار کر لی.... وہ دوڑتے رہے۔

عمران حملہ آور کی طرف متوجہ ہوا۔ جو کہنیوں کے بل اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا اور ساتھ ہی سر کو اس طرح جھٹکے بھی دیتا جا رہا تھا جیسے آنکھوں کے سامنے چھائی ہوئی دھند سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہو۔ عمران نے دونوں ہاتھوں سے اس کا سر تھام کر اُسے چت کر دیا... اور اس نے اپنے ہاتھ آنکھوں پر رکھ لئے۔

"ناشتہ یہیں کرو گے... یا ڈرائینگ روم میں لے چلوں...؟" عمران نے بڑے خلوص سے پوچھا۔

لیکن وہ آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹائے بغیر گہری گہری سانسیں لیتا رہا۔

ملازمین پارک کے چکر لگا رہے تھے۔

"ہالٹ...!" عمران سر اٹھا کر دہاڑا... وہ سب رک گئے۔

"فال اِن...!" وہ پھر چیخا اور وہ سب دوڑتے ہوئے اس کے قریب آئے اور لائن میں کھڑے ہو گئے۔

اب عمران نے حملہ آور کے ٹھوکر رسید کر کے کہا۔ "تم بھی اٹھو... ورنہ ہڈیاں سرمہ کر دونگا۔"

وہ ہانپتا کانپتا ہوا اٹھا اور احمقانہ انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"میں نے پوچھا تھا یہیں ناشتہ منگواؤں...؟" عمران نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

"مجھے جانے دو...!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اب تمہیں بھی جانے دوں تو میرا جی کیسے بہلے گا۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔"

"ان قلندر صاحب کو لے چلو...!" عمران نے ملازموں سے کہا۔ "لیکن پہلے ان کی کمر سے گھنٹہ الگ کر دو۔"

کمر سے رسی کھول کر گھنٹہ الگ کر دیا گیا اور پھر وہ اسے دھکیلتے ہوئے عمارت کیطرف لے چلے۔

"مارو اگر سیدھی طرح نہ چلے۔" عمران نے ملازموں سے کہا۔

"میں چل رہا ہوں۔" حملہ آور غرایا۔

وہ نشست کے کمرے میں آئے اور عمران نے اُسے ایک کرسی پر دھکیل دیا۔ "ناشتہ تیار کرو... فوراً۔" وہ ملازموں کی طرف مڑ کر بولا۔

ان کے چلے جانے کے بعد حملہ آور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "میں بے قصور ہوں۔"

"مجھے یقین ہے۔" عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور خاموش ہو گیا۔

وہ دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے... کئی منٹ اسی طرح گذر گئے۔ آخر کار گیروی کفنی والا پہلوان پھر ہکلایا۔ "آپ یقین کک کیجئے۔"

"ٹھیک ہے... ٹھیک ہے..." عمران سر ہلا کر بولا۔

"میں کچھ بھی نہیں جانتا۔"

"یقیناً ایسا ہی ہو گا۔"

"تت... تو پھر مجھے کیوں روک رکھا ہے۔"

"ناشتہ... ناشتہ...!"

"نہیں میں جانا چاہتا ہوں۔"

"ایسا بھی کیا...؟" عمران اٹھ کر فون کے قریب آیا اور بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔

"کک... کیا... آپ پولیس کو اطلاع دے رہے ہیں۔" پہلوان نے پوچھا۔

"ارے نہیں۔ یہ آپ کیا فرما رہے ہیں..." عمران نے جواب دیا اور ماؤتھ پیس میں بولا۔

"ہاں... میں ہوں... دیکھو... وکٹوریہ روڈ کے چوراہے والے ٹیلی فون بوتھ کے قریب اپنی ایک گاڑی کھڑی ہے... اس میں پٹرول نہیں ہے اسے وہاں سے منگوالو۔"

ریسیور رکھ کر وہ پہلوان کی طرف مڑا اور اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔ "بھوک تو نہیں لگی۔ ناشتہ جلد ہی تیار ہو جائے گا۔"

پہلوان ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ اب عمران صفدر کے نمبرؒ ڈائیل کر رہا تھا۔ دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا۔ "کہو... رات کیسی رہی۔"

"میں مجبور تھا عمران صاحب۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ایکس ٹو باخبر تھا... اس نے پچھلی رات مجھے آواز دی تھی اور کہا تھا کہ وہاں سے چلا جاؤں۔"

"ہونہہ...!" عمران نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ "کیا میں پہلے ہی نہیں کہہ رہا تھا کہ تم میرے لئے کچھ بھی نہ کر سکو گے۔"

"آپ اس سلسلے میں ایکس ٹو سے کیوں نہیں گفتگو کرتے۔"

"دیکھا جائے گا۔" عمران نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔ اتنے میں ایک ملازم نے کمرے میں داخل ہو کر ناشتے کی تیاری کی اطلاع دی۔

"چلئے سرکار...!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"ناشتہ سمجھے بغیر کیا جاتا ہے۔"

لیکن پہلوان نہ اٹھا... عمران نے ملازم سے کہا۔ "دوسروں کو بھی بلاؤ۔"

"مم... میں چل رہا ہوں...!" پہلوان اٹھتا ہوا بولا۔

عمران نے دونوں ہاتھ پھیلا کر عقبی دروازے کی طرف اشارہ کیا...

وہ ڈرائینگ روم میں آئے۔ تازہ کافی کی بھاپ اور تلے ہوئے انڈوں کی ملی جلی خوشبو فضا میں اٹھکیلیاں کر رہی تھی۔

"ادھر تشریف لایئے... جناب...!" عمران نے جھک کر ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا اور اُسکے ساتھ بیٹھ جانے کے بعد بولا۔ "کافی کریم کے ساتھ پسند فرماتے ہیں یا دودھ کے ساتھ۔"

وہ کہنیاں میز پر ٹیکے اور ہتھیلیوں سے کنپٹیاں دبائے بیٹھا رہا... پھر عمران بھی اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر بیٹھ کر سینڈوچ بنانے لگا... سینڈوچ بنا کر پلیٹ اس کی طرف کھسکائی۔

"شروع کیجئے جناب عالی...!" اس نے بڑے ادب سے کہا۔ پہلوان کے چہرے پر عجیب سے آثار تھے کبھی تو ایسا لگتا جیسے بے تحاشہ ہنس پڑے گا اور کبھی ایسا معلوم ہونے لگتا جیسے اب دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دے گا۔

بمشکل تمام اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک سینڈوچ اٹھایا اور بہت احتیاط سے کھانے لگا۔

"جی ہاں... بھلا جلدی میں اور کیا خدمت کر سکتا تھا۔" عمران منہ چلاتا ہوا بولا۔ "اسے حاتم کا خیمہ سمجھئے۔"

پہلوان خاموشی سے کھاتا رہا... پھر عمران نے اس کے لئے کافی انڈیلی اور شکر کی مقدار کے بارے میں پوچھا۔

"جی تین چمچے... یہ ذرا کڑوی ہوتی ہے۔" پہلوان بولا۔

"بے شک بے شک...!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"لیکن خدا کے لئے اب جلدی بتا دیجئے کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔" پہلوان نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"دوپہر کا کھانا آپ کو تیار کرنا پڑے گا... کیونکہ گھر والی کو تو آپکے پیر بھائی اٹھا لے گئے۔"

"ررر... وہ... یعنی... یعنی کہ وہ آپ کی بیگم تھیں۔"

"بلکہ بیغم کہئے...!" عمران نے سر ہلا کر کہا اور چمچے سے شکر گھولتا رہا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ آخر یہ سب کیا چکر ہے۔" پہلوان بڑبڑایا۔

"رہا ہوگا کچھ...!" عمران نے گردن جھٹک کر کہا۔ "لیجئے... کافی لیجئے۔"

"نہیں صاحب اب مجھے الجھن ہو رہی ہے۔"

"خیر...!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اگر آپ کچھ بتانا ہی چاہتے ہیں تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے... کافی پیجئے نا... ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

"ایک ماہ پہلے کی بات ہے ایک صاحب ہم لوگوں سے ملے تھے۔ جی ہم لوگ میٹرو شاہ کے تکیہ میں رہتے ہیں۔ جی تو پھر وہ صاحب بولے کہ میں خفیہ پولیس کا افسر ہوں تم لوگوں سے ایک کام لینا چاہتا ہوں... ہم سمجھ گئے کہ ہماری ہی ٹوہ میں آیا ہے... وہ سمجھتے ہیں کہ تکئے سے چرس اور افیون کا کاروبار چلتا ہے، لیکن ہمیں آپ کی کوٹھی دکھانے اپنے ساتھ لائے کہنے لگے اس کوٹھی کی نگرانی کرو ہمیں شبہ ہے کہ یہاں لڑکیوں کا کاروبار ہوتا ہے... لہٰذا آئے گئے پر نظر رکھو! پھر خوب دھونسایا... کہا اگر یہ کام نہیں کرو گے تو تکئے سے چرس برآمد کر کے بند کرا دوں گا... سبھی ڈرتے ہیں پولیس والوں سے صاحب۔ ہم نے حامی بھر لی اور آس پاس منڈلاتے پھرے۔ سڑک کی دوسری طرف پیپل کے درخت کے نیچے ایک ٹوٹی پھوٹی کٹیا جو عرصہ سے خالی پڑی تھی ہمارا ٹھکانا بن گئی۔ ہم جانتے تھے کہ وہاں اکثر اِدھر اُدھر کے لوگ آ کر ڈیرہ جما لیتے ہیں۔ اس لئے ہم پر کسی کو شبہ نہ ہو سکے گا۔ آج آپ کے آنے سے کچھ دیر پہلے ایک آدمی نے ہمیں اطلاع دی کہ یہاں ایک لڑکی لائی جا رہی ہے۔ اب ہمارا کام یہ ہوگا کہ ہم اُس لڑکی کو اٹھا کر آگے کھڑی ہوئی گاڑی میں ڈال دیں... بس صاحب اتنی سی بات ہے... اب سوچتا ہوں اگر وہ کوئی ایسی ویسی بات تھی تو آپ اتنی دلیری سے لڑنے مرنے پر کیوں آمادہ ہو گئے۔"

"تو تمہارا ساتھی... لڑکی کے ساتھ گیا ہوگا۔"

"پتہ نہیں صاحب... آپ چلیں میرے ساتھ اگر وہ گاڑی پر نہ گیا ہوگا تکئے ہی میں ملے گا... کٹیا تو چھوڑ دی ہوگی۔"

"کیا اُس آدمی کا حلیہ بتا سکو گے جس نے تمہیں اس حرکت پر مجبور کیا تھا۔"

"جی... بہت دبلا پتلا لمبا آدمی تھا... ناک چپٹی تھی اور آنکھیں چھوٹی چھوٹی جیسی چینی لوگوں کی ہوتی ہیں۔"

"ہوں...!" عمران نے طویل سانس لی۔ پہلے وہ سمجھا تھا شاید کیپٹن فیاض ہی کے محکمے کے کسی آدمی نے انہیں اس راہ پر لگایا ہوگا۔

"کیا اُس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ اگر تم اُس سے ملنا چاہو تو وہ کہاں ملے گا۔"

"نہیں صاحب۔"

"اچھا....!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "غالباً تم کافی ختم کر چکے ہو۔"

"جی صاحب....!" وہ بھی اٹھ گیا۔

"اب ہم میٹرو شاہ کے تکئے میں چل کر دیکھیں گے کہ تمہارا ساتھی وہاں موجود ہے یا نہیں۔"

"چلئے صاحب....!"

* * *

میٹرو شاہ کا تکیہ سنسان پڑا تھا.... وہ دونوں ایک بڑی سی جھونپڑی کی طرف بڑھتے رہے۔ گاڑی سڑک ہی پر چھوڑ دی گئی تھی۔

عمران اپنے ساتھ کسی اور کو نہیں لایا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے پہلوان پر اعتماد ہو۔

جھونپڑی کے قریب پہنچ کر پہلوان نے کسی کو آواز دی اور ایک چھوٹے قد کا دبلا پتلا آدمی باہر آیا۔

"بندو شاہ کہاں ہے؟" پہلوان نے اُس سے پوچھا۔

اُس نے اُس کے چہرے پر نظر جمائے ہوئے آہستہ سے جواب دیا۔ "اندر.... کسی نے اُس کا سر پھاڑ دیا ہے کچھ بتاتا نہیں۔"

پہلوان اُسے ایک طرف ہٹا کر جھونپڑی میں داخل ہوا۔ عمران اُس کے پیچھے تھا۔

سامنے وہی آدمی چٹائی پر لیٹا نظر آیا جو پہلوان کے ساتھ رانا پیلس میں داخل ہوا تھا اور ساجدہ کو لے بھاگا تھا۔ اُس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔

عمران کو اُس نے خونخوار نظروں سے دیکھا اور اٹھنے کی کوشش کی۔

"لیٹا رہ بے....!" پہلوان نے سخت لہجے میں کہا۔ "ہمیں دھوکا دیا گیا تھا۔ وہ خفیہ والے نہیں تھے۔"

وہ کچھ نہ بولا اور آنکھیں بند کر لیں۔

"مگر یہ کیا ہوا.... تیرے سر میں....!" پہلوان نے پوچھا۔

اب وہ اٹھ بیٹھا.... چند لمحے خاموش رہا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "ہاں وہ خفیہ والے نہیں ہو سکتے۔ میں نے موٹر میں ظفرو پٹیل کو دیکھا تھا۔"

"ظفرو پٹیل....!" پہلوان نے خوفزدہ لہجے میں دہرایا۔

"ہاں ظفرو پٹیل.... پھر جب میں بھی موٹر میں بیٹھنے کی کوشش کر رہا تھا تو اُس نے مجھے دھکا دے دیا تھا.... اور میں چاروں خانے چت گرا تھا۔"

"وہیں....!" عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں....!"

"لیکن تم سڑک پر تو نہیں نظر آئے تھے۔"

"جی میں نیچے رینگ کر جھاڑیوں میں چھپ گیا تھا.... اور موٹر چلی گئی تھی۔"

"کیا وہ آدمی ظفرو پٹیل بھی تمہیں جانتا ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"نہیں صاحب.... وہ حرامی جانتا ہوتا تو مار ہی نہ ڈالتا....!" زخمی نے جواب دیا اور مدھم سروں میں ظفرو پٹیل کی خاندان بھر کی خواتین سے اپنے رشتے کا اعلان کرتا رہا۔

"بس....!" عمران اٹھا کر بولا۔ "بہت خون بہا ہوگا تمہارے سر سے اب کہیں مر ہی نہ جانا۔"

"جی....!" زخمی نے بُرا سا منہ بنا کر آنکھیں نکالیں۔

اور پہلوان ہنسنے لگا۔ عمران نے ان دونوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "تم نے بہت بُرا کیا ہے.... ہونا تو یہی چاہئے کہ میں تمہیں پولیس کے حوالے کر دوں۔ لیکن اپنے معاملات خود ہی نپٹانے کا عادی ہوں۔ اب تم لوگ مجھ سے وعدہ کرو کہ اس کا تذکرہ کسی سے بھی نہیں کرو گے۔ کیونکہ یہ میری عزت کا معاملہ ہے۔ اور میں ظفرو پٹیل سے نپٹ لوں گا اور یہ بھی کسی کو نہ معلوم ہونا چاہئے کہ تم نے ظفرو پٹیل کو پہچان لیا ہے۔"

انہوں نے بڑے مخلصانہ انداز میں عمران کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ ایسا ہی ہوگا۔

یہ نام عمران کے لئے نیا نہیں تھا۔ پورے شہر میں ایک ہی ظفرو پٹیل تھا۔ کیفے تھری اسٹارز کا مالک.... ایک روڈ والا کیفے تھری اسٹارز اور اسی کیفے تھری اسٹارز کے اوپر والے فلیٹ میں وہ آدمی پی۔ ایچ درانی رہتا تھا جس نے پچھلے دن عمران کو زبردستی کہیں لے جانیکی کوشش کی تھی۔

ظفرو پٹیل نیک آدمی نہیں تھا.... کیفے تھری اسٹارز تو محض دکھاوے کا بزنس تھا.... ورنہ اصل بزنس تو وہ غیر قانونی جوئے خانے تھے جن کا سراغ ابھی تک مقامی پولیس کو نہیں مل سکا تھا۔ بعض آفیسر اُس سے عناد بھی رکھتے تھے۔ لیکن ابھی تک انہیں اُس کے خلاف کوئی واضح ثبوت نہیں ملا تھا۔ ویسے مشہور ہونے کو تو اس کے متعلق بہت کچھ مشہور تھا۔ یہاں تک کہا جاتا تھا کہ وہ معقول معاوضے پر قتل بھی کرا دیتا ہے۔

عمران تکئے سے نکل کر گاڑی میں آبیٹھا۔ ظفرو پٹیل تک راستہ صاف تھا۔ لیکن یہ یقینی

نہیں تھا کہ ساجدہ اب بھی اسی کے قبضے میں ہوتی۔ عمران سنگ ہی کے طریق کار سے اچھی طرح واقف تھا۔ وہ کبھی کوئی مستقل گروہ نہیں رکھتا تھا۔ وقتی ضروریات کے تحت کام کے آدمی تلاش کرتا۔ اُن سے کام لیتا اور پھر اُن سے بے تعلق ہو جاتا۔ تو پھر کیا ظفر و پٹیل اُسکی نشاندہی کر سکے گا۔

دوسری طرف یہ بھی ممکن تھا کہ ظفر و پٹیل اُس گروہ سے تعلق رکھتا ہو جو پروفیسر راشد کے لئے کام کر رہا تھا۔ جس کی ایک ممبر خود ساجدہ بھی تھی.... اور یہ تو کھلی ہوئی بات تھی کہ پروفیسر راشد کی موت کا ذمہ دار سنگ ہی تھا۔

بہر حال وہ وقتی طور پر کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچ سکا.... ساجدہ کو لے جانے والے انجمن بیباکاں والے بھی ہو سکتے تھے اور سنگ ہی کے آدمی بھی۔ پہلوانوں کے بیان کے مطابق وہ پچھلے ایک ماہ سے رانا پیلس کی نگرانی کر رہے تھے اور یہ سنگ ہی سے ٹکراؤ کے بعد ہی کا زمانہ تھا۔

لیکن دوسری طرف شاید پروفیسر راشد بھی جانتا تھا کہ وہ سنگ ہی سے دوچار ہو چکا ہے لہٰذا وہ اُسی کی تصدیق کے لئے اُس کے آس پاس آیا ہو۔ پتہ نہیں کن مصالح کی بناء پر سنگ ہی نے اُسے مناسب نہ سمجھا کہ وہ اُس سے مل سکے۔ اور ٹھیک اُس کے دروازے پر ہی اُسے ختم کرا دیا اس کے بعد ہی فون پر اُس نے عمران کو آگاہ کر دیا تھا کہ وہ اُسی کا کارنامہ ہے۔

"ہونہہ....!" اُس نے سر کو خفیف سی جنبش دی اور گاڑی کا انجن اسٹارٹ کر دیا۔ اب وہ پھر رانا پیلس کی طرف واپس جا رہا تھا۔

کچھ دیر بعد فون پر بلیک زیرو کو اطلاع دی کہ وہ کیفے تھری اسٹارز میں جا رہا ہے.... سیکرٹ سروس کے ممبر کیفے کے آس پاس موجود رہیں اور انہیں میک اپ میں ہونا چاہئے۔

"کیا آپ کو فوٹوگرافروں کی موت کی اطلاع مل چکی ہے۔" بلیک زیرو نے پوچھا۔

"کن فوٹوگرافروں کی بات کر رہے ہو۔"

"جنہوں نے کل آپ کی تصویر کے فریم پر انگلیوں کے نشانات تلاش کئے تھے اور ان کی تصویریں لی تھیں۔"

"کیا وہ کئی تھے۔"

"دو تھے....!"

"دونوں مر گئے....!"

"جی ہاں.... اور دونوں کی موت کا سبب ایک ہی ہے۔"

"ہوں.... وہ کیا؟"

"زہر.... یا زہریلی بھاپ جس نے پھیپھڑوں کو متاثر کر کے آہستہ آہستہ انہیں ان کے فعل سے روک دیا۔"

"کیا یہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ہے۔"

"جی ہاں۔"

"تشویشناک.... وہ تصویر اب کہاں ہے۔"

"کیپٹن فیاض کی تحویل میں۔"

عمران نے ریسیور رکھ کر طویل سانس لی اُس کی پیشانی پر شکنیں تھیں اور آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

اب اس نے فیاض کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف فیاض ہی تھا جواب ملنے پر عمران نے آواز بدل کر کہا۔ "کیوں شامت آئی ہے۔ تصویر سے دور رہو جو پروفیسر راشد کی کوٹھی سے ملی تھی۔ ہو سکے تو اُس میں لگے ہوئے رنگوں کا کیمیاوی تجزیہ کراؤ.... لیکن بہت احتیاط سے.... تجزیہ کرنے والوں کے چہروں پر سیفٹی ماسک ہونے چاہئیں۔"

"آپ کون ہیں....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"پہلے پوری بات سنو۔"

"ذرا ایک منٹ ٹھہریئے....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

اور عمران نے فوری طور پر سلسلہ منقطع کر دیا۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ فیاض نے ایک منٹ ٹھہرنے کی استدعا کیوں کی ہے۔ وہ دوسری لائن پر ایکس چینج سے رابطہ کر کے فون نمبر معلوم کرنے کی کوشش کرتا۔

کچھ دیر بعد وہ کیفے تھری اسٹارز کی طرف جا رہا تھا اور اس وقت بھی وہ کرنل درانی ہی والے میک اپ میں تھا۔ لیکن جسم پر وردی نہیں تھی۔ اسے یقین تھا کہ اس کے ماتحت اب تک وہاں پہنچ چکے ہوں گے۔

کیفے کے صدر دروازے پر کھڑے ہو کر اُس نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ جماہی لینے کے بہانے ہاتھوں کو مخصوص قسم کی جنبش دی اور کیفے میں داخل ہو گیا۔ کئی میزیں خالی پڑی تھیں۔

کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا آدمی بے تعلقی سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ ایک ویٹر عمران کی میز کیطرف جھپٹا۔

"کافی اور چکن سینڈوچ....!" عمران نے مینو پر نظر ڈالتے ہوئے اسکی طرف دیکھے بغیر کہا۔

ویٹر کے چلے جانے کے بعد کرسی کی پشت سے ٹک کر خلاء میں گھورتا رہا تھا وہ جانتا تھا کہ

صرف یہ ہال ہی نہیں ہے بلکہ عمارت کے کچھ اور بھی حصے ظفرو پٹیل کے قبضے میں ہیں۔

کچھ دیر بعد ویٹر کافی اور سینڈوچ لایا۔

"اور کوئی خدمت جناب.....!"

"نہیں.....!"

پھر وہ سینڈوچ کھاتا رہا.... ویٹر دوسری طرف چلا گیا تھا۔

کچھ دیر بعد عمران میز پر ہاتھ مار کر دہاڑا۔ "یہ کیا ہے؟" اور آدھا کھایا ہوا سینڈوچ پلیٹ میں ڈال دیا۔ کاؤنٹر کلرک چونک کر اُسے گھورنے لگا تھا۔ دوسرے لوگ بھی متوجہ ہو گئے تھے اور میز سرو کرنے والا ویٹر تیزی سے اُس کی طرف چلا آ رہا تھا۔

"فف.... فرمایئے جناب۔"

عمران نے کھڑے ہو کر پلیٹ اُس کی آنکھوں کے قریب لے جاتے ہوئے کہا۔ "یہ دیکھو۔"

"صص.... صاحب....!" ویٹر ہکلایا۔

"صاحب کے بچے.... مکھیاں کھلاتے ہو۔" عمران کی آواز پہلے سے زیادہ بلند تھی۔

کلرک بھی کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل آیا۔

"غلطی ہو جاتی ہے صاحب.... اکثر....!" اُس نے آہستہ سے کہا اور ویٹر سے بولا۔

"دوسری پلیٹ لاؤ۔"

"غلطی نہیں ہو جاتی۔" عمران ہاتھ لہرا کر چیخا۔ "تم لوگوں کے کاروبار ہی ایسے ہیں۔ دکھاوے کی صفائی ہوتی ہے لیکن باورچی خانوں میں کتے لوٹتے ہیں۔"

"مم.... میں دوسری پلیٹ....!" ویٹر ہکلایا۔

"تم خاموش رہو۔" عمران دہاڑا۔ "مجھے ان سے بات کرنے دو۔ نہیں بلکہ مالک کو بلاؤ.... کون ہے.... اس گندے اور جراثیم کے اکھاڑے کیفے کا مالک۔"

دفعتاً سامنے والے دروازے کا پردہ ہٹا اور ایک گٹھیلے جسم کا دراز قدم آدمی نظر آیا جو عمران کو متحیرانہ نظروں سے گھورے جا رہا تھا.... پھر اس تحیر کی جگہ نفرت اور حقارت نے لے لی۔

عمران بالکل ایسے ہی انداز میں چیخے جا رہا تھا جیسے سارے شہر میں اعلان کرتا پھر رہا ہو کہ اس سڑے بسے کیفے میں گندگیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

"کہاں ہے اس کیفے کا مالک....!" وہ پھر دہاڑا.... اور دراز قد آدمی دروازے سے گزر کر نپے تلے قدم رکھتا ہوا اُس کے قریب آ پہنچا۔

"فرمایئے....؟" اُس نے بے حد سرد لہجے میں پوچھا۔

"مکھیاں کھلاتے ہو۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"مجھے افسوس ہے؟ ایک منٹ کے لئے دفتر میں تشریف لے چلئے۔" اس نے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"چلئے.... چلئے.... آخر کیا مذاق ہے....!" عمران دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

ویسے وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ دفتر میں وہ اُس کے آگے ہاتھ جوڑ کر نہیں کھڑا ہو جائے گا۔ ظفرو پٹیل خطرناک آدمی تھا۔

وہ اس کے بعد کمرے میں داخل ہوا تھا اور مڑ کر جلدی سے دروازہ بند کرتے ہوئے چٹخنی چڑھا دی تھی۔

"کک.... کیا مطلب....!" عمران نے پلٹ کر بوکھلاہٹ کی ایکٹنگ کی۔

"مزید مکھیاں کھلاؤں گا۔" سرد لہجے میں جواب ملا۔

"یعنی.... یعنی.... سینہ زوری بھی۔" عمران اس طرح بولا جیسے غصے کی زیادتی کی وجہ سے موزوں الفاظ نہ مل رہے ہوں۔

ظفرو نے جھلا کر اُسے دھکا دیا اور اپنے زور میں خود ہی سامنے والی میز پر جا پڑا۔ کیونکہ عمران تو بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا تھا۔

پھر اُس نے اسے سنبھلنے کا موقع نہ دیا.... وہ سیدھا ہو کر مڑنے ہی والا تھا کہ عمران نے پیچھے سے کوٹ کا کالر پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا اور وہ چاروں شانے چت فرش پر آ رہا.... پھر اُس نے عمران کی جیب سے اعشاریہ چار پانچ کا لمبی نال والا ریوالور نکلتے دیکھا۔

"لڑکی کہاں ہے۔؟" عمران سانپ کی طرح پھپھکارا۔

"اوہ....!" ظفرو کے ہونٹوں کی جنبش اس کے علاوہ اور کوئی لفظ نہ پیدا کر سکی وہ آنکھیں پھاڑے ریوالور کو گھورے جا رہا تھا۔

"جلدی کرو....!"

"کس لڑکی کی بات کر رہے ہو....!"

"ظفرو میں قتل کر کے آج تک پشیمان نہیں ہوا۔"

"تم کون ہو۔"

"کیا تمہارے موجودہ باس نے تمہیں نہیں بتایا۔"

"اوہ....!"

"لڑکی کہاں ہے۔"

"میں نہیں جانتا۔"

"وہ سچ مچ نہیں جانتا۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی کسی کا ہاتھ عمران کے ریوالور والے ہاتھ پر پڑا اور ریوالور اُس کے ہاتھ سے نکل بھی گیا۔

عمران نے مڑ کر دیکھنا فضول ہی سمجھا کیونکہ سنگ ہی کی آواز اُس کے لئے نئی نہیں تھی۔

اب وہ اپنے ریوالور کی نوک کا دباؤ اپنی ہی پشت پر محسوس کر رہا تھا۔

ظفرو اٹھ کر اس کی طرف جھپٹا۔

"ٹھہرو....!" سنگ ہی کی آواز پھر کمرے میں گونجی اور ظفرو رک گیا۔

"اس ملاقات کی خوشی کس طرح منائی جائے بھتیجے۔" سنگ ہی نے کہا۔

عمران نے طویل سانس لی اور چھت کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔

"تم خاموش کیوں ہوگئے۔" سنگ ہی پھر بولا۔

"سوچ رہا ہوں کہ تم میرا جام صحت تجویز کرو گے یا میں تمہارا۔"

"فی الحال بیٹھ جاؤ....!" سنگ ہی نے اُسے ریوالور کی نال سے کرسی کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا اور عمران کرسی سمیت فرش پر لڑھک گیا۔

گرتے گرتے اُس نے کرسی اپنی ٹانگوں میں الجھائی۔ سنگ ہی کے ہونٹوں پر ایسی ہی مسکراہٹ تھی جیسے کوئی نادان بچہ خود ہی اپنی سزا کو پہنچ گیا ہو۔

ظفرو پٹیل جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

سنگ ہی نے ریوالور کی نال عمران کی طرف جھکائے ہوئے کہا۔ "اب بتاؤ۔"

"کچھ پوچھ کر دیکھو.... کیسا بتاتا ہوں۔" عمران نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"لڑکی نے تمہیں کیا بتایا ہے۔"

"کچھ بتاتی ہی تو نہیں ہیں یہ کم بخت لڑکیاں۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"میں بہت بُری طرح پیش آؤں گا بھتیجے۔"

عمران سوچ رہا تھا شاید سنگ ہی بھی ساجدہ سے کچھ نہیں معلوم کر سکا۔ آخر وہ کیا جانتی ہے۔ کیا محض اتنی سی بات کہ پروفیسر نے اپنے کچھ کاغذات کہیں چھپا رکھے تھے جس کا علم لڑکی کو تھا؟ تو وہ انہیں کاغذات کے لئے مارا گیا تھا۔

کیا سنگ ہی کو پہلے سے علم تھا کہ لڑکی پروفیسر کی نجی زندگی میں اتنی دخیل ہے؟ یہی ہوگا ورنہ اُن قلندروں کو کیسے اطلاع ملتی کہ کوئی لڑکی رانا پیلس میں لائی جا رہی ہے جسے انہیں اٹھا لے جانا ہے؟

عمران نے پھر سنگ ہی کی طرف دیکھا اور مسکرا کر بولا۔ "بھتیجے کی ناکامی کے بعد چچا کی بھی ناکامی یقیناً قابل غور ہے؟"

"کیا مطلب....!"

"مطلب یہ کہ جہاں یہ خادم ناکام رہے وہاں کسی دوسرے کی دال بھی گلنی مشکل ہی ہے اُس نے مجھے بھی کچھ نہیں بتایا تھا۔"

"تم کیا معلوم کرنا چاہتے تھے۔" سنگ ہی نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہی کہ لڑکیوں کی زبان میں مہمان کسے کہتے ہیں۔"

"کیا بکواس ہے۔"

"بکواس نہیں ٹریجڈی ہے انکل سنگ! بہت دنوں کی بات ہے جب میں ڈاکٹریٹ لے کر انگلینڈ سے واپس آیا تھا.... یہاں کے سوشل حلقوں میں اٹھنا بیٹھا شروع کیا۔ ایک دن کسی لڑکی نے اپنی سالگرہ کے سلسلے میں دعوت دی۔ میں کسی وجہ سے نہیں پہنچ سکا۔ دوسرے دن کلچر سنٹر کی میٹنگ میں ملاقات ہوئی۔ شکایت کرنے لگی۔ میں نے بوکھلا کر کہا میرے یہاں مہمان آگئے تھے بے ساختہ ہنس پڑی اور دوسری لڑکی کو آواز دے کر بولی۔ سنا بھئی نجمہ ان صاحب کے یہاں مہمان آگئے تھے۔ اُس نے بھی قریب آکر ہنسنا شروع کر دیا۔ پھر کئی آگئیں۔ یہی کہہ کہہ کر قہقہے لگاتی رہیں کہ اچھا مہمان آگئے تھے۔ آج تک یہ معمہ حل کرنے سے قاصر رہا ہوں چچا سنگ.... کیا تم رہنمائی کرو گے۔"

"یہ وقت برباد کر رہا ہے مسٹر....!" ظفرو نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ہو سکتا ہے اُس کے ساتھی باہر موجود ہوں۔"

سنگ ہی نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

اور ٹھیک اُسی وقت عمران کی ٹانگوں کو جنبش ہوئی اور اُس نے وہ کرسی سنگ ہی کے منہ پر اچھال دی جو اس کی ٹانگوں سے الجھی ہوئی تھی۔ وہ اس اچانک حملے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ریوالور بھی ہاتھ سے نکل گیا اور خود بھی ریوالور سے جا ٹکرایا۔

ظفرو نے ریوالور کے لئے چھلانگ لگائی لیکن اس کی ٹانگیں عمران کے اٹھے ہوئے پیر سے الجھیں اور وہ بھی سنگ ہی پر جا پڑا۔

اتنے میں کوئی باہر سے دروازہ پیٹنے لگا۔ "دروازہ کھولو.... پولیس....!"

سنگ ہی ظفرو کو دھکیل کر اندر بھاگا.... لیکن قبل اس کے کہ عمران اُس دروازے تک پہنچتا وہ زوردار آواز کے ساتھ بند ہو گیا اور دوسری طرف سے بولٹ چڑھانے کی بھی آواز آئی۔

ظفرو پھر ریوالور کی طرف پلٹا تھا لیکن عمران نے اس بار بڑی بے دردی سے اُس کے سر پر ٹھوکر رسید کی۔

◆

دروازہ اب بھی پیٹا جا رہا تھا.... آخر سیکرٹ سروس کے ممبر کتنا انتظار کرتے۔ عمران تنہا اندر گیا تھا بلیک زیرو اُس کے ریڈی میڈ میک اپ سے واقف تھا اور اس کے متعلق پہچان کے لئے دوسروں کو بھی ہدایات دے سکتا تھا.... پھر ایسی صورت میں اتنی دیر ہو جانے پر وہ اس کی خیریت کے خواہاں کیوں نہ ہوتے۔ ویسے انہیں اطمینان تو رہا ہی ہو گا کہ عمران اپنے جسم میں معمولی قسم کی ٹوٹ پھوٹ کا بھی عادی نہیں ہے۔

عمران نے خود ہی آگے بڑھ کر دروازے کا بولٹ گرایا۔ سیکرٹ سروس کے تین ممبر اندر آئے چوتھا باہر رہ گیا۔ عمران نے پھر دروازہ بند کر کے بولٹ چڑھا دیا۔

ظفرو دونوں ہاتھوں سے سر تھامے کہنیاں ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

عمران اور دوسرے خاموش کھڑے دیکھتے رہے۔ اب ریوالور عمران کے ہاتھ میں تھا۔

اس نے دوسروں سے کہا۔ "میں ٹھیک ہوں۔ تم لوگ عمارت کی پشت پر جاؤ۔ ایک دبلا پتلا اور دراز قد آدمی ایک لڑکی کو یہاں سے نکال لے جانے کی کوشش کر رہا ہے عمارت سے باہر نکلنے والی لڑکی پر نظر رکھو۔ جاؤ۔ میں اسے دیکھ لوں گا۔"

وہ دروازے کی طرف مڑے دروازہ کھولا پھر جلدی سے بند کر دیا۔

"پولیس....!" ایک نے مڑ کر کہا۔

"بولٹ چڑھا دو....!" عمران نے کہا اور ظفرو کی طرف مڑا جو دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے کھڑا ہانپ رہا تھا۔

"بیٹھ جاؤ۔" عمران نے کرسی اٹھا کر میز کے قریب رکھتے ہوئے کہا۔ وہ بُرا سا منہ بنائے ہوئے بیٹھ گیا۔

"تمہیں انہیں مطمئن کرنا ہے کہ یہاں کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں ہوا۔ ہم خوش گوار فضا میں گفتگو کر رہے تھے۔" عمران نے ہاتھ اٹھا کر بند دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"میں کیوں ایسا کروں....!" ظفرو غرایا۔

"شاید تمہارے باس نے تمہیں نہیں بتایا کہ میں کون ہوں۔" عمران نے پلاسٹک کی ناک اور مونچھیں اپنے چہرے سے علیحدہ کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ....!" ظفرو کی زبان سے بے اختیار نکلا.... "مگر کیوں؟"

"پرواہ مت کرو.... جو میں کہہ رہا ہوں کرو؟"

"ہرگز نہیں.... یہ کھیل میری سمجھ میں نہیں آیا۔" ظفرو نے غصیلی آواز میں کہا۔ "تم پولیس سے الگ تو نہیں ہو۔"

"اس بار میری اور پولیس کی چل گئی ہے۔"

"میں نہیں تسلیم کر سکتا؟"

"کیا آج کا اخبار نہیں دیکھا؟"

"نہیں....!"

"خیر پھر دیکھ لینا۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "وہ لوگ تمہارے جوئے کے اڈوں سے واقف نہیں ہیں لیکن میں عرصہ سے جانتا ہوں۔ ان کی صحیح نشاندہی بھی کر سکتا ہوں۔ کیا سمجھے.... مثال کے طور پر رانچی لاج۔"

ظفرو کھکارا اور عمران شریر سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

"مم.... مم.... مطلب یہ کہ۔"

"جو میں کہہ رہا ہوں.... وہی ہو گا۔" عمران کی مسکراہٹ گہری سنجیدگی میں بدل گئی۔

ظفرو اُسے گھورتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔ "اچھا۔"

عمران نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اُن میں سے ایک نے دروازہ کھولا اور وہ نکلے چلے گئے۔

عمران نے ریوالور جیب میں ڈال لیا تھا۔

پلاسٹک کی ناک اب پھر اُس کے چہرے پر نظر آ رہی تھی۔

دروازہ کھلا ہوا تھا.... ایک پولیس مین نے پردہ ہٹا کر اندر دیکھا۔

"کیا بات ہے؟" ظفرو نے پوچھا۔

"یہ آپ کے کلرک نے....!" کانسٹیبل نے جملہ پورا نہیں کیا کیونکہ اندر اُسے سکون ہی

سکون محسوس ہوا تھا۔

ظفرو اٹھ کر دروازے کے قریب آیا.... کانسٹیبل نے آہستہ سے پوچھا۔ "کوئی گڑ بڑ۔"

"کیسی گڑ بڑ.... نہیں تو۔"

کلرک سامنے کھڑا تھا جسکے منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اگر وہ تین اجنبیوں کو بھی دروازہ کھلوا کر اندر جانے نہ دیتا تو شاید ڈیوٹی کانسٹیبلوں کو مدد کے لئے بلانے کی ضرورت نہ محسوس کرتا۔

"کیا بات ہے....!" ظفرو نے کلرک سے پوچھا۔

"کک.... کچھ نہیں.... مجھے غلط فہمی ہوئی تھی جناب۔"

"ہوش میں رہا کرو۔" ظفرو غرایا اور پھر میز کی طرف واپس آ گیا۔

عمران نے پھر اٹھ کر دروازہ بولٹ کر دیا۔

"اب کیا ہے....!" ظفرو پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔ "لڑکی سرے سے یہاں آئی ہی نہیں تھی اور وہ تمہارے آدمیوں کے پہنچنے سے پہلے ہی نکل گیا ہو گا۔"

"وہ کون ہے۔"

"مجھ سے پوچھ رہے ہو۔" ظفرو آنکھیں نکال کر بولا۔ "حالانکہ گفتگو کے دوران میں چچا اور بھتیجے کے رشتے چل رہے تھے۔"

"میں تو جانتا ہوں.... تم اپنی کہو۔"

"ہاں میں بھی جانتا ہوں۔" ظفرو کے لہجے کی جھلاہٹ بدستور قائم تھی۔

"کیا نام ہے بھلا....؟"

"داور....!"

"ٹھیک ہے۔ میں نے اس لئے پوچھا تھا کہ وہ اپنا اصلی نام کسی کو نہیں بتاتا۔ اچھا اب یہ بھی بتا دو کہ لڑکی کہاں لے جائی گئی ہے؟"

ظفرو چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر بولا۔ "تم ظفرو سے گفتگو کر رہے ہو۔ سمجھے۔"

"میں اچھی طرح سمجھتا ہوں لیکن اپنے سوال کے جواب پر اصرار کروں گا۔"

"چلے جاؤ....!" وہ دروازے کی طرف ہاتھ اٹھا کر غرایا۔

"خیر.... پھر سہی....!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔ دروازے کی طرف مڑا.... اور پھر غیر متوقع طور پر اس کی لات ظفرو کے سینے پر پڑی اور وہ کرسی سمیت الٹ گیا.... دوسرے ہی لمحے میں عمران چھاتی پر سوار تھا.... گھٹنوں سے دونوں بازو دبا رکھے تھے اور بال مٹھیوں میں جکڑ کر پوری قوت صرف کر رہا تھا۔

وہ دبی دبی سی آواز میں کراہتا ہوا اُس کے گھٹنوں کے نیچے سے اپنے بازو نکال لینے کی کوشش کرتا رہا.... لیکن کامیابی نہ ہونے پر عمران کی پشت پر اپنے گھٹنوں سے ضرب لگانے کی کوشش کرنے لگا۔

"میں اب تمہیں اسی طرح مار ڈالوں گا.... ورنہ لڑکی کا پتہ بتاؤ۔ سچ کہتا ہوں.... اگر تمہارا گلا گھونٹ کر یہاں سے چلا بھی جاؤں تو تمہارے آدمی میری نشاندہی نہ کر سکیں گے۔ شور مچاؤ گے تو کرکری ہی ہو گی۔ تمہارے ملازمین کہیں گے.... اوہو ظفرو پٹ گیا.... ظفرو.... جس کی دھوم زمانے میں تھی۔"

ظفرو نے کراہنا بند کر دیا تھا۔ اس کی پھیلی ہوئی آنکھوں سے شدید ترین تکلیف کے احساس کا اظہار ہو رہا تھا۔

"کیا کہتے ہو۔"

"بتا دوں گا....!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"تو پھر بتاؤ۔"

"پہلے چھوڑو مجھے۔"

"ہرگز نہیں...! میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ چھوٹنے کے بعد تم پھر جھپٹ پڑو گے۔"

"مرشد کی قسم کھاتا ہوں کہ ایسا نہیں ہو گا۔"

"خوب تو مرشد بھی رکھتے ہو۔"

ظفرو کچھ نہ بولا۔ عمران اُسے چھوڑ کر اٹھ گیا.... ظفرو اٹھا لیکن بہت ڈھیلا ڈھیلا نظر آ رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اُس کا قد ہی پہلے سے کم ہو گیا ہو.... وہ میز کا چکر کاٹ کر کرسی پر جا بیٹھا اور دراز سے سگریٹ کا ڈبہ نکالا.... اب وہ عمران کی طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔

عمران ایک پیر کرسی پر رکھے کھڑا اُسے بغور دیکھتا رہا.... ظفرو نے سگریٹ سلگا کر دو تین کش لئے اور پھر عمران کیطرف دیکھے بغیر بولا۔ "مرشد کی قسم میں نے صرف اسی موقع کیلئے کھائی تھی۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "کسی دوسرے موقع پر میرا کچومر بنا دینا فی الحال جلدی سے اپنا وعدہ پورا کرو۔"

ظفرو کچھ سوچ رہا تھا کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔ "بتاؤں گا.... پہلے تم بتاؤ کہ تمہارا ان معاملات سے کیا تعلق....!"

”کن معاملات سے....؟“

”وہ لڑکی رانا پیلس سے آئی تھی۔“

”رانا تہور علی میرا دوست ہے۔“

”لیکن یہ ہے کون؟ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ صرف نام ہی سننے میں آتا ہے۔“

”بہتوں نے تو نام بھی نہ سنا ہوگا۔“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔ ”اب تم کام کی بات کرو۔“

”اچھا یہ آدمی داور کون ہے؟“

”اُسے کب سے جانتے ہو؟“ عمران نے سوال کیا۔

”زیادہ دنوں سے نہیں۔ پیسے اچھے دیتا ہے۔“

”کیا وہ خود ہی تمہارے پاس آیا تھا۔“

”ظفرو خود کسی کے پاس نہیں جاتا۔“ اس کی گردن اکڑ گئی۔

”تم سے کیا کام لیتا رہا ہے۔“

”رانا پیلس کی نگرانی۔“ ظفرو اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ”لیکن پولیس سے تمہاری کیوں کھٹک گئی ہے۔“

”آج کے اخبار میں دیکھ لینا۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔“

”میرے اڈوں کے متعلق کیا رہی۔“

”مجھے ان سے صرف اسی حد تک دلچسپی ہے کہ ناکامی کی صورت میں انتقاماً راز فاش کردونگا۔“

”لڑکی کے بارے میں صحیح معلومات صرف ایک آدمی سے حاصل ہو سکیں گی بشرطیکہ تم اُس تک پہنچ سکو۔ میری ذمہ داری صرف اتنی تھی کہ اُسے داور کے حوالے کردوں گا۔“

”تم بہت دیر کررہے ہو ظفرو۔“ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

”اوپری منزل پر ایک آدمی رہتا ہے.... پی۔ ایچ۔ درانی۔“

”کیا تم نے اُسے اس کے حوالے کیا تھا....؟“

”ہاں.... اور وہ اسے کہیں لے گیا تھا؟“

”کیا بات ہوئی....!“ عمران پھاڑ کھانے والے لہجہ میں بولا۔

ظفرو نے شانوں کو جنبش دی اور بولا۔ ”اس سے زیادہ اور میں کچھ نہیں جانتا۔“

”اچھی بات ہے.... میں خود ہی دیکھوں گا کہ کیا کرسکتا ہوں۔“

”اس عمارت سے نکلنے کے بعد تمہاری زندگی کی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ میری قسم کی

مدت ختم ہوچکی ہوگی۔“ ظفرو نے زہریلے لہجے میں کہا۔

”اس کے بعد میں تمہارے کان کھینچ سکوں گا۔“ عمران مسکرایا اور بولٹ گرا کر دروازہ کھولتا ہوا ڈائننگ ہال میں آگیا۔ ظفرو اسے دیکھتا رہ گیا۔

”اُس کے عوض دوسرے سینڈوچ اور دوسری کافی۔“ عمران نے کاؤنٹر کلرک کو مخاطب کرکے کہا۔ ”سمجھوتہ ہوگیا؟“

”بہت بہتر جناب۔“ کلرک احمقانہ انداز میں بولا اور ویٹر کو متوجہ کرنے کیلئے گھنٹی بجائی۔

◆

عمران کی اس حرکت سے تو یہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ دیدۂ دانستہ اپنی موت کو آواز دے بیٹھا ہو۔ اس طرح گویا وہ ظفرو کو اس کا موقع دے رہا تھا کہ وہ اس کے خلاف کچھ کرے۔

وہ نہایت اطمینان سے ایک میز کے قریب بیٹھا.... اپنے آرڈر کی تعمیل کا انتظار کر رہا تھا۔

فٹ پاتھ پر بلیک زیرو نظر آیا.... عمران نے ہاتھ اٹھا کر جماہی لیتے ہوئے مخصوص اشارہ کیا جس کا مطلب تھا کہ وہ خطرے میں ہے۔

بلیک زیرو نے تفہیمی انداز میں اپنے ہاتھ کو جنبش دی تھی اور پیچھے ہٹ گیا تھا۔

سینڈوچ اور کافی میز پر رکھ دی گئیں.... ظفرو دروازے میں کھڑا عمران کو متحیرانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ اندر چلا گیا۔

عمران آہستہ آہستہ ایک کے بعد دوسرے سینڈوچ کھاتا اور کافی کے گھونٹ لیتا رہا۔ کلرک کاؤنٹر کے پیچھے سے اُسے تشویش کن نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

کافی ختم کرکے عمران نے بل کے دام چکائے.... لیکن ٹپ کی رقم دیکھ کر ویٹر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ ایک بڑا نوٹ تھا.... اس حیثیت کے ٹپ کیفے کیلئے غیر متوقع تھے۔

ویٹر نے تقریباً فرشی سلام کرتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا۔

عمران اٹھا.... کلرک کی طرف دیکھ کر سر کو جنبش دی۔ جواباً کلرک نے بھی مسکرا کر خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔ ہوسکتا تھا سوچ رہا ہو آخر استاد ظفرو نے دماغ درست کردیا نا۔

فٹ پاتھ پر معمول کے مطابق آمد و رفت تھی.... عمران سڑک پار کر رہا تھا۔ دفعتاً اُس نے ایک چیخ سنی... چونک کر مڑا... ایک آدمی پر نظر پڑی جو اپنا بایاں بازو دبائے آگے پیچھے جھول رہا تھا۔

وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔۔۔۔ دوسرے فٹ پاتھ پر پہنچ کر رکا۔ اب وہاں بھیڑ نظر آ رہی تھی جہاں اُس آدمی کو دیکھا تھا۔

اُس نے طویل سانس لی۔۔۔۔ اور دل ہی دل میں بلیک زیرو کی پھرتی کی داد دیتا ہوا نہایت اطمینان سے آگے بڑھ گیا۔۔۔۔ یقیناً اُس نے پشت سے حملہ کرنے والے پر اپنا بے آواز ریوالور آزمایا تھا۔

گلی پار کر کے وہ دوسری سڑک پر آیا۔۔۔۔ ہاتھ اٹھا کر ایک ٹیکسی رکوائی اور کسی جگہ کا پتہ بتائے بغیر ڈرائیور سے کہا۔ "سیدھے چلو۔۔۔۔!"

لڑکی کا اس طرح ہاتھ سے نکل جانا اُسے کھل رہا تھا۔ ظفرو بھی کیا یاد کرتا ہوگا اس نے سوچا۔ ہو سکتا ہے اب کچھ دنوں کے لئے وہ روپوش ہی ہو جائے۔ اور اُس کے بعد یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اس آدمی پی۔ ایچ درانی سے ملاقات ہو سکے جس کا حوالہ ظفرو نے دیا تھا۔

تو گویا اتنا سب کچھ ہو جانے کے باوجود بھی فی الحال کامیابی کی صورت نظر نہیں آتی۔ تو پھر بہتر یہی ہوگا کہ ظفرو کو نظر سے اوجھل نہ ہونے دیا جائے۔ اب فی الحال وہی ایسا تھا جس کے ذریعے سنگ ہی تک رسائی ہو سکتی تھی۔ لیکن سنگ ہی۔ عمران سوچتا رہا۔ وہ اب ظفرو کو کب گھاس ڈالے گا۔ اس کے طریق کار کے مطابق تو اب وہ اُس کے لئے بیکار ہو کر رہ گیا تھا۔۔۔۔ وہ پھر کسی ایسے آدمی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا جس سے اُس کے تعلقات منظر عام پر آجائیں۔ لیکن یہ شخص پی۔ ایچ۔ درانی۔۔۔۔ اس کے متعلق ظفرو نے بتایا تھا کہ ساجدہ اُس کے قبضے میں ہے حالانکہ عمران کو علم ہو چکا تھا کہ وہ سنگ ہی کے ساتھیوں میں سے ہے اور خود سنگ ہی نے اسکی تصدیق بھی کی تھی۔ پھر اب وہ اس قسم کے کام اُسے کیونکر سونپ سکتا ہے؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ ظفرو نے غلط بیانی سے کام لیا ہو۔ وقتی طور پر اُس سے پیچھا چھڑانے کیلئے پی۔ ایچ۔ درانی کا نام لے لیا ہو۔ لیکن یہ اُسی وقت ممکن ہے جب اُسے علم رہا ہو کہ اُس سے پی۔ ایچ۔ درانی کا ٹکراؤ پہلے بھی ہو چکا ہے؟

"ڈرائیور۔۔۔۔!" دفعتاً اُس نے کہا۔ "بائیں جانب موڑ لو۔"

آگے چل کر اُس نے پھر گاڑی روکنے کو کہا اور اب پھر وہ ایک روڈ پر تھے اور ٹیکسی کا رخ کیفے تھری اسٹار کی طرف تھا۔

کیفے تھری اسٹارز کے سامنے اب باوردی پولیس کی بھیڑ نظر آئی۔

چوراہے پر سگنل کی سرخ روشنی کی بناء پر ٹیکسی رک گئی تھی۔۔۔۔ اور عمران چاروں طرف دیکھ رہا تھا شاید اُس کا کوئی ماتحت نظر آجائے۔

بلیک زیرو دکھائی دیا جو بائیں جانب والے فٹ پاتھ پر کھڑا اپنے جوتوں پر پالش کرا رہا تھا۔

"اگر سگنل ہو جائے تو تم آگے بڑھ کر روک دینا۔" عمران نے ڈرائیور سے کہا۔ "میں ذرا سگریٹ خریدوں گا۔"

ٹیکسی سے اتر کر وہ بلیک زیرو کے قریب آیا۔۔۔۔ اور آہستہ سے بولا۔ "ظفرو کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دینا۔"

آگے بڑھ کر سامنے والی دوکان سے سگریٹ کا پیکٹ بھی خریدا اور ٹیکسی کی طرف واپس آگیا۔۔۔۔ جیسے ہی بیٹھ کر دروازہ بند کیا چوراہے کی روشنی بھی تبدیل ہو گئی۔

ٹیکسی آگے بڑھی اور عمران نے ڈرائیور سے کہا۔ "اچھا خاصا شہر ہے کیا تم مجھے یہاں کے تاریخی مقامات دکھا سکو گے۔"

"ضرور۔۔۔۔ جناب۔۔۔۔ بڑی خوشی سے۔" ڈرائیور بولا۔

"سب سے پہلے یونیورسٹی لے چلو۔"

"جی وہ تاریخی مقام تو نہیں ہے۔"

"سنا ہے۔۔۔۔ دور سے اس کی عمارت ایسی لگتی ہے جیسے مرغیوں کے ڈربے قطار اندر رکھ دیئے گئے ہوں۔"

"میں نے کبھی اس پر دھیان نہیں دیا۔" ڈرائیور مسکرا کر بولا۔

عمران کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

سچ مچ اُس نے کئی تاریخی عمارتیں دیکھ ڈالیں۔۔۔۔ اور تین چار گھنٹے بعد رانا پیلس آیا۔ وہ جانتا تھا کہ یہاں سنگ ہی کے آدمی اس کی نگرانی بخوبی کر سکیں گے۔ خود اس کا اپنا رہائشی فلیٹ اور رانا پیلس دونوں ہی اُس کے لئے غیر محفوظ تھے۔ البتہ کیپٹن فیاض کو نہیں معلوم تھا کہ عمران کا کوئی تعلق رانا پیلس سے بھی ہو سکتا ہے۔ پھر اس نے کسی کے نمبر ڈائیل کئے۔۔۔۔ اور دوسری طرف سے جواب پا کر بولا۔ "ظفرو اس وقت کہاں ہے؟"

"وہ کیفے والی عمارت سے ابھی تک باہر نہیں آیا۔"

"کیفے کے اندر کون ہے۔"

"چوہان۔۔۔۔!"

"ٹھیک ہے۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ "دوسری طرف کی کیا خبریں ہیں۔"

"اطلاع ملی ہے کہ کیپٹن فیاض نے آپ کی تلاش شروع کرا دی ہے۔۔۔۔ غالباً تصویر کے

سلسلے میں آپ سے مزید پوچھ گچھ کرنا چاہتا ہے۔"

"اُس نے تصویر کو کیمیاوی تجزیہ کے لئے بھیجا ہے یا نہیں....!"

"اُس کے متعلق میں کچھ نہیں جانتا۔"

"معلوم کرو.... تجزیئے کے نتائج معلوم ہو سکیں تو زیادہ بہتر ہے۔"

"میں کوشش کروں گا۔"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا اور آرام کرسی میں نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ لڑکی بہت اہم تھی۔ وہ سوچ رہا تھا.... ظفرو تو محض ایک مہرے کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ سنگ ہی کی اصل قیام گاہ اُس کے فرشتوں کے علم میں بھی نہ ہو گی۔ ویسے وہ اب بھی داور ہی کا نام استعمال کئے جا رہا ہے۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھائی اور پی۔ ایچ۔ درانی کا فون نمبر تلاش کرنے لگا۔ لیکن ناکامی ہوئی۔ غالباً اس کے فلیٹ میں فون نہیں تھا۔

فون پر اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے جوزف نے جواب دیا۔

"اوہ.... باس....!" وہ کہہ رہا تھا۔ "اب میرا غصہ کوئی گل کھلائے گا....!"

"کھال میں رہ....!" عمران غرایا۔

"میں کیپٹن فیاض کو قتل کر دیتا.... لیکن تمہارا خیال....!"

"کیا بات ہے۔"

"وہ مجھے اپنے ساتھ لے جا رہا تھا... میں نے انکار کر دیا... میں نے کہا میں اپنے وکیل سے مشورہ کئے بغیر نہ کسی سوال کا جواب دے سکتا ہوں اور نہ کہیں جا سکتا ہوں۔ بہتر ہے تم وارنٹ لاؤ۔"

"ٹھیک.... لیکن اگر وہ وارنٹ بھی لایا تو....؟"

"تب پھر مجھے سوچنا پڑے گا باس....!"

"ہیلو.... فون ہی پر سوچنے لگے۔"

"ایک آدمی اور آیا تھا باس.... تمہیں پوچھ رہا تھا۔"

اور پھر جوزف نے اُس کا حلیہ بتایا.... جو انہیں دونوں میں سے کسی کا ہو سکتا تھا جن سے پچھلی رات مڈ بھیڑ ہوئی تھی اور ایک زخمی ہو گیا تھا۔

"جوزف....!" عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "بہتر یہی ہے کہ تم یہاں چلے آؤ...."

"کہاں باس....!"

"جہاں بڑا آدمی رہتا ہے۔"

"میں سمجھ گیا باس۔ لیکن اگر کوئی تعاقب کرتا ہوا وہاں بھی پہنچ گیا تو....!"

"زیادہ عقل مند بننے کی ضرورت نہیں.... ٹیکسی کی بجائے آٹو رکشہ پر آنا.... لیکن عمارت میں داخل ہونے کی ضرورت نہیں.... عمارت سے کچھ دور آگے چل کر رکشہ رکوانا۔"

"میں سمجھ گیا باس...." جوزف کی آواز آئی۔ عمران نے محسوس کیا جیسے یہ جملہ ادا کرتے وقت وہ مسکرایا بھی ہو۔

"بس....!" عمران نے ریسیور رکھ دیا۔

جلدی سے اس کمرے میں آیا جہاں میک اپ کا سامان رہتا تھا.... پلاسٹک میک اَپ کے ہلکے سے ٹچ نے چہرے میں کسی حد تک تبدیلی کر دی.... بعض اوقات وہ اس پر مجبور ہو جاتا تھا ورنہ میک اپ سے اُسے وحشت ہی ہوتی تھی۔

پھر گیراج سے موٹر سائیکل نکالی اور اسی راستے پر چل پڑا جدھر سے جوزف کو آنا تھا ریکسٹن اسٹریٹ کے چوراہے پر اس نے موٹر سائیکل روک دی اور اس طرح اس کی جانچ پڑتال میں لگ گیا جیسے اس میں کوئی خرابی واقع ہو گئی ہو۔ تھوڑی دیر بعد جوزف کا رکشہ نظر آیا جس کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ غالباً وہ اس طلبی کا مقصد سمجھ گیا تھا۔

لیکن ٹریفک کی اس بھیڑ میں اس کا اندازہ کرنا مشکل تھا اس کا تعاقب بھی کیا جا رہا ہے۔

عمران نے چوراہے کا چکر لگا کر اپنی موٹر سائیکل اُسی سمت موڑ دی جدھر جوزف کا رکشا جا رہا تھا۔

کچھ دور چلنے کے بعد رکشے کے پیچھے صرف ایک موٹر سائیکل رہ گئی جو اب بھی اس کا تعاقب کر رہی تھی۔

رانا پیلس سے دو فرلانگ کے فاصلے پر جوزف کا رکشا رک گیا۔ موٹر سائیکل آگے بڑھتی گئی.... پھر رک گئی.... وہ آدمی اتر کر اُسے اسی طرح دیکھ رہا تھا جیسے انجن میں کوئی خرابی واقع ہو گئی ہو۔ بہترین موقع تھا۔ عمران نے ٹھیک اس کے قریب ہی اپنی موٹر سائیکل روک دی۔

"کیا میں کوئی مدد کر سکتا ہوں۔" اُس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"جی....!" وہ آدمی چونک کر سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ اُس کے چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار تھے۔

"جی نہیں....!" لہجہ بھی کٹکھنا تھا۔

"ارے صاحب.... اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے۔" عمران نے بھی ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"اپنا کام کیجئے....!" اس آدمی نے گردن اونچی کر کے جوزف کے رکشے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جواب خالی تھا اور جوزف کا کہیں پتہ نہ تھا۔

رکشے والے نے انجن دوبارہ اسٹارٹ کیا اور رکشا تیزی سے اُن کے قریب ہی سے گذر گیا۔

عمران نے اُس آدمی کی آنکھوں میں قہر کے کوندے لپکتے دیکھے۔

"کیوں کھڑی ہو....!" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

اور عمران نے اس بار محسوس کیا جیسے یہ آواز وہ پہلے بھی سن چکا ہو اور پھر ناک کے نیچے وہ گھنی مونچھیں جنہوں نے اوپری ہونٹ قطعی طور پر چھپا رکھا تھا۔ اسے مصنوعی معلوم ہونے لگیں۔ آنکھوں کی بناوٹ بھی کچھ جانی پہچانی سی تھی۔

وہ اپنی موٹر سائیکل کی طرف پھر متوجہ ہو گیا۔

پھر عمران کھڑا دیکھتا ہی رہ گیا اس نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور اُسے گھما کر ٹھیک اُسی جگہ لے گیا جہاں جوزف نے رکشا رکوایا تھا.... وہاں وہ پھر رکا انجن بند کر کے موٹر سائیکل کھڑی کر دی.... مڑ کر دیکھا.... عمران جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

کچھ دیر وہ سڑک کے کنارے کھڑا اِدھر اُدھر دیکھتا رہا پھر فٹ پاتھ پر چڑھ کر اُس عمارت کی طرف بڑھا جس کے سامنے جوزف کا رکشا رکا تھا۔ پھاٹک کے قریب پہنچ کر پھر رک گیا۔ غالباً نیم پلیٹ کو دیکھ رہا تھا۔

عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ ویسے وہ ابھی تک اُس آدمی کی آواز کے متعلق سوچ رہا تھا۔

دفعتاً وہ پھاٹک سے اپنی موٹر سائیکل کی طرف آیا.... انجن اسٹارٹ کیا اور شہر کی جانب روانہ ہو گیا۔ جب کافی دور نکل گیا تو عمران نے اپنی موٹر سائیکل بھی اُسی طرف موڑ دی لیکن دونوں کے درمیان کافی فاصلہ برقرار رہا۔

اب بھی اسکی آواز عمران کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ وہ گھنی مونچھیں پیشانی اور آنکھوں کی بناوٹ... آواز میں ہلکی سی غراہٹ اور پھر دفعتاً ذہن میں بجلی سی چمک گئی۔ اُسے یاد آ گیا۔

وہ سو فیصدی پی۔ ایچ درانی تھا۔ میک اپ میں مصنوعی مونچھیں بڑے سلیقے سے اوپری ہونٹ پر جمائی گئی تھیں۔

تو وہ اُس کے فلیٹ کی نگرانی کر رہا تھا.... اور جوزف کا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک آیا تھا.... پتہ نہیں سنگ ہی سے ٹکراؤ کے بعد یہ انتظام عمل میں آیا یا اس سے پہلے ہی۔

دونوں موٹر سائیکلیں آگے پیچھے دوڑتی ہوئی شہر میں داخل ہوئیں۔ عمران سوچ رہا تھا کہیں ٹریفک کی بھیڑ میں وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو جائے۔ لہٰذا دوسرے ہی لمحے میں اُس نے فاصلہ کم کرنا شروع کر دیا۔ اب وہ اُس کی موٹر سائیکل سے صرف آٹھ یا دس فٹ کے فاصلے پر تھا۔

ایک جگہ تو اُسے ٹریفک کے قانون کی خلاف ورزی بھی کرنی پڑی.... لیکن اتفاق سے آٹو میٹک سگنل کے قریب کوئی ٹریفک کانسٹیبل موجود نہیں تھا۔ ورنہ وہ بڑی زحمت میں پڑ جاتا۔

تعاقب جاری رہا.... دھوپ تیز تھی.... اور عمران پسینے میں نہایا ہوا تھا۔

اگلی موٹر سائیکل مختلف سڑکوں سے گزرتی ہوئی ایک عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی۔

عمران آگے بڑھتا چلا گیا۔ کچھ دور جا کر پھر ٹرن لیا اور پھر اُس عمارت کی طرف آیا واپس....! لیکن آس پاس نہیں ٹھہرنا چاہتا تھا۔

یہ بھی عجیب اتفاق تھا کہ سنگ ہی کے ایک آدمی سے مڈ بھیڑ ہوئی ورنہ وہ تو یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ فیاض کے ماتحت اب بھی اس کے فلیٹ کی نگرانی کر رہے ہیں یا نہیں۔

آگے چل کر ایک ٹی شاپ نظر آئی اور اُس نے موٹر سائیکل اُسی کے سامنے روک دی۔ بھوک بھی محسوس ہو رہی تھی۔

اندر پہنچ کر اُس نے چائے اور پیٹیز کا آرڈر دیا۔ چھوٹی سی صاف ستھری جگہ تھی دو آدمی سرو کر رہے تھے۔ ریڈیو ہلکی آواز میں چل رہا تھا....

وہ سوچ رہا تھا شاید سنگ ہی اُس عمارت میں موجود ہو.... اور لڑکی بھی۔ اگر ظفرو جھوٹ نہیں بولا تھا۔

چائے کے گھونٹ لیتے وقت وہ سڑک ہی کی طرف دیکھ رہا تھا.... دفعتاً وہ آدمی پھر نظر آیا.... موٹر سائیکل ہی پر اس کی واپسی ہوئی اور عمران سوچ رہا تھا کہیں وہ غلط فہمی کا شکار تو نہیں ہوا.... ہو سکتا ہے اسے تعاقب کا احساس ہو گیا ہو اور اُس نے محض دھوکا دینے کے لئے کسی عمارت کی کمپاؤنڈ میں موٹر سائیکل موڑ لی ہو اور پھر میدان صاف دیکھ کر دوبارہ اپنی راہ لگا ہو۔

◆

عمران نے جھپٹ کر کاؤنٹر پر پیسے ادا کئے.... اور سڑک کی طرف لپکا۔ کاؤنٹر کلرک اُسے حیرت سے دیکھ رہا تھا.... کیونکہ اس نے چائے بھی ویسے ہی چھوڑ دی تھی اور پیٹیز کی پلیٹ بھی۔

تعاقب کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔ اُس نے اُس آدمی کو نظروں سے او جھل نہیں ہونے دیا تھا۔ اس بار فاصلہ ذرا زیادہ رکھا.... عمران اس کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا کیونکہ اُسے اب یقین آگیا تھا کہ وہ پی۔ ایچ درانی کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ سوچنے لگا کہ اب کیا چکر ہے؟ کیا اُس نے اس عمارت میں کوئی اطلاع پہنچائی تھی۔ اگلی موٹر سائیکل کی رفتار بتدریج کم ہو رہی تھی.... اور پھر وہ ٹھیک عمران کے فلیٹ والی عمارت کے سامنے رُک گئی۔ موٹر سائیکل فٹ پاتھ سے لگا کر وہ اترا اور بائیں جانب والی عمارت کے بالائی زینوں پر چڑھنے لگا۔ اور پھر اوپر جس بالکنی میں نظر آیا.... وہ ٹھیک عمران کے فلیٹ کے سامنے تھی۔

عمران کے ہونٹوں نے سیٹی بجانے کے انداز میں دائرہ بنایا۔

درانی کو سٹنیکر انڈسٹریز کے دفتر میں داخل ہوا تھا۔ اس کی پچویشن ایسی تھی کہ عمران اپنے فلیٹ کی کھڑکی سے وہاں کے حالات پر بخوبی نظر رکھ سکتا تھا۔ لیکن اس نے اپنے فلیٹ کا رخ نہیں کیا۔ بلکہ اُسی عمارت کے ایک چھوٹے سے کیفے میں جا بیٹھا جہاں سے کم از کم وہ درانی کی موٹر سائیکل پر تو نظر رکھ ہی سکتا تھا۔

وقت تیزی سے گزر رہا تھا.... لیکن موٹر سائیکل اب بھی وہیں تھی.... عمران کے خیالات کی رو اِدھر اُدھر بھٹکتی رہی۔ دفعتاً اُسے خیال آیا کہیں وہ بے وقوف تو نہیں بن رہا.... کہیں درانی اس تعاقب سے واقف ہی نہ ہو۔

کچھ دیر بعد کیفے میں کوسٹنیکر انڈسٹریز کا ایک چپڑاسی نظر آیا.... دونوں کی نظریں ملیں اور عمران نے ہاتھ اٹھا کر اُسے سلام کیا.... جواب میں اُس کا ہاتھ بھی پیشانی تک اٹھ گیا.... پھر عمران نے ہاتھ ہی کے اشارے سے خیریت بھی پوچھی.... اور چپڑاسی نے مخلصانہ انداز میں دانت نکال کر اس اشارے کا بھی جواب دیا.... اور سیدھا اُسی میز کی طرف چلا آیا۔

”خان صاحب ہیں....!“ عمران نے پوچھا۔

”جی.... کون خان صاحب۔“

”اے وہ بڑی مونچھوں والے کیا نام ہے ان کا۔“

”اچھا.... اچھا.... تجمل صاحب۔“

”وہی.... وہی.... تمہارے یہاں کب سے ردی سپلائی کر رہے ہیں۔“

”ردی....!“ چپڑاسی نے حیرت سے کہا.... ”وہ تو.... پرچیز آفیسر ہیں صاحب۔“

”ارے.... یہ کب سے۔“ عمران نے بھی حیرت ظاہر کی....

پھر چپڑاسی نے اس کی ملازمت کی مدت بتائی وہ سنگ ہی سے ٹکراؤ سے پہلے کی نہیں تھی۔

”پہلے تو پیکنگ کے لئے ردی سپلائی کرتے تھے۔“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔ ”بیٹھو بیٹھو! چائے پیئو گے یا ٹھنڈا....!“

”شکریہ صاحب.... میں آفس کے لئے چائے لینے آیا تھا....“ چپڑاسی نے کہا اور کاؤنٹر کی طرف مڑ گیا۔

نگرانی کا سلسلہ عرصہ دراز سے جاری ہے۔ عمران نے سوچا.... آخر سنگ ہی کس چکر میں ہے اور خصوصیت سے اُسی کی نگرانی کیوں کرا رہا ہے۔ جب کہ مادام نشی کا والا کیس بھی ختم ہو چکا ہے۔

اُس کا ذہن پھر ماہر ارضیات پروفیسر راشد کی حیرت انگیز موت کی طرف متوجہ ہو گیا.... وہ بھی کسی تنظیم کا سربراہ تھا۔ انجمن بے باکاں اس کے لئے بالکل نئی چیز تھی۔

کیا سنگ ہی کا کوئی تنازعہ اس تنظیم سے بھی تھا۔ پروفیسر راشد سے ذاتی پرخاش ہی اُس کی موت کا باعث بنی تھی۔

وہ سوچتا رہا اور چائے کے گھونٹ لیتا رہا۔ اگر پی۔ ایچ درانی کی کوسٹنگر انڈسٹریز کے دفتر میں ملازمت ہے تو اب اُسے کچھ دیر بعد دفتر چھوڑنا ہی پڑے گا۔ چار بجنے والے تھے۔ عمران نے چائے کی قیمت ادا کی اور وہیں نوٹ بک میں اوٹ پٹانگ اندراجات کرتا رہا.... انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے دن بھر کے اخراجات نوٹ کر رہا ہو۔

ٹھیک چار بج کر پانچ منٹ پر درانی پھر اپنی موٹر سائیکل اسٹارٹ کرتا نظر آیا۔

کچھ دیر بعد عمران پھر اس کا تعاقب کر رہا تھا.... لیکن ساتھ ہی سوچ بھی رہا تھا کہ اگر اب بھی درانی کی نظر اس پر پڑ گئی تو اس تعاقب کا راز فاش ہو جائے گا کیونکہ وہ اُسے اس حلیہ میں اچھی طرح دیکھ چکا تھا۔ گفتگو کر چکا تھا اور ایسے مواقع پر جسے وہ شاید ہی کبھی بھلا سکے۔ کیونکہ محض اُسی

کی وجہ سے وہ جوزف کا تعاقب جاری نہ رکھ سکا تھا۔ لہٰذا اس کا موجودہ حلیہ تو واضح طور پر اُس کے ذہن نشین ہوچکا تھا۔

پھر اب کیا کیا جائے؟ سوچتا رہا۔

مجبوراً عمران کو میک اپ کا سہارا لینا پڑا.... یعنی وہ مصنوعی ناک مونچھوں سمیت پھر چہرے پر جمانی پڑیں۔

درانی کی موٹر سائیکل کی رفتار تیز نہیں تھی.... کچھ دیر بعد وہ ایک جگہ رکی۔

درانی اُترا اور اُسے فٹ پاتھ سے لگا کر کھڑی کردیا.... اب عمران نے اسے ریالٹو میں داخل ہوتے دیکھا.... پھر وہ باہر ٹھہر کر کیا کرتا۔

ابھی یہاں کی بہتیری میزیں خالی تھیں.... بھیڑ تو رات کے کھانے کے وقت ہوتی تھی جب فلور شو ہوتا تھا۔

عمران نے اپنے لئے درانی کے قریب ہی ایک میز منتخب کی.... لیکن اس طرح بیٹھا کہ درانی کی پشت اُس جانب رہی۔ مڑے بغیر وہ اُسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ پھر ایسی جگہوں پر پیچھے مڑ کر کون دیکھتا ہے۔

لیکن وہ سوچ رہا تھا.... اب پھر چائے پینی پڑے گی.... ویٹر اُس کے قریب آیا۔

"پوٹیٹو چپس....!" عمران نے آہستہ سے کہا۔

"چائے یا کافی....!" ویٹر نے پوچھا۔

"پہلے صرف چپس لاؤ.... چائے تھوڑی دیر بعد طلب کروں گا۔"

ویٹر چلا گیا.... دوسرا ویٹر درانی کا آرڈر لے گیا تھا۔

کچھ دیر بعد عمران پوٹیٹو چپس سے شغل کرتا ہوا نظر آیا۔

اور پھر ایک آدھ کچلے چپس دانتوں ہی میں دبے رہ گئے کیونکہ صدر دروازے میں ظفرو پٹیل دکھائی دیا تھا.... دونوں کی نظریں ملیں۔ ظفرو ٹھٹکا.... پھر آگے بڑھتا چلا آیا اور درانی کی میز کے قریب آکر رکا۔

عمران کو اپنی مصنوعی مونچھیں یاد آئیں.... اور اُس نے سوچا کہ وہ اُسے پہچان چکا ہے۔ ورنہ نظریں ملتے ہی ٹھٹھک جانے کا کیا مطلب تھا۔

اب ایک نہیں دو تھے.... مونچھوں میں ظفرو نے اُسے پہچان لیا تھا.... مونچھیں ہٹا دیتا تو درانی جھپٹ پڑتا.... اُسے اس سچویشن پر ہنسی آنے لگی۔

ظفرو بیٹھ چکا تھا.... گویا وہ درانی کو بھی میک اپ میں پہچانتا تھا اور شاید پہلے سے یہاں ملنا طے پاچکا تھا۔

عمران نے اپنے انداز میں بے تعلقی پیدا کی اور ویٹر کو اشارے سے بلا کر چائے لانے کو بھی کہا۔

ظفرو درانی سے گفتگو کرتے وقت عمران کو مسلسل گھورے جارہا تھا۔

پھر دفعتاً درانی بھی مڑا.... غالباً ظفرو کے گھورنے کے انداز ہی نے اُسے مڑنے پر مجبور کیا تھا.... عمران پر اچٹتی سی نظر ڈال کر وہ پھر ظفرو کی طرف متوجہ ہوگیا.... اس بار ظفرو نے آہستہ سے کچھ کہا.... اور درانی کرسی سمیت عمران کی طرف مڑ گیا.... وہ اُسے خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا.... عمران کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ بکھر گئی.... وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اُس کے ماتحت ظفرو کی نگرانی کررہے ہوں گے۔ اس نے انگڑائی لینے کے بہانے ہاتھ اٹھا کر کچھ مخصوص قسم کے اشارے کئے تاکہ اس کے ماتحت سچویشن سے آگاہ ہوسکیں۔ یہاں کم از کم تین چہرے ایسے ضرور تھے جن پر اس کے ماتحتوں کا اطلاق ہوسکتا تھا۔

ظفرو اور درانی پھر ایک دوسرے کی جانب متوجہ ہوگئے تھے.... اور سرگوشیوں میں گفتگو جاری تھی۔

دفعتاً ظفرو اپنی کرسی سے اٹھ کر عمران کی میز کے قریب آیا.... اس کے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں تھے اور داہنی جیب سے ریوالور کی نال کا ابھار صاف نظر آرہا تھا۔

"اب نہیں بچو گے....!" وہ پیر سے ایک کرسی کھسکا کر بیٹھتا ہوا آہستہ سے بولا۔

"اے.... ویٹر....!" عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ایک چائے اور لاؤ۔"

"شکریہ....!" ظفرو کا لہجہ بے حد زہریلا تھا۔

"کوئی بات نہیں۔" عمران مسکرایا۔

"تمہارے کسی آدمی نے میرے ایک آدمی کو بے آواز ریوالور سے زخمی کیا تھا.... لہٰذا یہ ریوالور بھی بے آواز ہی ہے۔"

"میں سمجھا تھا شاید شیام کلیان سنائے گا....!" عمران خوش ہوکر بولا۔ "یہ تو بڑی اچھی بات ہے ورنہ بور کرنے کے لئے اپنا ریڈیو اسٹیشن ہی کیا کم ہے۔"

"خاموش رہو....! تم مجھے الو نہیں بنا سکتے۔"

"کوئی کسی کو الو نہیں بنا سکتا۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "ہر الو پیدائشی الو ہوتا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے۔ تعجب ہے کہ تم کراہت سے اس کا تذکرہ کررہے ہو۔"

”ظفرو کا راستہ کاٹ کر زندہ بچنے والے اپاہج کہلاتے ہیں۔“

”شاید میں نے ایڈگر ویلس کے کسی ناول میں یہ جملہ پڑھا تھا۔“ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”چائے.... پیئو.... بل ادا کرو.... پھر تمہیں ہمارے ساتھ چلنا پڑے گا۔“ ظفر غرایا۔

”ساتھ بھی چلنا پڑے گا اور بل بھی خود ہی ادا کرنا پڑے گا۔ نہیں مائی ڈیئر ظفرو یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔ بل تم ہی ادا کرو گے۔ ورنہ میں تمہارے ساتھ چلنے سے صاف انکار کردوں گا۔“

”کیا یہیں مرنا چاہتے ہو....“ ظفرو نے آنکھیں نکالیں۔ اتنے میں ویٹر چائے بھی لایا۔

”خود ہی بناؤ....!“ ظفرو نے عمران سے کہا۔ ویٹر جا چکا تھا.... عمران نے پیالیاں سیدھی کیں اور اُن میں شکر ڈالتے ہوئے پوچھا.... ”کتنے چمچے۔“

”ڈیڑھ....!“ ظفرو غرایا۔ ”باتوں میں الجھا کر مجھے بے وقوف نہ بنا سکو گے سمجھے.... ہو سکتا ہے کہ یہاں بھی تمہارے آدمی موجود ہوں.... لیکن میں دیکھوں گا کہ مجھے کون روکتا ہے۔“

”اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“ عمران نے دردناک لہجے میں کہا اور منہ چلانے لگا۔

ظفرو اُسے گھورتا رہا۔ عمران نے بڑے اطمینان سے دونوں پیالوں میں چائے انڈیلی اور ایک اس کی طرف سرکاتا ہوا بولا۔ ”وش یو گڈ لک....!“

”میں چائے نہیں پیوں گا۔“ ظفرو جھنجھلا کر بولا۔

”تب تو ہر حال میں تمہیں بل کی رقم ادا کرنی پڑیگی۔ ایک پلیٹ پوٹیٹو چپس بھی منگوائے تھے۔“

”سنو.... میں تمہیں یہاں سے زبردستی بھی اٹھوا سکتا ہوں۔“ ظفرو غرایا۔ ”یقین نہ ہو تو کاؤنٹر کی طرف دیکھو.... وہاں کام کرنیوالے کتنے سراسیمہ نظر آرہے ہیں۔“

”تم ایسے ہی گلفام ہو....!“ عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

”صرف تین منٹ....!“ ظفرو کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالتا ہوا غرایا۔ ”تین منٹ اور دے سکتا ہوں.... اُس کے بعد اپنی بے عزتی کے تم خود ذمہ دار ہو گے۔“

”میری بے عزتی۔“ عمران نے حیرت سے کہا۔ چند لمحے مضحکانہ انداز میں ظفرو کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”کیا تم مجھے اب تک کوئی معزز آدمی سمجھتے رہے ہو۔“

”تو تم نہیں چلو گے میرے ساتھ۔“ ظفرو نے پھر آنکھیں نکالیں۔

”ابھی تک میں نے اس پر اظہار خیال نہیں کیا....؟“

”تمہیں چلنا پڑے گا سمجھے.... ورنہ میرا آدمی تو صرف زخمی ہوا تھا تم ہمیشہ کی نیند سو جاؤ گے۔“

”میں جانتا ہوں....!“ عمران نے اس طرح سر ہلا کر کہا جیسے اُن کے درمیان کوئی معمولی قسم کی گفتگو ہو رہی ہو۔

”پھر....؟“

”خیر.... تو مجھے کہاں لے جاؤ گے؟“

”خود دیکھ لو گے؟“

”اب تو دیکھنا ہی پڑے گا۔“

”ویٹر کو بلا کر بل طلب کرو۔“ ظفرو نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”کیوں دھمکا رہے ہو مجھے کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ جانے سے قبل مجھے باتھ روم تک بھی جانا پڑے۔“ عمران نے کہا اور اشارے سے ویٹر کو بلا کر بل طلب کیا.... اُس کے ہونٹوں پر حقارت آمیز مسکراہٹ تھی اور وہ ظفرو کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔

ویٹر بل لایا.... عمران نے مسکراتے ہوئے قیمت ادا کی۔ لیکن ایسے انداز میں جیسے ظفرو پر احسان کیا ہو.... پھر یک بیک بے حد سنجیدہ نظر آنے لگا۔

”میں سچ مچ باتھ روم تک جانے کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔ تم جانتے ہی ہو گے کہ یہاں نکاسی کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔“

”نہیں۔“

”تم ساتھ چلو.... اپنے بے آواز ریوالور کا رخ باتھ روم کی طرف کئے رہنا۔“

درانی بھی اپنی کرسی سے اٹھ کر اُن کے قریب آگیا.... اور طنزیہ لہجے میں بولا۔ ”اس کی آخری خواہش بھی ضرور پوری ہونی چاہئے۔ تم فکر نہ کرو۔ میں دیکھوں گا۔“

”بالآخر ایک شریف آدمی پسیج گیا۔“ عمران نے اُٹھتے ہوئے اس طرح کہا جیسے کسی لکھی ہوئی کہانی کا کوئی جملہ پڑھ دیا ہو۔

اب وہ باتھ روم کی طرف جا رہا تھا اور درانی اس کے ساتھ چل رہا تھا۔ ہال سے، گزر کر وہ ایک طویل راہداری میں داخل ہوئے جس کا اختتام دیوار ہی پر ہوا تھا۔ ایک سرے سے دوسرے تک دورویہ غسل خانوں کے دروازے نظر آرہے تھے۔

عمران ایک دروازے کا ہینڈل گھمانے کے لئے قدرے خم ہوا.... درانی اُس سے لگا کھڑا تھا.... دفعتاً عمران کے دونوں ہاتھ پوری قوت سے اس کی داہنی کنپٹی پر ٹکرائے، حملہ غیر متوقع تھا۔ اس لئے درانی سنبھل نہ سکا۔ سر دیوار سے ٹکرایا غالباً آنکھوں میں تارے ناچ گئے ہوں گے۔

ٹکراؤ سے پیدا ہونے والی گونجیلی آواز یہی کہہ رہی تھی۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ زمین پر گر رہا تھا.... عمران اسے باتھ روم میں گھسیٹ لے گیا۔

درانی بے ہوش ہو چکا تھا.... عمران نے اُسے فرش پر ڈال دیا اور اپنے کوٹ کی جیبوں سے مختلف چیزیں نکال کر پتلون کی جیبوں میں ٹھونسیں.... پھر کوٹ اتار کر وہیں فرش پر پھینک دیا.... مصنوعی ناک اور مونچھیں بھی پتلون کی جیب میں پہنچ چکی تھیں.... گردن سے ٹائی بھی نکال پھینکی.... اب وہ نہایت اطمینان سے واپس جا رہا تھا.... ظفرو کے فرشتے بھی اُسے اس حلئے میں نہ پہچان سکتے۔ وہ ڈائننگ ہال سے گزرتا ہوا صدر دروازے تک آ پہنچا.... ظفرو کی آنکھیں راہداری کی طرف ہی لگی ہوئی تھیں۔

◆

عمران اب فٹ پاتھ پر نظر آیا۔

بیس بائیس منٹ تک آس پاس ہی منڈلاتا رہا.... پھر وہ منظر بھی آنکھوں کے سامنے آیا جس کے لئے وہ اتنی دیر یہاں ٹھہرا تھا۔ ایک ڈاکٹر اور دو کانسٹیبل ہوٹل میں داخل ہو رہے تھے۔ عمران فٹ پاتھ پر ہی کھڑا قریبی نیوز اسٹینڈ کا جائزہ لیتا رہا۔ کبھی کوئی رسالہ اٹھا کر الٹنے پلٹنے لگتا اور کبھی کوئی اخبار اٹھا لیتا۔

کچھ دیر بعد ایک ایمبولینس گاڑی آکر رکی دو آدمی اسٹریچر اٹھائے اُس پر سے اترے اور ہوٹل میں داخل ہو گئے۔

عمران اخبار خرید کر اُسے رول کر رہا تھا.... انداز ایسا ہی تھا جیسے سوچ رہا ہو کہ اب گھر جائے یا ابھی کچھ دیر اور مٹر گشت کرے۔

پھر وہ کچھ اور آگے بڑھ کر ان لوگوں میں آملا جو وہاں کھڑے بس کا انتظار کر رہے تھے۔

کچھ دیر بعد ہسپتال کا عملہ.... بیہوش درانی کو اسٹریچر پر ڈالے ہوئے ہوٹل سے باہر آیا.... لیکن ظفرو اُن کے ساتھ نہیں تھا.... پتہ نہیں ظفرو ہی نے اُسے غسل خانے میں بے ہوش پایا تھا یا کسی دوسرے گاہک نے۔

ایمبولینس گاڑی چلی بھی گئی لیکن ظفرو باہر نہ دکھائی دیا۔

عمران پھر ہوٹل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اب اس نے اپنے بال پیشانی پر بکھرا لئے تھے اور کوئی

کھلنڈرا ارمان پسند اور لاپرواہ نوجوان معلوم ہو رہا تھا۔

اُسے یقین تھا کہ ظفرو اُسے اس حلئے میں نہ پہچان سکے گا.... وہ پھر ہوٹل میں داخل ہوا.... ظفرو اُسی میز پر نظر آیا جہاں عمران نے اُسے کچھ دیر پہلے چھوڑا تھا چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔

عمران اُس کے قریب ہی ایک میز پر جم گیا.... وہ سوچ رہا تھا کہ اب وہ مردود یہیں بیٹھا رہ جائے گا۔

ظفرو کبھی کبھی سہمے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگتا تھا.... عمران نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر کوکا کولا کی بوتل طلب کی.... وہ دراصل یہاں بیٹھنے کا جواز پیدا کرنا چاہتا تھا ورنہ معدہ تو صبح ہی سے زبردستیوں کا شکار ہوتا رہا تھا۔

یہ بھی عجیب اتفاق تھا کہ جس وقت وہ بوتل کی قیمت ادا کر رہا تھا اُسی وقت ظفرو کو بھی اٹھتے دیکھا پھر عمران نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے ساتھ ہی پانچ دوسرے آدمیوں نے بھی اپنی میزیں چھوڑی ہیں.... پتہ نہیں ان میں سے خود اس کے کتنے آدمی تھے اور کتنے ظفرو کے.... ویسے اس کی لاف و گزاف سے تو ظاہر ہوتا رہا تھا جیسے وہ تنہا نہ ہو۔

باہر نکل کر ظفرو فٹ پاتھ پر ٹھہر گیا.... چند لمحے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا پھر سڑک پار کرنے لگا۔ عمران سوچ رہا تھا کیا وہ پیدل کہیں جائے گا۔ گاڑی لایا ہوتا تو یہیں پارک کی ہوتی۔ کیونکہ یہاں پارکنگ کی ممانعت نہیں تھی۔ اُس نے اُسے سامنے والی گلی میں داخل ہوتے دیکھا۔ اُس کے پیچھے کچھ اور لوگ بھی تھے۔

عمران نے بھی سڑک پار کی.... اور جیسے ہی گلی میں داخل ہوا ظفرو کو ایک چھوٹے سے چائے خانے میں داخل ہوتے دیکھا.... اُس کے ساتھ دو آدمی اور بھی تھے.... عمران نے انہیں پہچان لیا.... یہ بھی اُس کے ساتھ ہی ہوٹل سے اٹھے تھے۔

چائے خانے کے برابر ہی پان کی دوکان تھی۔ عمران وہیں رک کر سگریٹ خریدنے لگا۔ یہاں سے وہ چائے خانے کے اندر بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ ظفرو اُن دونوں سے گفتگو کرتا ہوا نظر آیا.... پھر دو آدمی اور چائے خانے میں داخل ہوئے۔ ان کے چلنے کا انداز بتا رہا تھا کہ صدیقی اور چوہان ہیں۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں آدمی باہر آگئے جن سے ظفرو گفتگو کر رہا تھا۔

عمران نے انہیں سڑک کی طرف جاتے دیکھا۔

اُس کے ماتحت چائے خانے ہی میں تھے۔ ظفرو نے وہاں سے کوئی چیز خریدی اور خود بھی باہر آگیا۔ لیکن اب وہ ریالٹو والی سڑک کیطرف جانیکی بجائے گلی کے دوسرے نکاس کیطرف جا رہا تھا۔

عمران آہستہ آہستہ اُس کے پیچھے چلتا رہا.... دوسری سڑک پر پہنچ کر عمران کو معلوم ہوا کہ ظفرو نے اپنی کار وہاں پارک کی تھی۔ وہ خود اپنی موٹر سائیکل ریالٹو کے سامنے چھوڑ کر آیا تھا۔ جتنی دیر میں وہ اُس کے لئے وہاں جاتا۔ ظفرو کہیں کا کہیں پہنچتا۔ آخر عاقبت اندیش عمران اُسی وقت گہری نیند سو گیا اور وہ عمران جاگ پڑا جو اندھادھند آگ کے دریا میں بھی چھلانگ لگا سکتا تھا۔

ظفرو اسٹیئرنگ کے سامنے بیٹھ چکا تھا۔ دفعتاً عمران آگے بڑھا اور بڑی بے تکلفی سے اگلی ہی سیٹ کا دروازہ کھول کر اُس کے برابر جا بیٹھا پھر قبل اس کے ظفرو سنبھلتا.... عمران کا ہاتھ اس کے کوٹ کی جیب میں بھی پہنچ گیا۔

اور اب وہ آہستہ سے غرایا۔ ”تمہارے بے آواز ریوالور کے ٹریگر پر میری انگلی ہے۔“ ساتھ ہی ریوالور کی نال ظفرو کے پہلو میں چبھنے لگی۔

ظفرو بے سدھ ہو گیا.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جسم روح سے خالی ہو چکا ہو۔

”چلو....!“ عمران نے اُسکے پہلو پر مزید دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔ ”اب تم میرے ساتھ چلو گے۔“

ظفرو نے اگنیشن کی گھمائی انجن اسٹارٹ ہو گیا۔ گاڑی بھی چل پڑی۔

”میں راستہ بتاؤں گا.... چلتے رہو۔“ عمران غرایا۔ ”میں تم سے صرف اپنے اس کوٹ کی قیمت وصول کروں گا جو ریالٹو کے باتھ روم میں چھوڑ آیا ہوں۔“

”تم کیا چاہتے ہو۔“

”کیا تم بہرے ہو.... کوٹ کی قیمت....!“

”کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔ میں لڑکی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔“

”لڑکیوں کے سلسلے میں کسی مرد کے پیچھے پڑنا اپنا شعار نہیں ہے....“

”تم پچھتاؤ گے۔“

”کچھ دیر پہلے تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے تھے۔ چلو وہیں لے چلو۔“

”مم.... میں تو.... تمہیں مرعوب کرنا چاہتا تھا۔ کہیں نہ لے جاتا۔“

”اور میں تمہیں دکھانا چاہتا ہوں کہ شہر میں جسے جہاں سے اٹھانا چاہوں بآسانی اٹھا لے جا سکتا ہوں....“ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

ظفرو خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

عمران نے اُس کے پہلو میں ریوالور کا دباؤ کچھ اور بڑھا دیا تھا۔ ظفرو خاموش ہی رہا۔ اُس کی نظر ونڈ شیلڈ پر تھی۔

”بائیں جانب موڑ لو....!“ عمران غرایا اور اس نے بے چوں و چرا تعمیل کی۔

”تم نے مجھے درانی کے پیچھے کیوں لگایا تھا؟“ عمران نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”تاکہ وہ اچھی طرح تمہاری خبر لے سکے؟“ ظفرو نے جھلا کر کہا۔ وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

”اور اُس نے اچھی طرح میری خبر لے لی۔“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”تم زیادہ دن زندہ نہیں رہ سکو گے۔“ ظفرو زہریلے لہجے میں بولا۔ ”اسے لکھ لو۔ شہر میں کوئی بات ہو تو خواہ مخواہ اپنی ٹانگ اڑا بیٹھتے ہو مجھے دیکھنا ہے کہ رحمان صاحب کا اثر و رسوخ تمہیں کب تک بچائے رکھتا ہے۔“

”اوہ....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”میں سمجھ گیا۔ تم چاہتے ہو کہ میں بھوکا مروں؟“

”تم کوئی ڈھنگ کا کام کیوں نہیں کرتے۔“

”اس لئے کہ میں بھی تمہارے ہی ڈھنگ کا آدمی ہوں۔ جب تک حرام کی بھی نہ ملے ہاضمہ ہی درست نہیں ہوتا۔“

”یہ بات ہے تو میرے ساتھ آملو....!“

”اس معاملے کے خاتمے کے بعد غور کروں گا کیونکہ رانا تہور علی سے ایڈوانس لے چکا ہوں۔“

”وہ اُس لڑکی کے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے۔“

”تم لوگوں کو اُس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔“

”داور کا کوئی معاملہ ہے۔ ہمارے آدمی کئی دن سے اس کی نگرانی کرتے رہے تھے۔“

”اور پچھلی رات بھی کوئی اس کا تعاقب کرتا رہا تھا۔“

”یقیناً کرتا رہا ہوگا۔ ورنہ آج صبح وہ رانا پیلس سے کیوں اٹھائی جاتی۔“

”میٹرو شاہ کے تکئے کے درویشوں کا کیا قصہ ہے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”کسی نے انہیں رانا پیلس کی نگرانی پر لگایا تھا۔“

”میں اُس کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔“

”داور سے تمہارے معاہدے کی بنیاد کیا ہے۔“

”یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟“

”کتنا ملے گا اُس سے....؟“

"پندرہ ہزار....!"

"کتنے دنوں کا معاہدہ ہے۔"

"ڈیڑھ ماہ کا....!" ظفرو.... کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "تم داور کو کب سے جانتے ہو۔ تم دونوں کی گفتگو سے تو یہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے بہت پرانی جان پہچان ہو۔"

"میں اُسے بہت دنوں سے جانتا ہوں۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

"خطرناک آدمی ہے۔"

"اور تم....؟" ظفرو مسکرایا۔ "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنی جلدی پھر پلٹ پڑو گے۔"

"اسی لئے تم نے اپنے اُن آدمیوں کو بھی رخصت کر دیا تھا جو تمہاری دیکھ بھال کر رہے تھے۔"

"تم کیا جانو....!" ظفرو نے حیرت سے کہا۔

"کچھ بات تو ہے جو اب تک زندہ ہوں۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "ورنہ کسی ظفرو کے سے تھرڈ کلاس بدمعاش نے کبھی کا موت کے گھاٹ اتار دیا ہوتا۔"

"اوہ....!" یک بیک ظفرو چونک کر بولا۔ "تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔"

"رانا پیلس....!"

"کیوں....؟"

"تمہیں چائے پلا کر دو چار غزلیں سناؤں گا۔ پچھلی رات بھی ایک تازہ غزل ہوئی ہے۔ پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ جب تک کوئی سنے گا نہیں بدہضمی میں مبتلا رہونگا۔ آج کل سامعین کہاں ملتے ہیں۔ مجبوراً ریوالور کے زور پر مہیا کرتا ہوں، غزل تو الگ رہی تمہیں دوہے بھی سننے پڑیں گے۔"

"پچھتاؤ گے ورنہ سیدھی طرح گفتگو کرو۔"

"داور کا پتہ بتا دو.... میں یہیں اُتر جاؤں گا۔"

"پتہ مجھے نہیں معلوم جب ضرورت ہوتی ہے خود ہی آملتا ہے۔"

"بھلا کیسے یقین کیا جا سکتا ہے۔"

"پھر جو تمہارا جی چاہے کرو۔"

"اچھی بات ہے تو اب تمہیں ایک عدد افسانہ بھی سننا پڑے گا.... والد صاحب کی غزلیں بھی سناؤں گا۔"

"والد صاحب والی دھمکی کسی اور کو دینا۔" ظفرو نتھنے پھلا کر بولا۔ "میرے خلاف کچھ نہیں ثابت کیا جا سکتا.... سمجھے۔"

"کیا تمہیں صبح کی بات یاد نہیں۔" عمران مسکرا کر بولا۔ "تمہارے کئی اڈے میری نظر میں ہیں۔ جب چاہوں وہاں چھاپے پڑ سکتے ہیں۔"

"اونہہ....!" ظفرو نے شانے سکوڑ کر کہا۔ "دیکھا جائے گا.... اور میں گاڑی روکنے جا رہا ہوں۔ دیکھتا ہوں تم کیا کر لیتے ہو۔"

"ہوں....!" عمران نے سر ہلا کر مضحکانہ انداز میں کہا۔ "اچھی بات ہے یہ بھی کر کے دیکھ لو.... یہیں سڑک پر مرمت کروں گا۔"

ظفرو نے گاڑی روک دی دوسرے ہی لمحے میں اُس کا ریوالور بھی جیب سے نکل کر عمران کی پتلون کی جیب میں پہنچ گیا.... پھر اُس نے ظفرو کا گریبان پکڑا اور دروازہ کھول کر اُسے نیچے کھینچ لیا اور لگا دونوں ہاتھوں سے پیٹنے.... ساتھ ہی بلند آواز میں کہتا بھی جا رہا تھا۔ "پھر مارو گے.... پھر مارو گے غریبوں کی لڑکیوں کو آنکھ....!"

مجمع اکٹھا ہونے لگا.... کسی نے بیچ بچاؤ کرانا چاہا....

"الگ ہٹئے صاحب....!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "اس شہر میں سبھی بے غیرت نہیں ہیں۔"

"حرام زادہ کار میں بیٹھ کر خود کو قارون سمجھنے لگتا ہے۔ غریبوں کی لڑکیوں کو آنکھ مارتا پھرتا ہے.... چھیڑتا ہے.... آوازے کستا ہے۔"

"مارو سالے کو....!" کئی آوازیں بیک وقت آئیں.... اور پھر ظفرو کی چٹنی بن گئی۔ اتفاق سے اس وقت آس پاس کوئی ڈیوٹی کانسٹیبل بھی موجود نہیں تھا۔ اُس کے کپڑے تار تار ہو گئے۔ ناک اور منہ سے خون بہہ چلا تھا.... پھر وہ بیہوش ہو گیا۔

"بس اب ہٹ جائیے۔" عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "میں اسے تھانے لے جاؤں گا۔"

کئی آدمیوں کی مدد سے اُس نے اُسے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈالا اور خود اسٹیئرنگ سنبھال کر انجن اسٹارٹ کرنے لگا۔

"مدد کی ضرورت ہو تو ہم چلیں۔" کسی نے باہر سے کہا۔

"نہیں شکریہ....!" عمران بولا۔ "میں خود ہی دیکھ لوں گا۔"

گاڑی آگے بڑھ گئی۔ لیکن عمران اب سوچ رہا تھا کہ اُسے حقیقتاً کیا کرنا چاہئے۔ لڑکی کہاں ہو گی؟ اس کا علم شاید ظفرو کے فرشتوں کو بھی نہ ہو۔ بات تو خود ظفرو ہی کی حماقت کی بناء پر یہاں تک بڑھ گئی تھی۔ ورنہ عمران صرف درانی ہی کا تعاقب کرتا رہتا۔

کچھ دور چلنے کے بعد اُس نے ظفرو کی گاڑی ایک سنسان گلی میں موڑدی اور ایک جگہ اُسے روک کر خود اُتر آیا تھا اپنی جیب سے اس کا ریوالور نکال کر رومال سے اچھی طرح صاف کیا اور پھر اُسی کی جیب میں ڈال دیا۔ اب وہ تیز قدموں سے گلی کے دوسرے سرے کی جانب بڑھ رہا تھا۔

دوسری سڑک پر پہنچ کر ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا۔ موٹر سائیکل ریالٹو کے سامنے چھوڑ آیا تھا.... لہٰذا اُسی طرف واپسی ضروری تھی کچھ دیر بعد ٹیکسی مل گئی۔

موٹر سائیکل وہیں ملی جہاں چھوڑی تھی.... اور اب سوچ رہا تھا کہ دوسرا قدم کس جانب اٹھنا چاہئے۔ موجودہ میک اپ بھی بیکار ہو چکا تھا۔

وہ پھر رانا پیلس آیا.... جوزف یہاں موجود تھا۔

عمران کو دیکھ کر کسی شکاری کتے کی طرح کان کھڑے کئے لیکن آواز سن کر ڈھیلا پڑ گیا۔

“میک اپ میں بولتے رہا کرو باس....!” اُس نے ہنس کر کہا۔ “ورنہ کسی دن میرے ہاتھ سے مارے جاؤ گے۔”

“بکواس نہیں.... اس وقت خون سوار ہے۔”

“کیا بات ہے باس....!” جوزف نے دانت نکال دیئے۔ اُس کی آنکھوں میں اس وقت ایسی ہی چمک نظر آرہی تھی جیسی کسی ندیدے بچے کی آنکھوں میں اس وقت نظر آتی ہے جب کوئی اپنی پسندیدہ چیز دیکھتا ہے جس کے لئے عرصہ سے ترستا رہا ہو۔

“آج رات شائد تیرا کھیل بھی ہو جائے۔”

“میں نہیں سمجھا باس....!”

“ایک عمارت میں گھسنا ہے۔”

“کہاں....؟ کیا بات ہے؟”

“کچھ نہیں.... ابھی نہیں بتاؤں گا۔”

عمران ڈرائنگ روم میں آیا فون پر بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے.... وہ دوسری طرف موجود تھا وہ اس عمارت کی نگرانی کے متعلق ہدایات دینے لگا جہاں درانی نے اُسے یا تو دھوکا دینے کی کوشش کی تھی یا حقیقتاً کسی کو کوئی پیغام پہنچایا تھا۔ “یہ بھی معلوم کرو کہ وہاں کون رہتا ہے۔” اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ “ایک گھنٹے کے اندر اندر مجھے مطلع کرو.... اوور اینڈ آل....!”

ریسیور رکھ کر وہ ایک آرام کرسی میں نیم دراز ہو گیا.... آنکھیں بند کرلیں.... ویسے وہ یہاں قطعی غیر محفوظ تھا۔ اب سنگ ہی جانتا تھا کہ اس عمارت سے بھی اس کا تعلق ہے ہو سکتا تھا

اب اُس نے اس عمارت کی نگرانی کے نلئے دوسرے ذرائع پیدا کرلئے ہوں۔ میٹرو شاہ کے تکئے کے درویش تو شاید اب ادھر کا رخ بھی نہ کریں۔ عمران سوچتا اور اونگھتا رہا۔

کچھ دیر بعد قون کی گھنٹی بجی۔ اُس نے ہاتھ بڑھایا.... دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز آئی۔ “کسی نے ظفرو کو بُری طرح مارا ہے.... اقبال روڈ کی گلی میں اس کی گاڑی کھڑی ملی ہے۔ وہ اس میں بے ہوش پڑا تھا۔”

“خوشی کی بات ہے۔” عمران سرہلا کر بولا۔ “کہ میرے ماتحت بھی مجھے نہیں پہچان سکتے؟ ظاہر ہے کہ وہ ظفرو کے پیچھے رہے ہوں گے۔”

“جی ہاں.... اوہ.... آپ تھے۔”

“اس عمارت کا کیا رہا۔”

“وہاں.... کوشی نام کی ایک غیر ملکی رقاصہ رہتی ہے۔”

“چینی ہے؟”

“جی ہاں.... چینی ہے۔”

عمران نے کچھ کہے بغیر سلسلہ منقطع کردیا.... اُس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئی تھیں۔

* * *

“کوشی.... چینی رقاصہ....!” وہ تھوڑی دیر بعد بڑبڑایا۔

اور پھر فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے.... دوسری طرف سے جواب ملنے پر ماؤتھ پیس میں بولا۔ “پٹ می آن ٹو مسٹر کمال۔”

کچھ دیر خاموش رہا دوسری طرف سے آواز آئی۔ “ہیلو کمال اسپیکنگ....!”

“عمران....!”

“اوہ.... ہو! کہاں بھول پڑے.... خیریت۔”

“میں آج بہت اداس ہوں۔”

“اچھا.... جی.... کیوں اُلو بناتے ہو.... کوئی خاص چکر ہے۔”

“ہے تو خاص ہی.... پتہ نہیں کیوں آج کل چینی لڑکیوں کو دیکھ کر دل میں گد گدیاں ہونے لگتی ہیں۔”

”ہوں تو آجاؤ.... یہاں کئی چینی لڑکیاں ہیں۔“

”سنو.... ایک بار شاید تمہارے ہی ہوٹل میں ایک چینی رقاصہ کوشی کا فلور شو دیکھا تھا۔“

”ہاں... ہاں... وہ اب بھی اکثر یہاں آتی ہے ویسے اس سے کوئی مستقل کنٹریکٹ نہیں ہے۔“

”یار وہ کوشی.... کیا آج آئے گی۔“

”نہیں.... کیوں؟ تم کیا چاہتے ہو۔“

”گھر کا پتہ معلوم ہے۔“

”کیوں نہیں.... بتاؤں؟“

”شکریہ.... شکریہ۔“

پھر دوسری طرف سے جو پتہ بتایا گیا وہ اُس سے مختلف نہیں تھا جس کے متعلق کچھ دیر قبل اُس نے بلیک زیرو سے گفتگو کی تھی۔

”کیا واقعی اُس پر دل آگیا ہے۔“

”اب کیا بتاؤں....!“

”اچھا تو خوش ہو جاؤ.... اس نے ابھی حال ہی میں یہاں کی شہریت حاصل کرنے کی درخواست فائیل کی ہے۔“

”تو وہ یہاں کئی سال سے ہے۔“

”ہاں.... ایک طائفے کے ساتھ دو سال قبل آئی تھی.... طائفہ چلا گیا تھا وہ یہیں رہ پڑی تھی۔ حکام نے اُسے عارضی قیام کی اجازت دے دی تھی۔“

”تو پھر میں.... جج.... جاؤں.... وہاں....!“ عمران ماؤتھ پیس میں ہکلایا۔

”ضرور جاؤ.... میرا حوالہ دے دو گے تو یہ بھی نہ کہہ سکے گی کہ فی الحال اُس کے پاس وقت نہیں ہے۔“

”اچھی بات ہے.... میں کہہ دوں گا کمال صاحب نے بھیجا ہے؟“

”لیکن کس لئے....!“ دوسری طرف سے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا گیا۔

”یہ بھی تم ہی بتاؤ۔“ عمران بے بسی سے بولا۔ ”میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا۔“

”کہہ دینا کہ میں تم پر عاشق ہو گیا ہوں۔“

”کون تم....!“ عمران نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”نہیں یار.... میں تمہاری بات کر رہا تھا۔“

”لیکن مجھے کہنا تو کچھ تمہاری بابت ہو گا۔“

”ٹھیک ہے کہہ دینا.... کمال نے بھیجا ہے۔ مقصد پوچھے تو صرف ملاقات بتانا۔“

”خالی خولی ملاقات....!“

”اوہو! تو پھر کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں آپ کے لئے پورا ٹائیم ٹیبل مرتب کروں گا۔“

”اچھی بات ہے.... میں ہی دیکھ لوں گا۔“

”اور کچھ....!“

”نہیں بس بہت بہت شکریہ۔“

”کب مل رہے ہو۔“

”بہت جلد....!“ عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

ٹھیک نو بجے اُس کی کار اس عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔ جہاں کوشی کا قیام تھا۔ برآمدے میں پہنچ کر اُس نے کال بل کا بٹن دبایا.... اندر سے گھنٹی کی تیز آواز آئی.... اور جلد ہی کسی نے دروازہ کھولا۔

”یہ ایک بوڑھا دیسی ملازم تھا۔“ عمران نے اُس سے کہا۔ ”مجھے گرین ہوٹل کے مسٹر کمال نے بھیجا ہے۔“

”کارڈ.... جناب....!“

”کارڈ.... اوہ! کارڈ تو شاید اس وقت میرے پاس نہ ہو گا۔“ عمران مضطربانہ انداز میں جیبیں ٹٹولتا ہوا بولا۔ ”جلدی میں آیا ہوں.... کیا مس کوشی موجود ہیں۔“

”جی ہاں.... ٹھہریئے۔“ ملازم نے کہا اور واپس چلا گیا۔

عمران گرد و پیش کا جائزہ لیتا رہا.... اس وقت وہ میک اپ میں نہیں تھا اس لئے چہرے پر حماقتوں کی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد ملازم نے آکر اطلاع دی کہ کوشی اس سے مل رہی ہے۔

”تشریف لائیے۔“ وہ پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

کچھ دور چلنے کے بعد عمران ایک شاندار ڈرائینگ روم میں داخل ہوا.... اُسے زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔

کوشی واقعی دلکش تھی.... عمران اُسے دیکھ کر اٹھا تھا.... اور وہ مسکراتی ہوئی انگریزی میں بولی تھی۔ ”بیٹھئے.... بیٹھئے.... جناب خوش آمدید۔“

”ج.... جی ہاں.... شکریہ....!“ عمران دھم سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ اُس کے چہرے پر حماقت مآبی اور سراسیمگی کی ملی جلی جھلکیاں نظر آ رہی تھیں۔

”کیا آپ کو مسٹر کمال نے بھیجا ہے۔“

”جی ہاں.... مسٹر کمال نے۔“

”کوئی پیغام ہے۔“

”جی نہیں.... دراصل ہم لوگ سیلاب زدگان کی امداد کیلئے ایک ورائٹی شو منعقد کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں.... اس سلسلے میں....!“

”میں سمجھ گئی۔“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی پھر ہنس پڑی.... عمران بھی احمقانہ انداز میں اُس کے ساتھ ہنستا رہا۔

”آپ کیوں ہنس رہے ہیں۔“ وہ یک بیک سنجیدہ ہو کر بولی۔

”وہ.... وہ.... آپ.... یعنی کہ....!“

”میرا ساتھ دے رہے تھے۔“ وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ ”آدمی بھی کتنا مضحکہ خیز جانور ہے۔“

”جی ہاں.... بالکل بالکل....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”بھلا کیوں....؟“

”وہ آپ نے.... فرمایا نا....!“

وہ پھر ہنس پڑی:... ساتھ ہی عمران بھی ہنسا اور پھر کوشی نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔ ”کیا تم یونہی عوام سے رحم کی اپیل نہیں کر سکتے کہ وہ اپنے سیلاب زدہ بھائیوں کی امداد کریں؟“

”کر سکتا ہوں.... لیکن....!“

”میں جانتی ہوں اس طرح ان کی گرہ سے پیسے نہیں نکلیں گے.... وہ چاہتے ہیں کہ ان کی خیرات بھی ان کے لئے تھوڑی سی عیاشی فراہم کر دے....!“

”جی ہاں.... اور کیا....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”مجھے افسوس ہے میں اس سلسلے میں کچھ نہ کر سکوں گی۔“ کوشی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

”تو پھر سیلاب زدگان.... یعنی کہ....!“

”جہنم میں جائیں۔“

”لیکن مسٹر کمال....!“

”مسٹر کمال بھی جہنم میں جائیں۔“

”اور.... میں.... یعنی کہ میں....!“

وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔ ”تمہارے لئے سوچنا پڑے گا۔ ویسے تم کیا کرتے ہو۔“

”یہی سب۔ سیلاب زدگان کی مدد وغیرہ.... قوم کے لئے چندہ اکٹھا کرنا میری ہابی ہے۔“

”اس کا مطلب ہوا کہ کوئی ٹھوس آمدنی نہیں ہے۔“

”جی نہیں۔“

”بھوت بنو گے۔“

”جی ہاں....!“ عمران نے سعادت مندانہ انداز میں جواب دیا.... اور وہ ہنس پڑی لیکن اس بار عمران کی سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا۔

”میں نے ایک رقص ترتیب دیا ہے.... اُس میں ایک بھوت بھی ہے.... موت کا رقص.... اگر تم مناسب سمجھو۔“

”میں بالکل تیار ہوں۔“ عمران خوش ہو کر بولا۔

”کیا نام ہے؟“

”تفضّل....!“

”صورت ہی سے معلوم ہوتے ہو۔“ وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔

”جی....!“

”کچھ نہیں ٹھیک ہے.... اگر تم مناسب ثابت ہوئے تو اکثر چانس ملتا رہے گا۔“

”ہمیشہ بھوت ہی بننا پڑے گا۔“ عمران نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

”ضروری نہیں ہے.... کچھ اور بھی بن سکتے ہو۔“

”بتا دیجئے نا....!“ عمران بچوں کی طرح ٹھنکا۔

وہ اُسے غور سے دیکھ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ آخر کچھ دیر بعد بولی۔ ”تم واقعی ایسے ہی ہو.... یا بن رہے ہو۔“

”جی میں نہیں سمجھا....!“ عمران چونک کر بولا۔

”کچھ نہیں.... سب ٹھیک ہے؟“

”ٹھیک ہے نا....!“ عمران احمقانہ انداز میں ہنسنے لگا۔

”تم کہاں رہتے ہو۔“

”کوئی خاص ٹھکانہ نہیں ہے۔“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”ماں باپ بچپن ہی میں

مر گئے تھے۔"

"لیکن چچا ابھی زندہ ہے۔" دفعتاً دروازے کی طرف سے آواز آئی۔

آواز سنگ ہی کی تھی۔ کوشی چونک کر مڑی لیکن عمران جوں کا توں بیٹھا رہا چہرہ بھی ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا۔ حتیٰ کہ کچھ دیر پہلے نظر آنے والی حماقت کی پرچھائیں بھی نہ رہ گئی تھی۔

سنگ ہی آہستہ آہستہ چلتا ہوا کمرے کے وسط میں آگیا۔

دفعتاً چینی رقاصہ اپنی مادری زبان میں کچھ کہنے لگی.... لیکن سنگ ہی نے ہاتھ ہلا کر اسے انگریزی میں جواب دیا۔ "یہ میرا نجی معاملہ ہے۔ میں اسے بہت دنوں سے جانتا ہوں۔ لہٰذا اب یہاں تمہاری موجودگی ضروری نہیں۔"

◆

کوشی کی آنکھوں میں احتجاج تھا.... عمران نے یہی محسوس کیا.... اُس نے سنگ ہی کی طرف دیکھا بھی نہیں تھا۔ بس کوشی ہی پر نظریں جمی رہی تھیں۔

"تم ابھی تک گئی نہیں۔" سنگ ہی نے کوشی کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

کوشی کھڑی ہوگئی۔ دفعتاً عمران نے ہاتھ اٹھا کر دردناک لہجے میں کہا۔ "اب مجھے تمہارے ساتھ بھوت بننے کا موقع نہ مل سکے گا۔"

"میں بھی تمہیں بھوت ہی بناؤں گا۔" سنگ ہی نے غصیلی آواز میں کہا۔

کوشی نے سر اٹھا کر سنگ ہی کی طرف دیکھا اور پھر دروازے کی جانب مڑ گئی.... دروازے سے گزرتے وقت پھر رکی اور عمران کی طرف مڑی۔

"جاؤ....!" سنگ ہی ہاتھ اٹھا کر چیخا۔

وہ چونک کر تیزی سے چل پڑی.... خودکار دروازہ بند ہو چکا تھا۔

"اب بتاؤ....!" سنگ ہی عمران کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا پھنکارا۔

"میں کیا بتاؤں انکل فراڈ.... بتاؤ گے تو تم ہی۔"

"نہ جانے کیوں میں اب تک تمہیں چھوٹ دیتا رہا تھا۔"

"اب کچھ دن چھوٹ نہ دینے کی بھی مشق کر دیکھو....!" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"میں اب تمہیں زندہ نہیں چھوڑونگا۔" سنگ ہی کی آواز تیز قسم کی سرگوشی سے مشابہ تھی۔

"آج کے اخبار میں بھی یہی تھا...."

سنگ ہی چند لمحے اُسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتا رہا پھر بولا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

"انکل ڈیئر.... میں کھڑا کب ہوں۔" عمران نے حیرت سے کہا۔

"ٹھیک ہے.... ٹھیک ہے۔" سنگ ہی مسکرایا۔ چند لمحے خاموش رہ کر عمران کو تیز نظروں سے گھورتا رہا پھر بولا۔ "میں تمہیں جان سے نہیں ماروں گا بلکہ اپاہج کر دوں گا۔"

"دونوں کا فائدہ ہے اس میں۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "مجھے اپاہج کر کے ایک گاڑی میں بٹھا دینا اور اُسے گلی گلی دھکیلتے پھرنا صدا لگاتے ہوئے اللہ کے نام پر۔ یہاں سیٹھ لوگ مزدوروں کو چاہے پوری مزدوری نہ دیں لیکن اللہ میاں کو راضی رکھنے کے لئے دل کھول کر خیرات کرتے ہیں.... چچا بھتیجے سال بھر میں لکھ پتی ہو جائیں گے۔"

"عمران....!"

"بس انکل پلیز....!"

"لڑکی سے تم نے کیا معلوم کیا تھا....؟"

"کس سلسلے میں انکل ڈارلنگ....!"

"پروفیسر راشد کے متعلق....!"

"اوہ تو کیا وہ پروفیسر راشد سے بھی کسی قسم کا تعلق رکھتی تھی۔"

"مجھے اُلو بنانے کی کوشش مت کرو۔" سنگ ہی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"ہرگز نہیں.... لیکن یہ پروفیسر راشد....!"

سنگ پھر اُسے گھورنے لگا تھا.... آخر بولا۔ "تم وہاں کیوں گئے تھے؟"

"کہاں؟"

"جمیل منزل....!"

عمران ذہن پر زور دینے لگا.... اوہ.... اُس نے سوچا شاید یہ اسی عمارت کا نام تھا جہاں انجمن بیباکان کے نائب صدر سے ٹکراؤ ہوا تھا.... اور وہ اُسے زخمی کر کے ساجدہ سمیت باہر نکل آیا تھا۔ سنگ ہی کے آدمی پہلے ہی سے اس عمارت کی نگرانی کرتے رہے تھے۔ اس طرح وہ اُن کا تعاقب کرتے ہوئے رانا پیلس تک پہنچے تھے اور رانا پیلس کی نگرانی کرنے والوں کو ساجدہ کے متعلق ہدایات دی تھیں۔

عمران نے اطمینان کی سانس لی ورنہ وہ تو اب تک یہی سوچتا رہا تھا کہ شاید دانش منزل بھی سنگ ہی کی نظر میں آگئی ہے۔

"تم کیا سوچنے لگے....؟" سنگ ہی غرایا۔

"میں سوچ رہا تھا کہ تم کس جمیل منزل کا تذکرہ کر رہے ہو۔"

"جہاں سے تم اور لڑکی رانا پیلس کے نلئے روانہ ہوئے تھے۔"

"اوہ.... اچھا.... ارے وہاں تو اچھی خاصی تفریح میسر آئی تھی۔" عمران ہنس پڑا اور پھر بولا۔ "رات میں بسلسلہ آوارگی منٹو پارک میں مقیم تھا۔ وہیں اُس لڑکی سے ملاقات ہوئی۔ میں اُسے کوئی پیشہ ور سوسائٹی گرل سمجھ کر اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ لیکن وہ تو مجھے نوکری دلانے پر تل گئی کہنے لگی میرے باس کو ایک سیکریٹری کی ضرورت ہے۔ میرے ساتھ چلو۔ میں نے کہا اتنی رات گئے تو سیکریٹری کی ضرورت نہ ہونی چاہئے آج صبح دیکھا جائے گا۔ کہنے لگی ہمارا آفس رات ہی میں کام کرتا ہے دن کو تو چھٹی رہتی ہے۔ بہر حال وہ مجھے وہاں لے گئی لیکن اس کا باس شاید مجھے پہچانتا تھا۔ لڑکی کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ بات بڑھ گئی۔ کم بخت نے ریوالور نکال لیا۔ گولی اسکی ران میں لگی تھی۔ بہر حال ہم دونوں کو وہاں سے بھاگنا پڑا۔ لیکن اب تم پروفیسر راشد کی کہانی سنا رہے ہو۔"

عمران خاموش ہو گیا.... اور سنگ ہی اُسے گھورتا رہا۔

"پھر وہ تمہارے ساتھ کیوں چلی گئی تھی....!" کچھ دیر بعد اُس نے پوچھا۔

"اس کے بعد تو پھر وہ اُسے مار ہی ڈالتے۔ کھوپڑی استعمال کرو، انکل جونک۔"

"میں استعمال کر رہا ہوں بھتیجے....!" وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا زہریلے لہجے میں بولا۔

"اب تم میری بات کا بھی جواب دو۔" عمران یک بیک سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔

"میں سن رہا ہوں۔"

"اُس دھماکے نے ایک انسپکٹر کی جان لی تھی اور تصویر اب تک تین آدمیوں کو کھا چکی ہے۔"

"کیا مطلب....!"

"وہ آدمی مر گیا جس نے تصویر کے فریم پر انگلیوں کے نشانات تلاش کئے تھے.... اور پھر جب وہ کیمیاوی تجزیہ کے لئے لیباریٹری میں لے جائی گئی مزید دو آدمی ٹھنڈے ہو گئے۔"

عمران نے محسوس کیا کہ سنگ ہی کی آنکھیں غیر معمولی طور پر چمکنے لگیں.... وہ مسکرایا بھی تھا.... عمران اُسے گھورتا رہا۔

آخر سنگ ہی چہک کر بولا۔ "میرا تجربہ کامیاب رہا....!"

"میں نہیں سمجھا۔"

"میں نے ایک انتہائی درجہ مہلک زہر دریافت کیا ہے.... سانس کی گرمی سے آناً فاناً ہلکے سے بخار میں تبدیل ہو جاتا ہے.... اور پھر یہ زہر جہاں سانس ہی کے ذریعے نتھنوں میں داخل ہوا.... آدمی ختم ہو جاتا ہے۔ پاؤڈر اتنی کم مقدار میں تصویر پر چھڑکا گیا تھا کہ خوردبینی مشاہدے سے بھی اس کا سراغ ملنا مشکل ہوتا۔"

"اور تم اتنی ڈھٹائی سے اپنا یہ کارنامہ بیان کر رہے ہو۔" عمران غرایا۔

"جان لینا میری تفریح ہے.... بھتیجے....!"

"اور تم نے یہ سب کچھ مجھے الجھائے رکھنے کے لئے کیا تھا....؟"

"اور تم الجھے نظر آ رہے ہو۔" سنگ ہی ہنس پڑا.... پھر سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔ "لیکن اُس دھماکے سے میرا کوئی تعلق نہیں۔"

"تو پھر اس کا مقصد کیا تھا۔"

"اگر میں ایک بار بھی پروفیسر راشد کی کوٹھی میں داخل ہوتا تو شاید میرا بھی وہی حشر ہوتا جو اُس انسپکٹر کا ہوا تھا۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"پروفیسر جانتا تھا کہ ہیرے میری کمزوری ہیں۔ ہیروں کے لئے میں نے تاریک وادی تک سفر کیا تھا۔"

"اوہ.... تو وہ پتھر پروفیسر ہی کا کارنامہ تھا۔"

"بالکل....!" سنگ ہی سر ہلا کر بولا۔ "اگر میں اُس کمرے میں داخل ہوتا تو میرے لئے اس کی حیثیت چوہے دان میں لگائے ہوئے روٹی کے ٹکڑے سے کم نہ ہوتی۔ میں اسے اٹھا لاتا.... یا وہیں اُسے توڑنے کی کوشش کرتا۔"

"برابر کی ٹکر تھی....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"برابر کی ٹکر....!" سنگ ہی مضحکہ اڑانے والے لہجے میں بولا۔ "برابر کی ٹکر میں لوگ اس طرح کیڑوں مکوڑوں کی طرح مر جاتے ہیں کیوں....؟"

"آخر میرے پاس کیوں آیا تھا؟" عمران نے سنگ ہی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"شاید اُسے علم تھا کہ تم بھی میرے بھتیجے ہو۔ کہیں اُس نے مجھے دیکھا تھا۔ پہچان لیا تھا.... اور میرے ہی متعلق تم سے گفتگو کرنے گیا تھا۔"

"اُوں.... ہوں....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"کیا مطلب....!"

"اُس کی جیب سے جو ڈائری ملی تھی اُس میں اُسی دن کی تاریخ میں ایک نامکمل جملہ درج تھا جو غالباً اُس طرح تھا۔ آج میں اپنے ایک دشمن سے ملنے جارہا ہوں اگر میں مر جاؤں تو...!"

سنگ ہی نے قہقہہ لگایا۔ تھوڑی دیر تک ہنستا رہا پھر بولا۔ "اس طرح تم پوری طرح پھنس گئے۔ ہاہا.... پولیس تمہاری تلاش میں ہے۔ اگر وہ تصویر بھی تین آدمیوں کے لئے مہلک ثابت ہو چکی ہے.... تو یاد رکھو تمہاری ضمانت اس وقت تک منسوخ ہو چکی ہو گی۔ مجھے علم ہے کہ تم پولیس سے چھپتے پھر رہے ہو.... اب، میں براہِ راست تمہیں پولیس ہی کے حوالے کر دوں گا۔"

"سوال یہ ہے انکل سنگ! اگر وہ تم سے ہی ملنے والا تھا تو جملہ ادھورا کیوں چھوڑا۔"

"قدرت بھی عموماً میرا ہی ساتھ دیتی ہے۔"

"لیکن وہ مرا کیوں؟ تم نے اُسے کیوں ختم کرادیا۔"

"بکواس بند کرو۔ میں اس وقت کسی عدالت میں نہیں ہوں۔"

"ہوں.... اچھی بات ہے۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "درانی اور ظفرو کی درگت کی اطلاع تو تمہیں مل ہی چکی ہو گی؟"

"ہاں.... اور میں یہاں تمہارا منتظر تھا....!" سنگ ہی مسکرایا۔

"اوہ....!"

"سیدھی سی بات ہے اگر تم درانی کا تعاقب کرتے رہے تھے تو یہاں تک ضرور آئے ہو گے۔"

"اچھا شکریہ.... تمہارا بہت وقت برباد کیا۔" عمران مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

سنگ ہی نے اس کی طرف توجہ دیئے بغیر کہا۔ "اور تمہارا وہ نیگرو.... ملازم یہاں سے دو فرلانگ کے فاصلے پر بے ہوش پڑا ہو گا۔ تم نے بہت احتیاط سے اُسے پائیں باغ میں چھپایا تھا۔ تمہاری کار بھی اس وقت کمپاؤنڈ میں نہیں ہے۔"

عمران نے مغموم انداز میں سر ہلا کر چاروں طرف دیکھا اور پھر بیٹھ گیا۔

"اور اب....!" سنگ ہی کا لہجہ بے حد زہریلا تھا۔ "کچھ دیر تمہاری مرمت ہو گی اور پھر اُس کے بعد تم کیپٹن فیاض کے بنگلے کی کمپاؤنڈ میں پھینکوا دیئے جاؤ گے۔ درانی اور ظفرو.... دونوں بہت دیر سے اپنی تفریح کے منتظر ہیں۔"

◆

عمران نے احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور چاروں طرف اس طرح دیکھنے لگا جیسے نکل بھاگنے کے لئے کسی معقول سے راستے کی تلاش میں ہو۔

سنگ ہی اُسے تیز نظروں سے گھورے جارہا تھا لیکن عمران اُس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

دفعتاً دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان میں ایک درانی تھا اور دوسرا ظفرو.... درانی کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ظفرو کے چہرے پر بڑی بڑی خراشیں نظر آرہی تھیں۔ دونوں کے ہاتھوں میں بڑے بڑے چاقو چمک رہے تھے۔

"ٹھہرو....!" سنگ ہی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "یہ کھیل کافی دلچسپ ہو گا۔ لہٰذا مجھے یہاں سے جانے دو۔"

"ارے نہیں.... ارے نہیں....!" عمران گھگھیایا.... "چچا میں کان پکڑتا ہوں، آئندہ کبھی تمہارے راستے میں نہیں آؤں گا۔"

پھر وہ ڈری ڈری سی آوازیں نکالتا ہوا اچھل کر صوفے کے پیچھے چلا گیا۔

"ظفرو....!" سنگ ہی نے چھت کے قریب والے روشن دان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "میں اور کوشی وہاں سے دیکھیں گے.... میرے وہاں تک پہنچنے کا انتظار کرنا۔"

ظفرو اور درانی خونخوار نظروں سے عمران کو گھورتے رہے۔

وہ دونوں اُلٹے پاؤں چلتے ہوئے دروازے تک گئے اور سنگ ہی جب چلا گیا تو درانی نے دروازہ بند کر کے اس طرح اُس کا جائزہ لینا شروع کر دیا جیسے اطمینان کرنا چاہتا ہو کہ وہ کسی طرح کھل تو نہ جائے گا۔

"یارو.... بس کرو.... وہ تو مذاق تھا...." عمران پھر گھگھیایا.... لیکن وہ دونوں اپنے نچلے ہونٹ دانتوں میں دبائے اُسے گھورتے رہے.... پھر دفعتاً اوپر والے روشن دان سے آواز آئی۔

"ہاں.... ہم یہاں موجود ہیں۔"

آواز سنگ ہی کی تھی۔ عمران نے نظر اٹھائی۔ روشن دان میں سنگ ہی اور کوشی کے چہرے دکھائی دیئے۔

عمران نے ہاتھ اٹھا کر بلند آواز میں کہا۔ "مس کوشی.... اگر اس ٹورنامنٹ پر ٹکٹ لگا دی جائے تو سیلاب زدگان کے لئے خاصا فنڈ اکٹھا ہو سکتا ہے.... شب بخیر انکل....!"

پھر عمران بڑی تیزی سے جھکا.... ایسا ہی معلوم ہوا جیسے صوفے کے پیچھے دبک کر اُن کے حملوں سے بچنے کی احمقانہ کوشش کرنے لگا ہو۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں صوفہ حیرت انگیز طور پر اچھلا اور اُن دونوں پر جا پڑا.... ساتھ ہی عمران نے بھی چھلانگ لگائی.... وہ دونوں ہی صوفے سے ٹکراؤ کی بناء پر اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکے اور ڈھیر ہو گئے لیکن درانی ظفرو سے زیادہ پھرتیلا ثابت ہوا.... وہ نہ صرف جلد ہی اٹھ گیا بلکہ پھر بجلی کی سی تیزی سے عمران پر جھپٹا۔ عمران صوفے پر سے دوسری جانب لڑھک گیا.... اور درانی کا چاقو ٹھیک اسی جگہ پیوست ہوا جہاں ذرا دیر پہلے عمران تھا.... چاقو صوفے سے کھینچ کر عمران کی طرف جھپٹا اور اب عمران دیوار سے لگا کھڑا تھا اور ظفرو کا چاقو اس کے ہاتھ میں تھا۔

"اُوہ.... اُوہ....!" اوپر سے سنگ ہی کی آوز آئی۔ "ٹھہرو.... درانی اب بہت محتاط رہنا۔"

درانی رک گیا.... ظفرو بھی اس کے قریب ہی کھڑا دانت پیس رہا تھا۔ عمران کچھ بھی نہ بولا.... وہ خاموشی سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

دفعتاً ظفرو نے ریوالور نکال لیا۔

"ظفرو.... نہیں....!" سنگ ہی اوپر سے چیخا.... لیکن کون سنتا ہے۔ عمران بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ اب وہ بے دریغ فائر جھونک مارے گا۔ پہلا فائر خالی گیا۔

"تم اسے اس طرح نہیں مار سکو گے۔" سنگ ہی نے پھر ظفرو کو للکارا۔ لیکن پے در پے دد فائروں کی آوازوں میں اس کی آواز دب گئی۔ ویسے اب عمران بھی ظفرو سے تھوڑے ہی فاصلے پ کھڑا مسکرا رہا تھا۔ درانی ایک گوشے میں کھڑا متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا رہا۔ عمران کی نظر ریوالور کے ٹریگر پر رکھی ہوئی ظفرو کی انگلی پر تھی۔

پے در پے پھر تین فائر ہوئے اور اس بار درانی کو فرش پر گر جانا پڑا کیونکہ عمران کے پینترے اُسے پورے کمرے میں نچاتے پھر رہے تھے۔ ظفرو کا ریوالور درانی کے لئے بھی مہلک ثابت ہو سکتا تھا۔

چھ فائر گن لینے کے بعد عمران نے ظفرو پر چھلانگ لگائی.... اور کمرے کی محدود فضا ایک بھیانک قسم کی طویل چیخ سے گونج کر رہ گئی.... یہ درانی کے سنبھلنے سے پہلے ہی ہوا تھا.... ظفر دونوں ہاتھوں سے پیٹ دبائے دہرا ہوا جا رہا تھا۔

درانی بے حس و حرکت کھڑا حیرت سے آنکھیں پھاڑے ظفرو کو دیکھتا رہا۔ بالآخر ظفرو منہ کے بل گر کر ٹھنڈا ہو گیا۔

اب عمران احمقانہ انداز میں درانی کو دیکھ رہا تھا۔ درانی نے بھی اس کی طرف دیکھا اور نچلے ہونٹ پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

"اُو.... درانی.... اُو بزدل....!" اوپر سے آواز آئی۔ "کیا سوچ رہا ہے....!"

درانی اس طرح چونک کر آنکھیں پھاڑنے لگا جیسے سوتے سے جاگا ہو.... عمران نے محسوس کیا کہ چاقو کے دستے پر اس کی گرفت سخت ہو گئی ہے.... اور پھر وہ کسی مشاق خنجر زن کی طرح آگے جھک کر حملے کا زاویہ تجویز کرنے لگا۔

عمران دیوار سے لگا کھڑا تھا.... بظاہر انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اتفاقاً کسی غلط جگہ آپھنسا ہو اور اس فکر میں ہو کہ کسی طرح جان بچا کر نکل بھاگے۔

یک بیک درانی نے اس پر چھلانگ لگائی.... لیکن یہ چھلانگ بھلاوہ تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ عمران دیوار سے ہٹ جائے.... لیکن عمران دیوار سے لگا ہی ہوا بائیں جانب کھسک گیا تھا۔

دوسرا حملہ سچ مچ جان لیوا تھا.... درانی تیر کی طرح اس پر آیا۔ یہ اور بات ہے کہ اس کا چاقو دیوار پر پڑا تھا۔

اب عمران کمرے کے وسط میں نظر آیا.... حملے کی ناکامی کے بعد درانی بے حد خونخوار دکھائی دینے لگا تھا۔

وہ عمران پر حملے کرتا رہا.... عمران ابھی تک تو اُس کے چاقو سے محفوظ ہی رہا تھا۔ اُس کے ہاتھوں ایک خون ہو چکا تھا.... دوسرے سے دامن بچانے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن کب تک.... درانی تو اُسے ہرگز نہ بخشتا.... بالآخر ایک بار جھکائی دے کر اس نے درانی پر بھی وہی داؤں آزمایا جس کا شکار ہو کر ظفرو کچھ دیر پہلے ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

کمرے میں دوسری چیخ گونجی اور بتدریج مدہم ہوتی سناٹے میں ڈوب گئی۔ درانی بھی منہ کے بل فرش پر پڑا تھا۔

عمران نے روشن دان کی طرف دیکھا۔ لیکن اب وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ وہ دروازے کی طرف جھپٹا اور ہینڈل پر زور آزمائی کرنے لگا لیکن اس میں جنبش بھی نہ ہوئی۔ پھر ایک خیال بجلی کی طرح ذہن میں کوندا اور اس نے جیب سے رومال نکال کر اُس چاقو کے دستے کو اچھی طرح صاف کیا جو اب تک اُس کی مٹھی میں دبا رہا تھا.... پھر اُسے رومال ہی سے پکڑے ہوئے فرش پر ڈال دیا۔

اب وہ نہ صرف دروازے کے ہینڈل کو صاف کر رہا تھا بلکہ دروازے کو بھی جہاں جہاں اُس کے ہاتھ لگنے کے امکانات تھے دروازہ باہر سے مقفل تھا۔ اس کمرے میں صرف یہی دروازہ تھا... اور روشندان تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا جو فرش سے بارہ یا تیرہ فٹ کی بلندی پر تھا اور دیوار بالکل سپاٹ تھی۔

عمران روشن دان کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ روشنی غائب ہو گئی اب کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔

عمران نے معنی خیز انداز میں سر کو جنبش دی.... سنگ ہی اس موقعہ سے ضرور فائدہ اٹھائے گا۔ اُس نے سوچا۔ اب اگر پولیس یہاں آکر ان دو لاشوں سمیت اُسے دریافت کر بیٹھے تو وہ کس پوزیشن میں ہو گا۔

اس کی دانست میں سنگ ہی نے ایک تیر سے دو شکار کئے تھے۔ اپنے دو نالائق ساتھیوں سے پیچھا بھی چھڑا لیا تھا اور اس کو دوبارہ پولیس کے جال میں پھنسا دینے کی کوشش کی تھی۔ ورنہ اچانک اس طرح غائب ہو جانے کا کیا مقصد تھا۔

دفعتاً اُسے صوفے کا خیال آیا جو تھری سیٹر سے بھی کچھ زیادہ ہی بڑا تھا وہ ٹٹولتا ہوا آگے بڑھا اور صوفے کو اٹھا کر روشندان والی دیوار تک لایا اور اندھیرے میں اندازاً اُسے روشندان ہی کے نیچے دیوار سے لگا کر کھڑا کر دیا۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ اس کے اوپر کھڑا اپنے ہاتھ روشندان کی طرف بڑھا رہا تھا۔ خوش قسمتی سے روشندان کے فریم کا نچلا حصہ اس کے ہاتھوں کی آخری پہنچ سے کچھ ہی نیچے محسوس ہوا.... عمران نے فریم کو مضبوطی سے پکڑ کر اپنے جسم کو اوپر اٹھانا شروع کیا.... تھوڑی سی جدوجہد کے بعد وہ سینے تک روشندان میں داخل ہو چکا تھا.... پھر اس کے ہاتھ دوسری طرف کسی میز کی سطح سے ٹکرائے۔ غالباً سنگ اور کوشی اسی میز پر بیٹھ کر تماشہ دیکھتے رہے ہوں گے۔ میز پر پہنچ کر اُس نے محسوس کیا کہ وہ بُری طرح ہانپ رہا ہے۔ جسم کو تان کر اٹھانے میں ساری رگیں کھنچ کر رہ گئی تھیں۔

وہ چند لمحے اسی میز پر بیٹھا اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا پھر نیچے اُترا.... اور ٹٹولتا ہوا ایک جانب چلنے لگا۔ یہ ایک تنگ راہداری تھی جس کی چھت اتنی نیچی تھی کہ عمران کو کسی قدر جھک کر چلنا پڑ رہا تھا۔

دفعتاً اُس نے قریب ہی قدموں کی آوازیں سنیں اور دیوار سے لگ کر رک گیا۔

◆

پھر وہ آہٹیں غالباً روشندان کے قریب ہی پہنچ کر ختم ہوئی تھیں.... دوسرے ہی لمحے میں عمران نے تیز قسم کی سرگوشی سنی.... "جوان.... آدمی.... کیا تم زندہ ہو.... زندہ ہو تو فوراً باہر نکلنے کی کوشش کرو....!"

جملے انگریزی میں کہے گئے تھے.... اور بعض جگہوں پر آواز سرگوشیوں کی حدود سے باہر نکل کر قابل شناخت ہو گئی تھی۔

یہ کوشی تھی۔

عمران چپ چاپ وہیں کھڑا رہا.... اب وہ بلند آواز میں اُسے مخاطب کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"میں اُس سے کہہ رہی ہوں جسے کمال نے بھیجا ہے۔"

عمران پھر کچھ نہ بولا۔

کچھ دیر بعد پھر قدموں کی چاپ سنائی دی اور جیسے ہی وہ آوازیں اُس کے قریب پہنچیں اُس نے آہستہ سے کہا۔ "نہ صرف زندہ ہوں بلکہ روشندان سے گذر کر یہاں پایا جاتا ہوں؟"

"چلو.... بھاگو....!" اُس کا ہاتھ عمران کے ہاتھ سے ٹکرایا اور اُس نے عمران کا ہاتھ پکڑ بھی لیا۔ اور وہ اندھیرے ہی میں زینے طے کرتے ہوئے نیچے آئے۔

"تم بھاگ جاؤ.... بھاگو.... جلدی....!" کوشی نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیوں بھاگ جاؤں....؟ وہ کہاں ہے؟"

"چلا گیا.... اور جلدی کرو.... ورنہ تھوڑی دیر بعد پولیس یہاں پہنچ جائے گی۔؟"

"کیوں؟ پولیس کیوں؟"

"اُن دونوں کے گرنے کے بعد وہ مجھے روشندان کے پاس سے ہٹا لایا تھا اور کہا تھا کہ میں پولیس کو فون کر دوں۔ تمہیں وہیں بند رہنے دوں۔ پولیس ہی آکر تمہیں وہاں سے نکالے۔"

"لیکن پولیس سے کیا کہلوایا تھا۔"

"اوہ.... تم اتنے مطمئن کیوں ہو....!" کوشی مضطربانہ بولی۔

"فکر نہ کرو... مجھے بتاؤ۔ پولیس کو کیا رپورٹ دی ہے تم نے۔"

"جو کچھ اُس نے کہا تھا۔"

"کیا کہا تھا اُس نے۔"

"یہی کہ میں اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھی تھی کہ ایک آدمی گھس آیا... اُس کے پیچھے دو آدمی اور آئے اور چاقو نکال کر اُس پر پل پڑے... وہ بھی لڑنے لگا اور میں انہیں لڑتے چھوڑ کر کمرے سے نکل آئی۔ کمرے کو باہر سے مقفل کر دیا... فوراً آؤ... شاید ان میں سے کوئی مر گیا ہے۔"

"ہوں... تو پھر میرے چلے جانے کے بعد تم کیا کرو گی؟"

"کچھ نہیں... اپنے بیان پر قائم رہوں گی۔ اُن کا کیا ہوا؟"

"میرا خیال ہے کہ دونوں مر گئے؟"

"میرے خدا...!" وہ گلوگیر آواز میں کراہی۔ پھر جلدی سے بولی۔ "ارے تم اب تک یہیں کھڑے ہو... جاؤ...!"

"کہیں تم کسی دشواری میں نہ پڑ جاؤ۔" عمران نے بے حد ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

"دیکھا جائے گا... دیکھا جائے گا... تم چلے جاؤ۔"

"اچھی بات ہے۔" عمران طویل سانس لے کر بولا۔ "تم مجھے نکلنے کا راستہ دکھاؤ۔"

"بس اسی راہداری سے سیدھے چلے جاؤ۔ سرے پر دروازہ ہے جو عمارت کی پشت پر کھلتا ہے۔"

"ہوں... اچھا دیکھو... کمال کا نام نہ آنے پائے۔ نہ میں اُسے جانتا ہوں اور نہ وہ مجھے جانتا ہے۔ یہ تو تم سے ملنے کا بہانہ تھا۔"

"میرے خدا... کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے... جاؤ جلدی سے۔"

"کل رات گیارہ بجے... ہائی سرکل نائٹ کلب میں تمہارا منتظر رہوں گا۔"

"اچھا... اچھا... میں ملوں گی... تم جاؤ...!" وہ تھوڑی دور تک اُسے دھکیل لے گئی۔

عمران آگے بڑھتا ہوا راہداری کے اختتام تک آ پہنچا۔ دروازہ موجود تھا۔ جو دھکا دینے پر کھل گیا۔ سنگ ہی بھی غالباً اسی راستے سے فرار ہوا تھا باہر سناٹا تھا۔ عمران نے سوچا ممکن ہے سنگ ہی آخری تماشہ دیکھنے کے لئے یہیں چھپ گیا ہو۔

وہ پھرتی سے فرش پر لیٹ گیا اور سینے کے بل رینگتا ہوا باہر نکل آیا۔ یہ عمارت کا شمالی بازو تھا... اس طرف بے ترتیب روئیدگی کے سلسلے بکھرے ہوئے تھے۔

وہ اُسی طرح رینگتا ہوا عمارت کے عقبی پارک کی طرف بڑھتا رہا... جھینگروں کی جھائیں جھائیں اس سناٹے میں ایسی لگ رہی تھیں جیسے اندھیرے نے کراہنا شروع کر دیا ہو۔

وہ سینے کے بل گھسٹتا رہا... سامنے ایک بڑا سا سایہ نظر آ رہا تھا۔ غالباً کسی کی کار تھی... اُسے جوزف کا خیال آیا... پتہ نہیں کہاں ہوگا۔ اچھا ہی ہوا کہ وہ دونوں ٹیکسی میں یہاں تک آئے تھے ورنہ شاید اس بار گاڑی سے ہاتھ دھونے پڑتے۔ ایک موٹر سائیکل تو پہلے ہی گنوا چکا تھا۔

لیکن یہ کس کی گاڑی ہے اور عقبی پارک میں کیوں کھڑی کی گئی ہے جب کہ پائیں باغ میں بھی پارکنگ کے لئے کافی جگہ موجود ہے۔

وہ اُس کار کے قریب والی جھاڑیوں میں رینگ گیا... پتہ نہیں کتنے کیڑے مکوڑے خود اُس کے جسم پر رینگ رہے تھے... کبھی پتلون کی موریوں میں ہاتھ ڈالنا پڑتا اور کبھی قمیض کے گریبان میں۔

کچھ دیر بعد اُس نے اپنے قریب ہی سرسراہٹ سنی... کوئی اُس کی طرح رینگتا ہوا کار کی طرف جا رہا تھا... ملگجے سے اندھیرے میں وہ متحرک تاریک دھبہ سا نظر آ رہا تھا... عمران فوری طور پر فیصلہ نہ کر سکا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کار کی طرف رینگنے والا کون ہوگا۔

زمین پر پڑے ہی پڑے اُس نے دھڑ اوپر ہی اٹھا کر گاڑی کی اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا تھا اور پھر حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ اندر بیٹھ گیا تھا۔ انجن اسٹارٹ ہونے کی ہلکی سی آواز سنائی دی تھی۔

عمران جھاڑیوں سے نکل کر گاڑی کی طرف جھپٹا... اور اتنی آہستگی سے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا کہ اسٹیئرنگ پر جھکے ہوئے آدمی کو خبر تک نہ ہوئی... پھر وہ بھی اندر تھا... لیکن اُس نے دروازہ دوبارہ بند کرنے کی زحمت نہیں گوارا کی۔ پچھلی سیٹ اور اگلی سیٹ کی پشت گاہ کے درمیان دبک کر رہ گیا تھا۔

گاڑی چل پڑی... جھٹکا لگنے سے پورا دروازہ کھل گیا... ڈرائیو کرنے والے نے بریک لگائے اور پشت گاہ پر جھک کر دروازہ بند کیا... اور پھر اسٹیئرنگ سنبھال لیا... عمران تو سمجھا تھا کہ اب پکڑا گیا۔ لیکن ڈرائیو کرنے والے کی تمام تر توجہ دروازے ہی پر رہی تھی... نیچے دیکھنے کی زحمت ہی نہیں گوارا کی تھی اُس نے۔

* * *

یہ ایک طویل سفر ثابت ہوا۔ لیکن عمران کی پوزیشن میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہ ہوئی۔ یونہی دبکا چلا آرہا تھا۔ کار کی رفتار خاصی تیز تھی اور عمران کے اُندازے کے مطابق منزل تک پہنچنے میں پورا ایک گھنٹہ صرف ہوا تھا۔

ڈرائیو کرنے والا نیچے اترا اور ایک طرف چلنے لگا.... عمران نے تھوڑا سا ابھر کر کھڑکی سے دیکھا۔ وہ سو فیصدی سنگ ہی تھا۔ چلنے کا انداز بتا رہا تھا اور اس کا قد۔

اوہ.... یہ تو.... اُس نے سوچا وہی کوٹھی ہے جو پُر اسرار آدمی داور سے منسوب تھی.... اور جہاں ایک بار پہلے بھی اُس نے کچھ وقت گزارا تھا.... اُسے سنگ ہی کی دیدہ دلیری پر حیرت ہونے لگی۔ ابھی تک اسی کوٹھی سے چمٹا ہوا ہے.... گویا اُسے اس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں تھی کہ وہ عمران کے علم میں آچکی ہے۔

عمران کچھ دیر تک گاڑی ہی میں پڑا رہا.... یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ سنگ ہی وہاں قیام کرے گا یا پھر جلد ہی یہاں سے بھی کہیں اور جانا ہوگا۔

دفعتاً اس عمارت کے رکھوالے کی آواز سنی جو کسی سے کہہ رہا تھا۔ "جی سرکار سب ٹھیک ہے۔"

"کچھ غل غپاڑہ تو نہیں مچایا اُس نے۔" دوسری آواز آئی جو سنگ ہی کی ہو سکتی تھی۔

"نہیں سرکار.... وہ تو بالکل خاموش رہتی ہے۔ مجھے ہی پوچھنا پڑتا ہے کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔"

"اچھا دروازہ کھولو....!" سنگ ہی کی آواز آئی۔ پھر قدموں کی آوازیں سنائی دیں جو بتدریج دور ہوتی جارہی تھیں۔

عمران سمجھ گیا کہ صدر دروازہ باہر سے مقفل ہوگا.... اور ہو سکتا ہے یہ گفتگو ساجدہ کے لئے ہوئی ہو۔

ہو سکتا ہے اُسے یہیں رکھا گیا ہو.... اس نے سوچا سنگ نے بھی اُسے غچہ دیا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ ساجدہ یہاں ہوگی۔ اُس کے خیال کے مطابق تو سنگ ہی کا اس عمارت سے کوئی تعلق نہ ہونا چاہئے تھا۔ واقعی وہ اپنے وقت کا دلیر ترین مجرم ہے اور جرائم اس کی تفریح ہیں۔

مزید کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد وہ بھی گاڑی سے باہر نکل آیا.... لیکن اس کی اوٹ میں ہی رہا.... پورچ کی محرابیں تو صاف نظر آرہی تھیں۔ لیکن برآمدہ تاریکی میں گم تھا۔ بڑی دیر تک کسی قسم کی کوئی آواز نہ سنائی دی۔

اندر سے کوٹھی کے سارے نچلے حصے اس کے دیکھے ہوئے تھے اوپری منزل پر جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا.... اور باہر سے بھی اُسے اچھی طرح نہیں دیکھ سکا تھا۔

اس نے سوچا کہ صدر دروازہ تو اب بند بھی ہو چکا تھا پھر کیا کیا جائے؟ وہ چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر بڑی احتیاط سے کوٹھی کے شمالی بازو کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کی دانست میں اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ کسی طرح چھت پر پہنچنے کی کوشش کرتا۔

وہ بائیں بازو کی دیوار ٹٹولتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ عمارت کافی پُرانی تھی۔ کہیں نہ کہیں لکھوری اینٹیں چونا لگنے سے ضائع ہو گئی تھیں دیوار پر پیر جمانے کی کوشش بن گئی تھیں.... ضروری نہیں تھا کہ کچھ اوپر پہنچنے کے بعد بھی اس قسم کے سہارے ملتے ہی رہتے اُس کے پاس ٹارچ بھی نہیں تھی کہ دیوار کا تفصیلی جائزہ لے سکتا۔

بس وہ بے یقینی کی حالت میں چلتا رہا۔ سردی ہڈیوں میں گھسی جارہی تھی۔ یہاں اس کھلی فضا میں نفسیاتی طور پر سردی کا احساس کچھ زیادہ ہی ہو گیا تھا۔ رہ رہ کر نزدیک و دور سے گیدڑوں کی صدائیں آتیں اور پھر سناٹا چھا جاتا۔ کبھی کبھی لکڑ بگھے کے قہقہے بھی سنائی دیتے۔ وہ دیوار کو ٹٹولتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔

کچھ دور چلنے کے بعد ٹھوکر کھائی اور گرتے گرتے بچا۔

یہ کسی درخت کی جڑ تھی، جو زمین کی سطح پر ابھر آئی تھی.... اس نے سوچا کیا یہاں دیوار کے قریب کوئی درخت بھی ہے....

اب وہ زمین پر بیٹھ کر اس جڑ کو ٹٹولتا ہوا آگے کھسک رہا تھا۔ اس طرح وہ درخت کے تنے تک جا پہنچا.... اندازہ تھا کہ درخت دیوار سے زیادہ دور نہیں اس کی شاخیں یقینی طور پر چھت تک پہنچی ہوں گی۔ اُس نے جوتے اتار کر جیبوں میں ٹھونسے اور کسی قسم کے خطرے کی پرواہ کئے بغیر درخت پر چڑھنا شروع کر دیا۔

تنے کے اس حصے پر پہنچ کر رکا جہاں سے شاخیں پھوٹی تھیں اور اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ کونسی شاخ دیوار کی طرف گئی ہوگی۔

پھر اس نے دوبارہ جدوجہد شروع کر دی اور دیوار تک جا پہنچا.... لیکن چھت؟ اس نے

طویل سانس لی.... پتہ نہیں یہاں سے بھی چھت کی بلندی کتنی ہو۔ اُس نے سوچا.... یہ شاخ اتنی بلند نہیں ہو سکتی کہ دوسری منزل کی چھت تک جا پہنچے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ ٹٹولتے ہوئے ہاتھ کسی کھڑکی کی چوکھٹ سے ٹکرائے تھے.... اور.... اور .... کھڑکی بند بھی نہیں تھی۔ فریم بھی سلاخوں والا نہیں تھا۔

چوکھٹ پر زور دے کر وہ اوپر اٹھا.... اور پھر کھڑکی سے گزر جانے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ یہاں باہر سے بھی زیادہ گہرا اندھیرا تھا اس نے پھر دیوار ہی کا سہارا لیا اور ٹٹولتا ہوا ایک جانب چلنے لگا۔

دروازے تک پہنچنے میں دیر نہ لگی.... دروازہ بھی کھلا ہی ملا.... پھر تقریباً پندرہ منٹ کی جدوجہد کے بعد وہ نچلی منزل کے زینوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

نچلے حصے کے ان کمروں سے وہ اچھی طرح واقف تھا جو رہائش کے قابل تھے۔ ایک کے روشندان سے روشنی نظر آئی اور وہ اسی طرف بڑھتا چلا گیا۔

قریب پہنچ کر اس نے سنگ ہی کے قہقہے کی آواز سنی، ساتھ ہی وہ کہتا سنائی دیا۔ "ہم سب بچے ہیں.... یہاں عمروں کا سوال نہیں! ہم سب اسی بچکانہ تجسس کے شکار ہیں.... چھوڑو ہٹاؤ.... تمہاری شرمیلی آنکھیں بڑی اچھی لگ رہی ہیں.... میری طرف دیکھو....!"

وہ خاموش ہو گیا تھا لیکن اس کے مخاطب کی آواز نہ سنائی دی....

"یہ بُری بات ہے کہ تم پیتی نہیں۔" سنگ کی آواز آئی.... "مجھے دیکھو.... میں خالص وہسکی پیتا ہوں.... سوڈا ملائے بغیر۔"

"مجھے شراب سے نفرت ہے۔" عمران نے ساجدہ کی آواز صاف پہچانی۔

"یہ تو بُری بات ہے۔ پھر تم مجھے کیسے پسند کرو گی۔"

"تم کون ہو؟" ساجدہ کی غصیلی آواز آئی۔ "جہنم میں جاؤ....!"

"جنت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... جہنم میں جاؤں گا.... جنت میں ڈھنگ کی سوسائٹی کہاں نصیب ہو گی وہ تو نیک لوگوں کی بستی ہو گی۔"

"مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے.... تم کون ہو۔"

"لوگ مجھے نواب داور جنگ کہتے ہیں۔ تمہارا کیا نام ہے۔"

"کیوں؟ کیا میرا نام نہیں جانتے۔"

"نہیں.... میں کیا جانوں.... میں نے تو تمہیں ایک بڑے نامعقول آدمی کے پنجے سے رہائی دلوائی تھی۔"

"میں نہیں جانتی کہ یہ کس نامعقول آدمی کا تذکرہ ہے۔"

"کیا تم نہیں جانتیں کہ شہر کا سب سے بڑا بدمعاش عمران تمہیں لے جا رہا تھا۔"

"میرے لئے نئی اطلاع ہے کہ عمران شہر کا سب سے بڑا بدمعاش ہے۔"

"اوہ.... تو کیا تم خوشی سے اُس کے ساتھ جا رہی تھیں۔"

"اور کیا....؟"

"کب سے دوستی ہے۔"

"بچپن میں ہم دونوں ساتھ کھیلا کرتے تھے۔"

"یہ اطلاع میرے لئے بالکل نئی ہے۔"

"تو کیا میں جھوٹی ہوں....؟"

"نہیں نہیں.... بالکل نہیں.... ویسے عمران.... کیا تم جانتی ہو کہ وہ انجمن بیباکاں کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

جواب میں عمران نے کچھ نہ سنا.... پھر تھوڑی دیر بعد ساجدہ غالباً ہکلائی تھی۔

"تم.... تم.... بھی.... انجمن سے....!"

"سو فیصدی تعلق رکھتا ہوں.... انجمن سے۔" سنگ ہی کی آواز آئی۔

"تو پھر.... تو پھر....!"

"تمہاری وجہ سے انجمن کا ایک رکن بُری طرح زخمی ہوا ہے اور تم پولیس کے ایک ایجنٹ کے قابو میں آ گئی ہو۔ تم نے عمران کو انجمن کے بارے میں بتایا تھا۔"

"جی نہیں.... کچھ بھی نہیں.... کچھ بھی نہیں بتایا۔ یقین کیجئے۔"

"میں یقین نہیں کر سکتا۔" سنگ ہی کی آواز آئی۔ "میں نے انجمن کے ایک کارکن کو زخمی دیکھا ہے اور تمہیں عمران کے ساتھ فرار ہوتے بھی دیکھا ہے تم تنظیم سے غداری کی مرتکب ہوئی ہو.... ادھر دیکھو.... میری طرف۔"

"آپ قاعدے سے بیٹھئے.... تو.... تو.... دیکھوں؟" ساجدہ کی مردہ سی آواز آئی۔

"اوہ.... اچھا.... اچھا.... کچھ نہ کچھ تو نشہ ہو ہی جاتا ہے.... کتنی دیر سے خالص وہسکی پی رہا ہوں۔"

"مم.... میں.... اپنی صفائی پیش کرنا چاہتی ہوں.... عمران نے مجھے دھوکہ دیا تھا۔ اُس

نے کہا تھا کہ وہ تنظیم ہی سے تعلق رکھتا ہے۔"

عمران نے کان کھڑے کئے۔ وہ اسے شروع سے کہانی سنا رہی تھی۔

سنگ درمیان میں کچھ نہیں بولا تھا.... اور کہانی ختم ہو جانے کے بعد بھی خاموش ہی رہا۔

"تم وہاں کیوں گئی تھیں....!" کچھ دیر بعد اُس نے پوچھا۔

"پروفیسر مجھ پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ میں ان کے بہتیرے....!"

دفعتاً عمران نے دروازے کو دھکا دیا اور دوسرے ہی لمحے میں کمرے کے اندر تھا.... وہ دونوں ہی اچھل پڑے۔

ساجدہ کی آنکھیں حیرت اور خوشی کے ملے جلے آثار کی آماجگاہ بن کر رہ گئی تھیں.... اور سنگ ہی کی آنکھوں میں نفرت تھی۔ گہری نفرت۔

"تم بغیر اجازت....!" وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"اِدھر آؤ۔" عمران نے اس کی طرف دھیان دیئے بغیر ساجدہ سے سخت لہجے میں کہا۔

"نہیں....!" سنگ بھی اٹھتا ہوا غرایا۔ "تم وہیں ٹھہرو گی جہاں ہو۔"

"اچھاجی....!" عمران مضحکانہ انداز میں مسکرایا۔ "تم میرے کپڑوں پر تازہ خون کی چھینٹیں دیکھ ہی رہے ہو گے اور یہ بھی جانتے ہو گے کہ کن مراحل سے گزرنے کے بعد یہاں تک پہنچا ہوں گا۔"

سنگ ہونٹ بھینچے اُسے گھورتا رہا آنکھوں میں سانپ کی آنکھوں کی سی چمک تھی۔

"گلا گھونٹ کر مار ڈالوں گا۔" بالآخر اُس کی سرگوشی نما آواز سناٹے میں گونجی عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔

دفعتاً سنگ نے اُس پر چھلانگ لگائی اور عمران نے جھک کر اُسے سر پر روکنا چاہا.... کوئی اور ہوتا تو پیٹ پکڑے گزوں دور جا پڑا ہوتا لیکن سنگ ہی کسی کنکھجورے کی طرح عمران سے لپٹ گیا تھا۔

عمران نے بالکل یہی محسوس کیا جیسے کوئی سمندری ہزار پا اپنی ایک ہزار لجلجی ٹانگوں سمیت اُس سے چمٹ گیا ہو۔

"تم نکل جاؤ.... ساجدہ یہاں سے۔" عمران گھٹی گھٹی سی آواز میں چیخا۔

"صدر دروازہ کھلا ہوا ہے.... باہر گاڑی موجود ہے.... جاؤ نکلو۔"

سنگ ہی کچھ بولا نہیں تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے حلق سے آواز نکلتے ہی وہ اپنی کسی قدر قوت کھو بیٹھے گا۔ عمران کے گرد اس کی گرفت لحظہ بہ لحظہ مضبوط ہوتی جا رہی تھی۔

اُس نے ساجدہ کو دروازے کی طرف جھپٹتے دیکھا۔

عمران کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے خون کی روانی پیشانی اور کنپٹیوں کی رگوں پر ٹھوکریں مار رہی ہو۔ ذہن پر غبار سا چھانے لگا تھا اور وہ سانس لینے میں دشواری محسوس کر رہا تھا۔ اُس نے کئی بار کوشش کی تھی کہ اس کی گرفت سے نکل جائے لیکن اُس کے دونوں ہاتھ اس طرح بے بس ہو کر رہ گئے تھے جیسے کوئی سانپ انہیں اپنے بلوں میں جکڑتا ہوا پورے جسم کے گرد لپٹ گیا تھا.... پورا جسم ایک دکھتا ہوا پھوڑا بن کر رہ گیا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کا ذہن تاریکیوں کی دلدل میں ڈوبتا گیا.... ساتھ ہی تکلیف کا احساس بھی کم ہوتا جا رہا تھا اور پھر وہ بالکل ہی ختم ہو گیا۔

دوسری بار ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک کرسی پر بیٹھا ہوا پایا.... لیکن اس بار جنبش نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ رسیوں سے جکڑا ہوا تھا.... سامنے سنگ ہی نظر آیا.... بیٹھا شراب پی رہا تھا.... دو خالی بوتلیں میز کے نیچے پڑی تھیں اور تیسری میز پر تھی۔

عمران کو ہوش میں آتے ہی دیکھ کر مسکرایا۔

"تم سوچ رہے ہو گے کہ میں تمہیں ختم ہی کیوں نہیں کر دیتا۔"

"ایسی فضول باتیں سوچنے کی مہلت ہی نہیں ملتی مجھے۔" عمران نے جواب دیا۔

"کچھ لوگ تمہیں زندہ چاہتے ہیں سمجھے۔" وہ انگلی اٹھا کر بولا۔

"ہوں.... تو یہ درست ہے کہ تم زیرولینڈ ہی کے لئے کام کر رہے ہو۔"

"میں اپنے لئے کام کر رہا ہوں۔"

"پھر تمہیں اُن لوگوں سے کیا سروکار جو مجھے زندہ چاہتے ہیں۔"

"ہاہا.... تم نہیں سمجھے۔ تمہارے عیوض میں ان ہیروں کی بہت بڑی تعداد حاصل کر لوں گا جو انہوں نے تاریک وادی سے سمیٹے تھے۔"

"لیکن کچھ دیر پہلے تو تم نے مجھے پولیس کے حوالے کر دینے کی اسکیم بنائی تھی۔ دو قتل میرے سر ہوتے اور میں پھانسی کے تختے پر نظر آتا۔"

"میں تمہیں اما پولیس کی تحویل میں دیتا.... جب چاہتا ان کے قبضے سے نکال بھی لاتا۔ تم سنگ ہی کو کیا سمجھتے ہو.... میں چاہتا ہوں کہ تم کچھ دنوں کے لئے بند ہو جاؤ.... تاکہ اپنے دوسرے کام سکون سے انجام دے سکوں۔ خیر اب یہ دردسر بھی خود ہی مول لینا پڑے گا۔ میں خود ہی تمہیں بند رکھوں گا۔ لڑکی نکل گئی ہے جو میرے لئے بہت ضروری ہے.... بے حد ضروری.... میں اُسے پسند بھی کرنے لگا ہوں۔ فی الحال یہاں کوئی ایسی گاڑی موجود نہیں ہے جس پر میں اس کے پیچھے جا سکو!"

عمران ہونٹ بھینچے اُسے گھورتا رہا۔۔۔ اور سنگ ہی نے بوتل اٹھا کر ہونٹوں سے لگالی۔

◆

سنگ ہی نے تیسری بوتل بھی ختم کر کے فرش پر لڑھکا دی اور ریک سے چوتھی نکال لایا۔

"پیئو گے۔" اس نے مضحکانہ انداز میں عمران سے پوچھا۔

عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلا دیا۔

"نیک آدمی ہو۔۔۔ اور نیک آدمیوں کو مرے بغیر دنیا کی نعمتیں کب حاصل ہوتی ہیں۔"

"میں نے تو سنا ہے کہ نیک آدمی مرنے کے بعد ہیڈ کانسٹیبل بنا دیئے جاتے ہیں۔"

"تمہیں شاید شراب کی بو ہی سے نشہ ہو جاتا ہے۔" سنگ ہی نے شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ چند لمحے عمران کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ "تمہاری وہ دوست۔ کیا نام ہے اس کا۔۔۔ اوہ ہاں جولیانا فٹنر واٹر۔۔۔ مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔"

"سن کر خوشی ہوئی کب ہاتھ صاف کر رہے ہو اُس پر۔۔۔!"

"جب ضرورت محسوس کروں گا؟"

"ہوں۔۔۔ ہوں۔۔۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "لیکن جب تم نے کوشی کو جہنم میں دھکیل دیا ہے پولیس اُسے باور نہ کرے گی کہ ان دونوں کا قاتل اس کے لئے اجنبی تھا۔"

"مجھے قطعی پرواہ نہیں ہوتی کہ میری بساط پر کون سا مہرہ کہاں پٹ رہا ہے۔ وہ بھی مجھے داور کی ہی حیثیت سے جانتی ہے۔۔۔ ایک مقامی آدمی جو اہل زبان کی طرح چینی بول سکتا ہے؟ اب شائد اُس سے کبھی میری ملاقات نہ ہو سکے۔۔۔ ویسے وہ اپنے اسی بیان پر اڑی رہے گی کہ قاتل ور دونوں مقتول اُس کے لئے اجنبی تھے۔۔۔ ویسے کیا تم اُس سے گفتگو کر چکے ہو۔"

"ہاں چھرے کے زور پر۔۔۔ میں نے اُسے دھمکایا تھا۔ تب اُس نے بتایا کہ وہ پولیس کو مطلع رچکی ہے۔۔۔ اس نے وہ بیان بھی دہرایا تھا جو غالباً تم اُسے رٹا آئے تھے۔"

"ہو سکتا ہے۔" سنگ ہی نے لاپروائی سے کہا اور بوتل کھول کر اُسے ہونٹوں سے لگایا۔ دفعتاً ران بولا۔ "ٹھہرو۔۔۔ یہ بڑی زیادتی ہے۔"

سنگ ہی نے بوتل میز پر رکھ کر اُسے استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔۔۔

"میرے شغل کے لئے یہاں کوئی چیز نہیں ہے۔"

"کیا چاہتے ہو؟"

"کافی پیئوں گا۔ تھوڑی سی تھکن محسوس ہو رہی ہے۔"

"یہاں اس بوڑھے ملازم کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔۔۔ اب میں اُسے دوبارہ جگانا پسند نہیں کروں گا۔"

"بس تو پھر یہ بوتل میرے سر پر توڑ دو۔۔۔ بوریت کی بھی حد ہوتی ہے۔"

"چکھو تھوڑی سی۔۔۔ ساری تھکن دور ہو جائے گی۔"

عمران نے انکار میں سر ہلا دیا۔

"حیرت ہے۔۔۔ مجھے تو تم مذہبی آدمی بھی نہیں معلوم ہوتے۔"

"ڈر کے مارے نہیں پیتا۔"

"کس سے ڈرتے ہو۔"

"عمران سے۔۔۔!"

"کیا بات ہوئی؟"

"بہت بڑی بات ہے۔ نشہ میں خود کو بہت بڑا ادیب سمجھنے لگا تو کیا ہو گا؟"

"احمقوں کی الف لیلیٰ لکھ ڈالنا۔۔۔ جن ادیبوں کو پڑھ کر لکھنا سیکھا ہو انہیں بالکل گھٹیا اور خود سے بھی کمترین سمجھنے لگنا۔"

"ڈیئر انکل میں کافی پینا چاہتا ہوں۔ بور مت کرو۔"

"میں تمہارے لئے کافی بناؤں گا؟" سنگ ہی نے آنکھیں نکال کر پوچھا۔

"کافی ملنی چاہئے۔۔۔ ورنہ میں اتنا غل غپاڑہ مچاؤں گا کہ درودیوار لرز اٹھیں گے۔"

"دیکھو برخوردار۔۔۔ مجھے بور مت کرو۔ اس وقت بڑی ترنگ میں ہوں۔۔۔ تمہاری ہی وجہ سے وہ لڑکی بھی نکل گئی۔"

"تم جانتے ہو کہ مجھے اسی کی تلاش تھی۔" عمران نے کہا۔

"کچھ بھی ہو۔۔۔ مجھے مزید غصہ دلانے کی کوشش نہ کرو۔"

"عام آدمیوں کی طرح سطحی باتیں نہ کرو۔" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"کیا مطلب۔۔۔!"

"یہی کہ تمہیں چونکہ مجھ پر غصہ آگیا ہے اس لئے تم میرے لئے کافی نہ بناؤ گے؟ گھٹیا بات ہے سنگ۔ تم جیسے جینئس کو زیب نہیں دیتی۔"

سنگ ہی سنجیدگی سے کچھ سوچنے لگا۔ پھر سر ہلا کر بولا۔ "ٹھیک کہتے ہو۔ میں بہک گیا تھا۔ یہ چوتھی بوتل ہے۔ شاید کچھ نشہ ہو گیا ہے.... میں تمہیں کافی پلاؤں گا۔ پیارے فکر نہ کرو.... لیکن تازہ دودھ مہیا کرنا مشکل ہو گا.... ڈبے والا پسند کرتے ہو یا نہیں۔"

"چل جائے گا۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

سنگ ہی اٹھا.... اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

عمران کی یہ حرکت حقیقتاً کافی ہی تک محدود نہیں تھی۔ اُس نے اس کا تذکرہ چھیڑ کر اندازہ کرنا چاہا تھا کہ عمارت میں کتنے آدمی موجود ہیں۔ دوسری بات یہ کہ وہ اُسے کمرے سے ٹالنا چاہتا تھا۔

ہاتھ پیر جکڑے ہوئے تھے.... لیکن ذہن تو کام کر ہی رہا تھا.... اُس نے سوچا تھا کہ اگر وہ دس پندرہ منٹ کے لئے بھی کمرے سے ٹل جائے تو وہ رہائی کے لئے جدوجہد کر سکے گا۔ کمرے میں مختلف جگہوں پر کئی موم بتیاں روشن تھیں.... وہ اپنے جسم سے لپٹی ہوئی رسی کو جلانے کی کوشش کرتا۔

اس نے اس دروازے کی طرف دیکھا جس سے گذر کر سنگ باہر گیا تھا۔ پھر اپنی کرسی کو میز کی طرف کھسکانے کی کوشش کرنے لگا.... میز پر بھی دو موم بتیاں رکھی ہوئی تھیں۔

دفعتاً وہ چونک کر مڑا.... بائیں جانب سے کسی قسم کی آواز آئی تھی۔ بائیں جانب والا دروازہ تھوڑا سا کھلا اور پھر ساجدہ پوری طرح روشنی میں آگئی۔

"ارے۔"

ساجدہ عمران کی طرف جھپٹی۔ اس کے ہاتھ میں چاقو تھا۔ بڑی تیزی سے اس کی رسیاں کاٹنے لگی۔

"چلو نکل چلو.... باورچی خانہ یہاں سے کافی فاصلے پر ہے۔"

"لیکن پھر یہ آدمی دوبارہ ہاتھ نہ آئے گا.... میں اسے ساتھ ہی لے جاؤں گا۔" عمران بولا۔

"حماقت نہ کرو.... بڑی مشکل سے میں نے...." اس نے جملہ پورا نہیں کیا بوکھلائے ہوئے انداز میں دروازے کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

عمران نے بھی سوچا فی الوقت نکل ہی چلنا چاہئے۔ ورنہ اگر یہ لڑکی ہاتھ سے گئی تو پھر کچھ نہ ہو سکے گا۔ وہ تیزی سے باہر نکلے چلے آئے۔

"گاڑی کہاں ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"بہت دور چھوڑ آئی ہوں.... پیدل چلنا پڑے گا؟"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ تیزی سے راستہ طے کرتے رہے.... گاڑی تقریباً تین فرلانگ کے فاصلے پر ملی۔

"تم نے کمال ہی کر دیا۔" عمران اسٹیئرنگ سنبھالتا ہوا بولا۔

میں پہلے تو سچ مچ ہی بوکھلا گئی تھی کہ یہاں تک چلی آئی پھر سوچا پتہ نہیں تمہارا کیا حشر ہوا ہو۔ وہ آدمی خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ انجمن بیباکاں سے اپنا تعلق ظاہر کرتا رہا۔ لیکن انجمن کا کوئی آدمی اتنا بیہودہ نہیں ہو سکتا۔ وہ سب معاملات میں ایک دوسرے کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ بہرحال میں واپس آئی۔ صدر دروازہ کھلا ہی ہوا ملا تھا۔ تم بیٹھے کیوں ہو۔ گاڑی اسٹارٹ کرو۔"

"اُو.... ہاں....!" عمران چونک پڑا۔ انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔

"پھر میں اس کمرے تک جا پہنچی تھی وہاں اس نے تمہیں بیہوش کرکے کرسی سے جکڑنا شروع کیا تھا.... تم قطعی ہوش میں نہیں معلوم ہوتے تھے.... پھر میں برابر والے تاریک کمرے ہی میں رک کر انتظار کرتی رہی تھی.... شاید موقع مل ہی جائے۔"

"چاقو کہاں سے مل گیا تھا۔"

باورچی خانے سے لائی تھی.... کئی گھنٹے اس عمارت میں گزار چکی ہوں جانتی تھی کہ کہاں کیا مل سکے گا۔ جب تم نے کافی کا تذکرہ شروع کیا تو میں نے سوچا ممکن ہے وہ کافی کے لئے باہر جائے۔ اس لئے سیدھی باورچی خانے پہنچی تھی.... واپس آئی تو معلوم ہوا کہ وہ حقیقتاً اس پر آمادہ ہو چکا ہے کہ تمہارے لئے خود کافی تیار کرے۔ لیکن آخر تم نے کیا سوچ رکھا تھا؟"

"میں بھی اُسے کمرے سے باہر بھیجنا چاہتا تھا۔ کسی قدر نشے میں تھا.... بھرے میں آگیا.... ورنہ اس سے زیادہ چالاک آدمی اس وقت شاید ساری دنیا میں کوئی دوسرا نہ ملے۔"

"کمرے سے بھیج دینے کے بعد ہی کیا کر لیتے۔ جکڑے تو ہوئے تھے کرسی سے۔"

"کسی موم بتی سے رسی جلاتا۔"

"خطرناک کوشش ہوتی۔"

عمران کچھ نہ بولا.... کار کچے راستے سے اب پختہ سڑک پر آگئی تھی۔

"یہ آخر ہے کون۔"

"ایک انتہائی درجہ خطرناک مجرم.... پروفیسر راشد کے قتل میں اسی کا ہاتھ ہے۔"

"میرے خدا.... تو کیا یہ دشمن.... وہی ہو سکتا ہے.... جس کا تذکرہ ڈائری میں ہے۔"

"سو فیصدی یہی ہے؟"

”کیا تم میری الجھن رفع کر سکو گی؟“

”کیا بات ہے؟“

”پروفیسر نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔“

”وہ جملہ.... اُن لوگوں کیلئے قطعی طور پر بامعنی اور مکمل ہے جن کے لئے تحریر کیا گیا تھا؟“

”کن کے لئے۔“

”انجمن کے افراد کے لئے اس میں ایک پیغام موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ قتل ہی کئے جاتے تو ان کی جیب سے وہ ڈائری ضرور برآمد ہوتی اور اس قتل کی خبر کے ساتھ ڈائری کا تذکرہ اخبارات میں بھی آتا.... اور اس نامکمل جملے کی تشہیر ہوتی۔ پیغام جن کے لئے تھا انہیں مل جاتا۔ اس جملے میں جتنے بھی حروف استعمال کئے گئے ہیں ان میں کچھ ایسے حروف بھی موجود ہیں جنہیں دوبارہ ترتیب دیا جائے تو بنے گا.... ساجدہ جانتی ہے؟“

”کیا جانتی ہے....!“

”ذرا دم لو پولیس کے ایجنٹ صاحب۔“

”تمہاری مرضی۔ اب اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں پوچھوں گا۔ پہلے ہی تمہیں یقین دلانے کی کوشش کر چکا ہوں کہ میں صرف اپنی پوزیشن صاف کرنا چاہتا ہوں۔ پولیس مجھ پر مقدمہ قائم کر چکی ہے۔ پروفیسر میرے ہی دروازے پر مرا تھا۔ پھر پروفیسر کے یہاں پائی جانے والی تصویر بھی تین آدمیوں کو چٹ کر گئی۔ ایک انسپکٹر نے میرے ہی توجہ دلانے پر ایک پتھر کو توڑنے کی کوشش کی اور فنا ہو گیا۔ تم ہی بتاؤ ایسے حالات میں مجھے کیا کرنا چاہئے۔“

”تصویر کیسے تین آدمیوں کو چٹ کر گئی؟“ ساجدہ نے پوچھا۔

عمران اُسے بتانے لگا۔

◆

اس کے خاموش ہونے پر ساجدہ کچھ نہ بولی۔ عمران تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر بولا۔

”اب بتاؤ میری پوزیشن کیسی ہے۔“

”ہاں... آں... لیکن کیوں...؟ یہ آدمی تمہارے پیچھے کیوں پڑا ہوا ہے۔“ ساجدہ نے پوچھا۔

”نہیں تو.... میں ہی اتفاق سے اس کے پیچھے پڑ گیا ہوں۔ پہلے تو اس نے بہت کوشش کی

تھی کہ میں بیچ میں نہ کودوں....!“

”تو پھر.... تو پھر تم کیوں کود پڑے....!“

”دوسروں کے پھٹے میں ٹانگ اڑانا میری ہابی ہے۔“

ساجدہ اونگھنے لگی تھی.... عمران چاہتا بھی تھا کہ وہ سو ہی جائے تو بہتر ہے کیونکہ وہ اس وقت اُسے دانش منزل لے جانا چاہتا تھا.... رانا پیلس سنگ ہی اور اُس کے آدمیوں کی نظروں میں آچکا تھا۔

”کیا تمہیں نیند آرہی ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”کیوں نہ آئے۔“ وہ چونک کر بولی۔ ”پچھلی رات سے جاگ رہی ہوں۔“

”اوہ تو پھر تم پچھلی سیٹ پر جاکر آرام سے سو جاؤ۔“

”مگر ہم جائیں گے کہاں۔“

”یہ مجھ پر چھوڑ دو.... اگر مجھے اپنا دشمن بھی سمجھتی ہو تو دو چار دن کے لئے مجھ پر اعتماد کر لو اسی میں بھلائی ہے۔“

”اچھا ڈارلنگ پولیس انفارمر....!“ اُس نے انگڑائی لے کر کہا اور پچھلی نشست پر پہنچنے کی کوشش کرنے لگی۔

کار تیزی سے راستہ طے کر رہی تھی۔ کچھ دیر بعد عمران نے اُسے آواز دی۔ لیکن جواب نہ ملا اس نے سوچا یہ بڑی اچھی بات ہے وہ اُسے دانش منزل لے جانا چاہتا تھا کہ وہ اس کے محل وقوع سے آگاہ نہ ہو سکے۔

دانش منزل پہنچ کر ہی اُس نے اُسے جگایا۔ گاڑی کمپاؤنڈ میں کھڑی کی تھی.... ہاتھ پکڑ کر اُسے عمارت کے اندر لے گیا۔

ساؤنڈ پروف کمرے میں پہنچ کر ساجدہ بولی۔ ”ارے تم تو پھر مجھے وہیں لے آئے۔“

”یہی ایسی جگہ ہے جہاں وہ تم پر ہاتھ نہ ڈال سکے گا۔ تم شاید اُس کے لئے بہت اہم ہو۔ میرا خیال ہے اب پھر سو جاؤ۔“

پھر وہ اُسے وہاں چھوڑ کر باہر آگیا تھا۔

اُس کی پلکیں بھی نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں.... پہلے اس نے سوچا تھا کہ اسی وقت وہاں اپنے ماتحتوں کو طلب کرے گا.... لیکن پھر اس خیال کو ترک کر کے سونے کے لئے لیٹ گیا تھا۔

دوسری صبح دن چڑھے تک سوتا رہا۔ کئی راتوں کی تھکن گہرے نشے کی طرح ذہن پر طاری

ہو گئی تھی۔

منہ دھونے کے لئے واش بیسن پر جھکا تو ایک جگہ ریڑھ کی ہڈی چمک سی گئی۔ ایسی شدید تکلیف ہوئی تھی کہ فوراً ہی سیدھا ہو جانا پڑا تھا۔

اوراب اُسی جگہ جہاں چمک سی محسوس کی تھی اچھا خاصا درد تھا۔۔۔۔ اُس کا ذہن پچھلی رات کے واقعات دہرانے لگا۔۔۔۔ یہ تکلیف۔۔۔۔ یہ درد۔۔۔۔ وہ سوچ رہا تھا۔۔۔۔ پچھلی رات اُس وقت ہی محسوس ہوا تھا جب سنگ ہی جونک کی طرح اس سے لپٹ گیا تھا۔۔۔۔ اس وقت بھی اُسی جگہ خصوصیت سے اس کی انگلیاں زیادہ قوت صرف کر رہی تھیں۔

عمران نے پشت پر ہاتھ لے جاکر ریڑھ کی ہڈی کا دکھتا ہوا حصہ ٹٹولا۔۔۔۔ اُسے یاد آیا اُس درد کی شدت کے ساتھ ہی اس کا ذہن بھی تاریکیوں میں ڈوبتا گیا تھا۔ ہاتھ پیر بیکار ہو کر رہ گئے تھے۔ اس طرح سنگ ہی اس کی بیہوشی کے دوران میں اُسے باندھ لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

وہ خیالات میں ڈوبا ہوا واش بیسن کے پاس سے ہٹ آیا۔ ساجدہ ابھی تک ساؤنڈ پروف کمرے ہی میں بند تھی۔۔۔۔ عمران نے اُسے باہر نکالا، اور وہ اُس پر جھپٹ پڑی۔

”تو تم نے مجھے قید کر رکھا ہے۔۔۔۔ کیوں؟“

”نن۔۔۔۔ نہیں تو۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔ کمرہ یہ۔۔۔۔ یہاں مچھر نہیں داخل ہو سکتے اسی لئے؟“

”میں پتہ نہیں کب سے جاگ رہی ہوں۔۔۔۔!“

”جلدی اٹھنا صحت کے لئے مفید ہے؟“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”قطعی نہیں! لیکن جب گھر میں کوئی عورت موجود نہ ہو تو اکثر فاقوں کی بھی نوبت آجاتی ہے! مجھے تو انڈا تلنا بھی نہیں آتا۔۔۔۔!“

”باورچی خانہ بھی ہے یہاں یا وہ بھی نہیں۔“ ساجدہ نے بوکھلا کر پوچھا۔

”بہت بڑا۔۔۔۔ بہت بڑا باورچی خانہ۔۔۔۔ ضرورت کی ہر چیز موجود ملے گی۔“

”مجھے دکھاؤ۔“

عمران اُسے باورچی خانے میں لایا۔۔۔۔ وہ چاروں طرف حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

”مجھے حیرت ہے۔“ وہ بالآخر بولی۔

”کس بات پر۔۔۔۔!“

”اتنی بڑی کوٹھی ہے۔۔۔۔ اور ایک ملازم بھی نظر نہیں آتا۔“

”پچھلے سال ایک رکھا تھا۔۔۔۔ چھ ماہ بعد اس کمبخت نے کہنا شروع کر دیا اب میری شادی کرا دیجئے۔ آخر کب تک خود ہی کھانا بھی پکاؤں گا۔“

”تمہاری بیگم کہاں ہے۔“

”کیا تم نے ابھی تک اندازہ نہیں لگایا کہ میں کتنا بے غم ہوں۔“

”اوہ تو تمہاری بیوی واقعی نہیں ہے۔“

عمران نے غمناک انداز میں سر کو جنبش دی۔

”آخر کیوں۔۔۔۔؟“

”میرے عادات و اطوار خطرناک ہیں۔ کوئی بھی عورت چوبیس گھنٹے کے نوٹس پر بیوہ ہونا پسند نہ کرے گی۔“

پھر ساجدہ ناشتے کے انتظامات میں لگ گئی تھی۔

ناشتے کی میز پر عمران دیر سے پہنچا کیونکہ آپریشن روم سے اپنے ماتحتوں کو فون کرتا رہا تھا۔

ناشتے کے دوران میں اُس نے کئی بار ساجدہ کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ اس نے اتنی لذیذ چیزیں عرصہ سے نہیں چکھی تھیں۔

”ختم کرو۔۔۔۔!“ ساجدہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”بتاؤ اب میرا کیا ہو گا۔ ابھی تک میں یہ سمجھتی رہی تھی کہ یہ انجمن بیباکاں کوئی غیر قانونی کام نہیں کر رہی لیکن اب پچھلی رات سے تمہارے خلاف ان لوگوں کا جوش و خروش دیکھ کر سوچنا پڑا ہے کہ کہیں میں غلطی پر تو نہیں تھی۔“

”لیکن تم نے ابھی تک مجھے نہیں بتایا کہ انجمن بیباکاں کے مقاصد کیا ہیں۔“

”بظاہر تو اچھے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اُن کا مسلک بیباکی۔۔۔۔ جو کچھ کرنا ہے بیباکی سے کر گزرو۔۔۔۔ بہتیری ایسی باتیں جو قانوناً درست ہو سکتی ہیں۔ لیکن رسم و رواج اُن کی اجازت نہیں دیتے۔ مثال کے طور پر دو بالغ عورت اور مرد آپس میں قانوناً شادی رچا سکتے ہیں لیکن چونکہ ہمارے معاشرے کی روایات کے یہ خلاف ہے اس لئے اسے معیوب سمجھا جاتا ہے۔۔۔۔ ہماری انجمن کہتی ہے کہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔۔۔۔ وہ بڑی بیباکی سے ایسے افراد کو مدد دیتی ہے۔“

”ارے تو اس کا نام انجمن معاونین عشاق رکھا جا سکتا ہے۔ یہ بیباکاں کیا بلا ہے۔“

”یہ لوگ اس قسم کے کام انجام دینے کے سلسلے میں اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتے۔ ابھی پچھلے دنوں ہم میں سے ایک آدمی نے اپنی بہن کو اس کے محبوب کے ساتھ نکل بھاگنے میں مدد دی تھی۔“

”تب تو پھر میری شادی بھی کچھ مشکل نہیں۔“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔

”وہ لوگ ایسے تاجروں کو مدد دیتے ہیں جو دوسرے تاجروں کے مقابلے میں مار کھا رہے ہوں۔۔۔۔ غیر ملکی بازاروں تک ان کی اعانت کرتے ہیں۔“

"لیکن پولیس سے بھی ڈرتے ہیں.... کیوں؟"

"یہی بات تو سمجھ میں نہیں آتی۔"

"خیر دیکھیں گے۔ اب پروفیسر راشد کی طرف آؤ۔"

"وہ تو بہت اچھے آدمی تھے.... انہوں نے میرے ذمہ صرف اپنے ہی کام لگا رکھے تھے۔ اپنے نجی خطوط لکھواتے تھے اور ان کے کاغذات کی دیکھ بھال میں ہی کرتی تھی۔"

"تم اس کی کوٹھی میں کیوں گھسنا چاہتی تھیں۔"

"بتا تو چکی ہوں کہ اُن کے کاغذات حاصل کرنا چاہتی تھی جو اب انجمن کے نائب صدر کی تحویل میں رہیں گے۔ پروفیسر کی ڈائری والے ادھورے پیغام میں یہی تو کہا گیا تھا کہ ساجدہ جانتی ہے یعنی وہ جگہ ساجدہ جانتی ہے جہاں کاغذات رکھے ہوتے ہیں۔ کوٹھی کے گرد پولیس کا پہرہ تھا۔ لیکن میں کاغذات نکال لانے کا وعدہ کر کے چل پڑی تھی۔"

"پھر اب کیا سوچا ہے تم نے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ آخر وہ لوگ تم سے کیوں خائف ہیں اور پروفیسر تمہارے پاس کیوں گیا تھا؟ کیا تم ہی اُس کے وہ دشمن تھے؟"

"میں نے تو اس سے پہلے کبھی اُس کی صورت بھی نہیں دیکھی تھی۔"

"لیکن اُن کے یہاں تمہاری تصویر....؟"

"میں پوچھتا ہوں تم نے کب دیکھی تھی وہاں میری تصویر....!"

"کبھی نہیں....!"

"وہ پروفیسر کی موت کے بعد ہی وہاں رکھی گئی تھی۔"

"کس نے رکھی تھی؟"

"تم بھول کیوں جاتی ہو۔ پہلے ہی بتا چکا ہوں یہ اُس آدمی کی حرکت تھی جس سے پچھلی رات ہم دوچار ہوئے تھے....!"

ساجدہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ باہر سے کسی نے گھنٹی بجائی وہ ناشتہ کر چکے تھے۔ عمران نے ساجدہ سے کہا کہ وہ پھر تھوڑی دیر کیلئے اسی کمرے میں چلی جائے۔ ساجدہ نے وجہ پوچھے بغیر تعمیل کی۔

اور پھر عمران نے صدر دروازہ کھولا.... جولیا اور بلیک زیرو کے علاوہ اس کے سارے ماتحت برآمدے میں موجود تھے۔ صفدر کو اس نے ہدایت دی تھی کہ وہ میک اپ میں آئے کیونکہ سنگ ہی اُسے جولیا کی دوست کی حیثیت سے جانتا تھا۔

وہ اندر آئے۔ تنویر کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور وہ بھی میک اپ میں تھا کیونکہ اُس کے متعلق بھی عمران کو شبہ تھا کہ وہ بھی سنگ ہی کی نظروں میں آچکا ہے بلیک زیرو نے اُن سبھوں کو ایکس ٹو کی آواز میں ہدایت دی تھی کہ وہ دانش منزل پہنچیں جہاں عمران ان کا منتظر ہے۔ لہٰذا وہ خاموش کھڑے عمران کی طرف مستفسرانہ نظروں سے دیکھتے رہے۔

دفعتاً عمران نے کیپٹن خاور پر چھلانگ لگائی.... اور اُس سے لپٹا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ خاور "ارے ارے" کرتا رہ گیا تھا.... دوسرے ہکا بکا رہ گئے۔ خاور عمران کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر قبل اس کے وہ لوگ دونوں کو الگ کرنے کے لئے آگے بڑھتے عمران خود ہی اُسے چھوڑ کر ہٹ گیا۔ خاور بے حس و حرکت فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

◆

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے بقیہ لوگوں کو سکتہ ہو گیا ہو.... پھر تنویر خاور کی طرف جھپٹا اُس کے قریب بیٹھ گیا اور جھک کر اُسے ہلا جلا کر دیکھتا رہا پھر اچھل کر عمران کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"وہ بیہوش ہو گیا ہے؟"

"تو سر پر کیوں چڑھے آرہے ہو....!" عمران نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دھکا دیا۔

"تم لوگ خاموش کھڑے دیکھ رہے ہو...." تنویر جھلا کر اپنے ساتھیوں کی طرف مڑا۔ لیکن وہ کچھ نہیں بولے۔ البتہ ان کی آنکھوں میں بھی احتجاج تھا۔

عمران کے لئے تنویر کی نفرت کا کیا پوچھنا.... شاید اُن سبھوں میں سے کوئی بھی اُس سے اتنا خار نہ کھاتا رہا ہو۔ اس کی وجہ تھی جولیانا فٹنر واٹر جو اس کی "سنجیدگی" کو ٹھکرا کر عمران کی حماقتوں میں دلچسپی لیتی تھی۔

"کیا تم بہرے ہو گئے ہو۔" تنویر دونوں ہاتھ ہلا کر چیخا۔

"اندھے کہو....!" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں تمہیں مار ڈالوں گا....!" تنویر پھر جھپٹا.... لیکن اس بار صفدر نے اُن کے درمیان آکر ٹکراؤ کے امکانات ختم کر دیئے۔

"ہو سکتا ہے انہیں خاور سے کوئی شکایت ہو۔" اُس نے کہا۔

“اگر وہ کسی شکایت کی بناء پر اُسے بیہوش کر سکتا ہے تو میں بہتیری شکایات کی بناء پر اُس کا خاتمہ ہی کیوں نہ کروں۔ ” تنویر ہانپتا ہوا بولا۔

“مار ڈالو۔ مجھے سچ مچ مار ڈالو.... ” عمران نے روہانسی آواز میں کہا۔ “تاکہ ان جھنجھٹوں سے پیچھا ہی چھوٹ جائے۔ تمہارے چیف ایکس ٹو نے ویسے ہی زندگی تلخ کر رکھی ہے۔ ”

“مگر یہ کیا کیا جناب نے۔ ” سارجنٹ نعمانی نے بیہوش خاور کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

“اب مجھے کیا معلوم تھا کہ تم لوگوں سے بغل گیر ہونا بھی خطرے سے خالی نہیں۔ ”

“میں برداشت نہیں کر سکتا۔ ” تنویر نے پھر جھپٹنے کی کوشش کی۔

“جب تک سر پر پٹی بندھی ہوئی ہے برداشت ہی کرنے کا مشورہ دوں گا۔ ” عمران نے خشک لہجے میں کہا اور صفدر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

“کوئی نئی خبر....! ”

“پچھلی رات.... دو قتل ہوئے ہیں۔ ” صفدر نے خاور پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

“ظفرو اور درانی....! ” تنویر عمران کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا غرایا۔

“رپورٹ....! ” عمران بدستور صفدر سے مخاطب رہا۔

“کوشی نامی چینی رقاصہ نے پچھلی رات فون پر پولیس کو اطلاع دی تھی کہ دو آدمی ایک آدمی کا تعاقب کرتے ہوئے اُس کے مکان میں گھس آئے تھے.... دونوں کے ہاتھوں میں چاقو تھے.... وہ اُس کمرے سے نکل بھاگی تھی اور خود کار دروازہ بند ہو گیا تھا۔ پھر اُس نے چیخیں سنی تھیں۔ ڈر کے مارے بجلی کا مین سوئچ آف کر دیا تھا پولیس وہاں پہنچی.... خود کار دروازہ باہر سے کھولا گیا.... کمرے میں دو لاشیں نظر آئیں۔ تیسرے آدمی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ کوشی زیر حراست ہے کیونکہ وہ تیسرے آدمی کا حلیہ نہیں بتا سکی تھی۔ ”

“تم میرے ساتھ آؤ۔ ” عمران نے صفدر سے کہا۔ اور دوسروں سے کہتا گیا۔ “خاور کو خواب گاہ میں لے جاؤ۔ ”

ان کے چہروں پر غصے کے آثار تھے۔ لیکن کوئی کچھ بولا نہیں کیوں کہ وہ ایکس ٹو کے حکم کے مطابق یہاں عمران سے ملنے آئے تھے۔ عمران صفدر کو ایک کمرے میں لایا۔

“یہ کیا کیا آپ نے عمران صاحب۔ ” صفدر نے کچھ دیر خاموش رہ کر پوچھا۔

“کس واقعے کی طرف اشارہ ہے؟ ”

“خاور....! ”

“ایک تجربہ تھا جو میرے خیال کے مطابق کامیاب رہا۔ پچھلی رات میں بھی اسی طرح بیہوش ہو گیا تھا۔ سخت ندامت ہوئی تھی لیکن آج صبح اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس میں اس کی قوت سے زیادہ حکمت عملی کا دخل تھا.... اس نے ریڑھ کی ہڈی پر ایک جگہ خصوصیت سے زیادہ دباؤ ڈالا تھا.... اور میں ذہنی طور پر مفلوج ہوتا چلا گیا تھا؟ ”

“وہ کون تھا....؟ ”

“داور....! ”

“آخر یہ ہے کیا بلا.... اور کیا چاہتا ہے۔ ”

“پروفیسر راشد کا قتل اُس کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اُس نے مجھے اس میں ملوث کرنے کی کوشش کی تھی اور یہ کوشش اب بھی جاری ہی ہے.... ہوں.... اچھا دیکھو کوشی کو ضمانت پر رہا ہونا چاہئے؟ ”

“اوہ.... تو کیا واقعی....! ”

“ہاں....؟ ” عمران سر ہلا کر بولا۔ “مجبوری تھی۔ داور نے مجھے وہاں بھی پھانسنے کی کوشش کی تھی۔ اگر میں انہیں نہ مارتا تو وہ مجھے مار ڈالتے۔ ”

صفدر کچھ نہ بولا۔ ویسے وہ عمران کو اسی طرح دیکھے جا رہا تھا۔ جیسے اچانک کوئی عجوبہ سامنے آگیا ہو۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے پوچھا۔ “اب کیا کرنا ہے؟ ”

“تم سب پروفیسر راشد کی کوٹھی کے آس پاس موجود ہو.... پولیس والے اُس نکتہ نظر سے کوٹھی کی نگرانی نہیں کر رہے جو ہمارا ہے۔ ”

“ہمارا کیا نکتہ نظر ہے؟ ” صفدر نے پوچھا۔

“فی الحال اتنا ہی سمجھ لو کہ وہاں کسی اجنبی کا داخلہ ہمارے لئے دشواریاں پیدا کر سکتا ہے۔ ”

“اگر وہ اجنبی پولیس ہی کے کسی آفیسر کیساتھ کوٹھی میں داخل ہو جائے تو ہم کیا کر سکیں گے۔ ”

“کم از کم مجھے اطلاع تو دے ہی سکو گے؟ ”

“آخر ہے کیا چکر....! ”

“اس کی فکر نہ کرو۔ کوشی کے لئے کیا کرو گے۔ ”

“یہاں سے جانے کے بعد صورت حال کا جائزہ لوں گا؟ ”

“تو اب جا بھی چکو کسی صورت سے؟ ”

"جارہا ہوں؟ لیکن خاور کا معاملہ کسی طرح بھی ان کے ذہن نشین نہ کراسکوں گا۔ وہ سب بہت زیادہ جھلائے ہوئے ہیں۔"

"میں برابر کردوں گا.... تم چلو تو....!" عمران اُسے دروازے کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔

وہ پھر اُس بیڈ روم میں آئے جہاں وہ لوگ خاور کو اٹھالے گئے۔ خاور ہوش میں تھا.... جیسے ہی اس نے عمران کی طرف نظر اٹھائی عمران ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

"بڑے بھائی گستاخی معاف.... مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔"

"لیکن یہ اسطرح کیسے غلط فہمی....!" خاور کے لہجے میں شرمندگی اور غصے کی جھلکیاں تھیں۔

"یار میرا مغز پھرا رہتا ہے آج کل۔ مجھے کچھ ایسا محسوس ہوا تھا جیسے تمہارے میک اپ میں یہاں اور کوئی گھس آیا ہو.... ورنہ تم خود سوچو میرا دماغ تو خراب ہوا نہیں تھا۔"

"تم پاگل کتے سے بھی بدتر ہو....!" تنویر چیخ کر بولا اور عمران اُسے حیرت سے دیکھنے لگا۔ پھر بوکھلائے ہوئے لہجے میں خاور سے پوچھنے لگا۔ "کیا میں نے کاٹ بھی کھایا تھا۔"

"میں ایسا مذاق پسند نہیں کرتا؟" خاور کی آواز بدستور غصیلی تھی۔ پھر وہ کسی قدر چونک کر بولا۔ "لیکن میں بیہوش کیوں ہو گیا تھا۔ میں تم سے کمزور تو نہیں ہوں؟"

"بیہوش ہو گئے تھے؟" عمران اچھل پڑا اور تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ "بھائی خدا کے لئے دیکھو کہیں میں نے سچ مچ نہ کاٹ کھایا ہو؟"

صفدر کے علاوہ سب ہی عمران کو بُرا بھلا کہتے رہے اور کچھ دیر بعد صفدر انہیں باہر لے گیا۔

عمران ساؤنڈ پروف کمرے میں آیا.. ساجدہ صوفے پر لیٹی ہوئی تھی۔ اُسے دیکھ کر اٹھ بیٹھی۔

"میں نے کہا دوپہر کا کھانا....!" عمران مسکرا کر بولا۔

"میں باورچی نہیں ہوں۔" وہ جھنجھلا گئی۔

"کہنے کا مطلب یہ کہ باورچی خانے کا راستہ تو جانتی ہی ہو گی۔"

"مجھے یہاں کب تک رہنا پڑے گا۔"

"ارے تمہارا گھر ہے.... جب تک جی چاہے رہو۔"

"میں باہر جانا چاہتی ہوں۔"

"لیکن یہ بھی سن لو کہ اس شہر سے باہر ہی سکون سے رہ سکو گی؟"

"کیوں....؟"

"انجمن بیباکاں کے کارکن بھی تمہاری تلاش میں ہوں گے اور وہ آدمی داور بھی.... کسی

کے ہتھے چڑھ گئیں تو وہ تمہاری پوجا نہیں کرے گا۔"

ساجدہ کچھ نہ بولی غالباً وہ سنجیدگی سے اس پر غور کرنے لگی تھی۔

تھوڑی دیر بعد بولی۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن پھر آخر میں کیا کروں....!"

"ہوں.... اُوں.... ممکن ہے کہ میں تمہاری حفاظت کا ذمہ لے سکوں.... لیکن اس صورت میں جب تم اس جگہ کی نشاندہی کردو، جہاں پروفیسر کے کاغذات رکھے ہوئے ہیں۔"

"تمہیں ان کاغذات سے کیا سروکار....؟"

"کچھ نہ کچھ سروکار تو ہو گا ہی! ورنہ یوں ہی خواہ مخواہ پولیس میرے پیچھے پڑ گئی.... اور اُسے مرنے کے لئے میرے ہی فلیٹ کی بالکنی نصیب ہوئی تھی۔"

ساجدہ پھر خاموش ہو گئی۔ چہرے پر ذہنی کشمکش کے آثار تھے.... عمران کی نظر کچھ دیر اُس کے چہرے پر رہی پھر وہ دوسری طرف دیکھنے لگا۔ وہ اس سے فیصلہ کن جواب چاہتا تھا۔

"لیکن اگر میں بتا بھی دوں تو تم وہاں پہنچو گے کیسے؟ وہاں تو پولیس کا پہرہ ہے۔"

"اسی طرح پہنچوں گا جیسے تم پہنچنے کی کوشش کرنے والی تھیں....!"

"اوہ.... وہ چور دروازہ....!" ساجدہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "لیکن میں اس تک بھی تو نہ پہنچ سکی تھی۔"

"پہنچ ہی جاتیں اگر سناٹے میں وہ اچانک آواز نہ گونجتی۔ تم سمجھی تھیں اب پولیس کے پہرے دار چاروں طرف دوڑنا شروع کردیں گے کہیں تمہیں ہی نہ آلیں۔ لہٰذا تم نے اُس گڑھے سے چھلانگ لگادی تھی۔"

ساجدہ مسکرائی اور بولی۔ "تم سے پار پانا محال ہے.... ہاں وہ چور دروازہ ایسی ہی جگہ ہے کہ کسی کا خیال اُدھر نہیں جاسکتا۔ میں یقیناً کامیاب ہو جاتی۔ اگر وہ آواز....!"

"ہاں تو پھر....؟ جلدی سے بتادو....؟"

"باورچی خانے کا راستہ مجھے معلوم ہے؟"

"باتوں میں اڑانے کی کوشش نہ کرو۔"

"اگر میں ابھی بتادوں تو تم دن کے اجالے میں اُدھر جانے کی ہمت نہ کرسکو گے۔ کسی نہ کسی کی نظر پڑ ہی جائے گی۔ لہٰذا فی الحال صبر کرو۔ دوپہر کے کھانے کا انتظام اس سے زیادہ ضروری ہے۔"

عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور سعادت مندانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔ "اچھا چلو یہی سہی۔"

اُس نے سوچا شاید وہ اس مسئلے پر مزید غور کرنا چاہتی ہے چلو کیا بُرا ہے سوچنے دو۔ جتنا

سوچے گی اتنی ہی بور ہو گی اور بالآخر بتانا ہی پڑے گا۔

پھر اُس سے کمرے سے نکلنے کو کہنے ہی والا تھا کہ سوئچ بورڈ سے لگا ہوا سرخ بلب روشن ہو گیا... عمران نے اُس سے کہا۔ "تم یہیں ٹھہرو... میں ابھی آیا...!"

باہر نکلا تو سامنے والے کمرے سے فون کی گھنٹی کی آواز آرہی تھی۔ سرخ بلب کا روشن ہونا فون کال ہی کا اشارہ تھا... وہ تیزی سے آگے بڑھا...

فون پر دوسری طرف صفدر تھا اور جلدی جلدی کہہ رہا تھا۔ "کسی نے کیپٹن فیاض کو گولی ماری... پروفیسر کی کوٹھی کے قریب... یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا... میں قریب ہی کی ایک کوٹھی سے آپ کو اطلاع دے رہا ہوں۔"

* * *

"کیا بک رہے ہو۔" عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

لیکن جواب کی بجائے دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ عمران نے بھی جھنجھلا کر ریسیور رکھ دیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ رات کی ناکامی کے بعد سنگ ہی کسی جھلائے ہوئے کتے کی طرح دوسروں پر جھپٹتا پھر رہا ہے۔ فیاض پر حملے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ خود اُس سے بھی پوچھ گچھ کی جائے کیونکہ فیاض آج کل ہاتھ دھو کر اُس کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ اُس کی تلاش میں بھی تھا لیکن فی الحال اُس نے پسند نہیں کیا تھا کہ اس سے رابطہ قائم رکھے۔ اب ایسی صورت میں ایک بار پھر مقامی پولیس اُس کے خلاف حرکت میں آجائے گی اور سنگ ہی پولیس ہی کے سہارے اُس تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔

کھیل خطرناک صورت اختیار کرچکا تھا... اُسے فیاض کے متعلق گہری تشویش تھی۔ کچھ بھی ہو وہ دونوں دوست تھے۔

وہ فون کی قریب ہی ٹھہرا رہا... اُسے یقین تھا کہ صفدر دوبارہ رنگ کرے گا۔

خیال غلط نہ نکلا تھوڑی دیر بعد پھر فون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو...!" عمران نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔

"صفدر...!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "وہ زندہ ہے... گولی داہنے شانے کو چھیلتی

ہوئی گذر گئی ہے ہڈی محفوظ ہے۔ بس کچھ دیر کے لئے بیہوش ہو گیا تھا۔ اس وقت پولیس ہسپتال کے اسپیشل وارڈ میں عیش کر رہا ہے۔"

"وہ پروفیسر کی کوٹھی میں کیا کر رہا تھا اس وقت۔"

"ایک آدمی اور بھی اُس کے ساتھ تھا! شہر کا مشہور ماہر تعمیرات...!"

"ماہر تعمیرات...!" عمران نے حیرت سے دہرایا۔ "کیوں؟"

"پتہ نہیں... غالباً وہ اُس سے اس عمارت کے متعلق کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا۔"

"ماہر تعمیرات کا نام اور پتہ...!" عمران کے لہجے میں اضطراب تھا۔

"موہن پرکاش ماہر تعمیرات کا نام تو آپ نے سنا ہی ہو گا۔"

"موہن پرکاش...!" عمران بولا۔ "میں جانتا ہوں وہ کہاں رہتا ہے۔ لیکن اس وقت کہاں ہے۔"

"ہسپتال میں... فیاض کے پاس۔"

"اچھی بات ہے۔ اب تم اُس پر نظر رکھو... جیسے ہی اپنے گھر پہنچے مجھے اطلاع دینا۔"

"بہت اچھا۔ لیکن دوسروں کو اب کیا کرنا ہے۔"

"پروفیسر کی کوٹھی کی نگرانی۔ لیکن کسی کو اس کا شبہ بھی نہ ہونا چاہئے کہ پولیس کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی اس عمارت میں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

"بہتر ہے... کوشش کی جائے گی اور کچھ...؟"

"نہیں...!" عمران نے کہا اور خود ہی سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب پھر وہ ساؤنڈ پروف کمرے کی طرف جا رہا تھا۔

اس بار ساجدہ اچھے موڈ میں نہ دکھائی دی... ویسے عمران بھی بہت زیادہ سنجیدہ نظر آرہا تھا... وہ تھوڑی دیر تک ایک دوسرے کو گھورتے رہے پھر عمران بولا۔

"حالات بہت خراب ہو گئے ہیں... اب مجھے تاریکی میں نہ رکھو۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"مجھے اُس جگہ کے متعلق بتاؤ جہاں کاغذات...!"

"سنو... میں تنظیم سے غداری نہیں کر سکتی...!" وہ عمران کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ "میں تمہیں بحیثیت عمران اس وقت تک نہیں جانتی تھی جب تک تنظیم کے نائب صدر کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ وہ تمہیں پہچانتا تھا اور مجھے تمہارے ساتھ دیکھ کر میری طرف سے بدگمان ہو گیا تھا۔ پھر مجھے موقع ہی نہیں مل سکا تھا کہ اپنی صفائی پیش کر سکتی۔"

”ہوں....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”تو اب تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ مجھے اس جگہ کے متعلق کچھ نہ بتا سکو گی۔“

”مجھے مجبور نہ کرو.... عمران....!“

”اچھی بات ہے تو اب تم ہی جواب دہی کرنا....؟“

”کیسی جواب دہی۔“

”محکمہ سراغ رسانی کا سپرنٹنڈنٹ.... ایک ماہر تعمیرات کے ساتھ پروفیسر کی کوٹھی میں داخل ہو رہا تھا کہ کسی نے اُس پر فائر کر دیا.... گولی اُس کے بازو میں لگی ہے؟“

”یہ کب کی بات ہے!“

”کچھ دیر پہلے کی۔ ابھی مجھے فون پر اطلاع ملی ہے۔“

”تو پھر.... میں کیسے جواب دہ ہو سکتی ہوں اُس کے لئے....!“

”کیا یہ تمہاری تنظیم ہی کے کسی آدمی کی حرکت نہیں ہو سکتی....!“

ساجدہ خاموش رہی۔ کچھ سوچ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد بولی۔ ”پھر بھی میں تو جوابدہ نہیں۔ میں کل سے مختلف آدمیوں کی قید میں رہی ہوں۔ اس وقت بھی یہاں تمہاری قید میں ہوں۔“

”اگر میں تمہیں چھوڑ دوں تب بھی تم پولیس کو اس کا یقین نہیں دلا سکو گی۔“

”لیکن وہ ماہر تعمیرات کو وہاں کیوں لے جا رہا تھا۔“

”پولیس والے بالکل ہی گھامڑ تو نہیں ہوتے۔ ہو سکتا ہے پروفیسر پہلے ہی سے پولیس کی لسٹ پر رہا ہو اور اب وہ اُس عمارت میں تہہ خانوں کی موجودگی کے امکانات کا جائزہ لینا چاہتے ہوں۔“

ساجدہ پھر خاموش ہو گئی۔

عمران اُسے جواب طلب نظروں سے دیکھتا رہا.... تھوڑی دیر بعد بولی۔ ”پروفیسر بہت اچھے آدمی تھے اور کوئی بھی اچھا آدمی ملک و قوم کے مفاد کے خلاف قدم نہیں اٹھا سکتا.... اگر وہ پولیس کی لسٹ پر رہے بھی ہوں گے تو کسی غلط فہمی کی بناء پر۔!“

”اچھے آدمیوں کے دشمن بھی نہیں ہوتے.... اور نہ وہ ایسے پُر اسرار حالات میں مرتے ہیں اور نہ مرنے سے پہلے اشاراتی زبان میں کوئی پیغام چھوڑ جاتے ہیں۔“

”مجھے الجھن میں نہ مبتلا کرو۔“ وہ دانت پیس کر اپنے بال نوچتی ہوئی بولی۔

”یہاں سے چلے جاؤ.... قید رکھنا چاہتے ہو تو قید ہی رکھو مجھے اس کی پرواہ نہیں۔“

”اچھی بات ہے تو سنو....!“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ ”تمہاری تنظیم کسی غیر ملک کے لئے جاسوسی کرتی ہے۔“

”اس کا کیا ثبوت ہے تمہارے پاس....!“

”داور کو تم کیا سمجھتی ہو۔“

”جہنم میں جائے وہ تم مجھ سے میری تنظیم کی بات کرو.... یہ پروفیسر پر الزام ہے۔“

”داور اس کا دشمن کیوں تھا؟ آخر وہ تمہیں کیوں پکڑ لے گیا تھا؟ تم سے کیا معلوم کرنا چاہتا تھا....!“

”ختم کرو.... میں اس سلسلے میں گفتگو نہیں کرنا چاہتی۔“

”اچھی بات ہے.... میں خود ہی دیکھ لوں گا کہ کیا کر سکتا ہوں؟“

”لیکن تم مجھے قید بھی نہیں رکھ سکتے؟“

”تمہاری مرضی.... ابھی چلی جاؤ یہاں سے.... لیکن تمہاری تنظیم کا کوئی آدمی تمہاری کھوپڑی میں سوراخ ضرور کر دے گا۔ وہ شکاری کتوں کی طرح بو سونگھتے پھر رہے ہوں گے۔ یقین نہ ہو تو ٹھہرو ثبوت بھی پیش کئے دیتا ہوں۔“

وہ پھر باہر آیا.... اور اب پھر فون والے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ یہاں میز پر کئی مقامی روزنامے پڑے تھے.... جن پر وہ پہلے بھی اچٹتی سی نظریں ڈال چکا تھا.... اس نے وہ سب سمیٹے اور ساؤنڈ پروف کمرے میں واپس آگیا۔

”یہ لو....!“ وہ انہیں اس کے سامنے پھینکتا ہوا بولا۔ ”ان میں تلاش گمشدہ کے کالم دیکھتی چلی جاؤ۔ اُس کے بعد اپنی خیریت سے مجھے بھی مطلع کرنا۔“

عمران اب سامنے والے صوفے پر نیم دراز آہستہ آہستہ چیونگم کچل رہا تھا اور وہ اخبارات کے ورق الٹ رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے سر اٹھایا۔ اُس کے چہرے پر خوف کے آثار تھے۔

”تت.... تم.... ٹھیک کہتے ہو۔“ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔ ”انہوں نے میری تصویر بھی شائع کرا دی ہے۔“

”ہائیں....!“ عمران احمقانہ انداز میں حیرت ظاہر کرتا ہوا بولا۔ ”تو پھر میں نے وہ کھوپڑی میں سوراخ کر دینے والی بات ٹھیک ہی کہی تھی۔“

”ہاں.... بالکل ٹھیک ہے؟“

”لیکن یہ اشتہار تو ایک ایسی لڑکی کے متعلق ہے جو ذہنی توازن بگڑ جانے کی وجہ سے گھر سے بھاگ نکلی ہے۔ پتہ بتانے یا گھر پہنچانے والے کو مبلغ پانچ سو روپے انعام دیئے جائیں گے۔“

”تم نہیں سمجھے.... اس سیدھے سادھے اشتہار میں یہ پیغام پوشیدہ ہے کہ میں جہاں کہیں بھی نظر آؤں مجھے گولی مار دی جائے۔“

”اوہو.... تب تو ان صاحب کی ٹانگ بہ آسانی پکڑی جا سکتی ہے جنہوں نے اشتہار شائع کرایا ہے۔ کیونکہ اشتہار میں اُن کا پتہ بھی موجود ہے۔“

”سب دھوکہ ہے۔ اُس پتہ پر اس نام کا کوئی آدمی ہرگز نہ ملے گا۔ تم کر کے دیکھ لو۔ بلکہ اس پتہ پر پائے جانے والے اس اشتہار ہی سے اپنی لاعلمی کا اظہار کریں گے۔ اُوہ.... میرے خدا.... پورے ملک میں مجھے کہیں پناہ نہ مل سکے گی۔ ریڈیو پر بھی وہ میرے نام اور حلئے کا اعلان کرائیں گے اور اعلان کے الفاظ من و عن یہی ہوں گے جو اشتہار کے ہیں۔“

”تب تو ریڈیو والوں کے ذریعہ اعلان کرانے والوں کا پتہ معلوم ہی ہو سکے گا۔“

”وہ بھی یہی پتہ ہو گا.... وہ پہلے ہی اعلان کی اُجرت ادا کر چکے ہوں گے۔ ریڈیو یا اخبار والے اپنے گاہکوں کے پتوں کے متعلق چھان بین تو نہیں کرتے۔“

”ٹھیک کہتی ہو۔“ عمران متفکرانہ انداز میں بولا۔

”میں تمہیں بتا دوں گی۔ چور دروازے اور اس جگہ کے متعلق جہاں کاغذات ہیں۔“

”ہاں..... کہو.....!“

”یوں نہیں سمجھو گے.... کاغذ پنسل لاؤ.... کوٹھی اور اُس کے گرد و پیش کا نقشہ تیار کرنا پڑے گا۔ ویسے سمجھ میں نہیں آئے گا۔“

”اچھی بات ہے.... کاغذ اور پنسل بھی مہیا کئے دیتا ہوں۔“ عمران نے کہا اور ساؤنڈ پروف کمرے سے باہر آ گیا۔ فون کی گھنٹی پھر سنائی دی اس نے دوڑ کر ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے صفدر کی آواز آئی۔ ”ہیلو.... جی ہاں.... میں صفدر ہوں۔ کیپٹن فیاض اُس کوٹھی میں تہہ خانوں کے امکانات پر غور کر رہا تھا۔ اسی لئے وہ اُس ماہر تعمیرات کو وہاں لے گیا تھا۔“

”اور ہاں یہ بھی نوٹ کیجئے کہ پروفیسر پہلے ہی سے محکمہ سراغ رسانی کی مشتبہ آدمیوں کی لسٹ پر رہا ہے۔“

عمران طویل سانس لے کر بولا۔ ”ٹھیک ہے میرا بھی یہی اندازہ تھا۔ فیاض اب کیسا ہے۔“

”بڑی خوبصورت نرس اس کے حصے میں آئی ہے.... لہٰذا کافی مسرور نظر آ رہا ہے۔“ دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

◆

چور دروازہ کیا وہ تو اچھی خاصی سرنگ تھی۔ عمران نے نقشے سے یہی اندازہ لگایا.... ساجدہ خاموش بیٹھی تھی۔ عمران بھی چپ تھا۔

”مجھے حیرت ہے؟“ اُس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

”کس بات پر۔“

”اُس رات تم بہ آسانی کوٹھی میں داخل ہو سکتیں تھیں۔“

”یقیناً.... اگر وہ نامعقول آواز....!“

”ہوں.... ہوں....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”لیکن اب پوزیشن دوسری ہے؟“

”میں نہیں سمجھی۔“

”محکمہ سراغ رسانی کے سپرنٹنڈنٹ پر حملے کی وجہ ہے۔“ وہ پُر تشویش لہجے میں بولا۔ ”نگرانی والے مسلح کانسٹیبلوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا گیا ہے اور سادہ لباس والے بھی عمارت کے چاروں طرف دور دور تک پھیل گئے ہیں۔ لہٰذا اب یہ چور دروازہ بھی کسی کام نہیں آ سکتا۔“

”آخر.... پولیس آفیسر پر حملہ کیوں....؟“

”اس کے علاوہ اور کیا مقصد ہو سکتا ہے کہ پہرہ داروں کی تعداد میں اضافہ کر دیا جائے۔“

”وہ ایک ماہر تعمیرات کو وہاں لے گیا تھا.... اپنے اس شبہے کو یقین میں بدلنے کے لئے کہ عمارت میں تہہ خانے بھی موجود ہیں۔“

”لیکن حملہ آور کو اس سے کیا فائدہ پہنچ سکے گا۔“

”یہی فائدہ کیا کم ہے کہ ہم دونوں میں سے کوئی عمارت میں داخل نہ ہو سکے گا۔“

”اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ حملہ آور بھی چور دروازے کیا علم رکھتا ہے.... اور یہ بھی جانتا ہے کہ پولیس کا ذہن کسی چور دروازے کے امکانات پر غور کرنے سے قاصر رہے گا؟“

”تمہارا کیا خیال ہے؟“ عمران نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”میرا تو یہی خیال ہے کہ نشاندہی کے بغیر کوئی بھی اُس کا پتہ نہیں لگا سکتا۔“

”اسی لئے حملہ آور کی سوجھ بوجھ کا قائل ہونا پڑتا ہے۔“

”لیکن میرا دعویٰ ہے کہ حملہ آور چور دروازے کا صحیح علم نہیں رکھتا ورنہ اس کی نوبت ہی نہ آتی.... وہ بھی اُسی رات کو عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کرتا۔“

”ہوسکتا ہے اُس نے کوشش کی ہو اور تمہاری ہی طرح ناکام رہا ہو۔ تم اس زہریلی تصویر کو کیوں بھول جاتی ہو جو کئی آدمیوں کو چٹ کر گئی۔ ظاہر ہے وہ پروفیسر کی موت کے بعد ہی وہاں رکھی گئی تھی۔ گونگے بہرے ملازم نے بھی وہاں اس کی موجودگی پر حیرت ظاہر کی تھی.... اُس عمارت میں اُس ملازم کے علاوہ اور کوئی آدمی نہیں تھا۔ اگر وہ صدر دروازے کی طرف سے وہاں لے جائی گئی ہوتی تو اُسے ضرور علم ہوتا۔“

”یہ بات تو ہے۔“ ساجدہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”ملازم گونگا اور بہرہ ہونے کے باوجود بھی بہت تیز ہے پروفیسر نے کچھ سمجھ کر ہی کوٹھی کی نگرانی اس کے سپرد کی ہوگی۔“

”اسی بناء پر کہنا پڑتا ہے کہ مجرم چور دروازے ہی کے راستے سے داخل ہوا ہوگا۔“

”لیکن اُسے ابھی تک وہ جگہ نہیں مل سکی جہاں تمہارے بیان کے مطابق کچھ اہم چیزیں رکھی ہوئی ہیں.... لیکن یہ بتاؤ کہ پروفیسر تم پر اتنا اعتماد کیوں کرتا تھا!“

”پتہ نہیں.... میں کیا جانوں....؟“

عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا اور وہ جھینپ کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

”خیر.... خیر....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”مجھے اُس سے کیا سروکار!“

سوئچ بورڈ پر پھر سرخ بلب روشن ہو گیا۔

”یہ کیا بلا ہے....!“ ساجدہ بولی۔ ”جب بھی یہ روشن ہوتا ہے تم باہر بھاگ جاتے ہو۔“

”فون کال....!“ عمران نے کہا اور کمرے سے باہر آکر ریسیور اٹھایا.... دوسری طرف سے صفدر نے اطلاع دی۔ ”کوشی کی ضمانت ناممکن ہے۔ پولیس ریمانڈ لے چکی ہے اور باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ کوشی نے اپنا بیان بھی تبدیل کر دیا۔ دوسری دلچسپ اطلاع یہ ہے کہ آپ باقاعدہ طور پر اس واقعہ میں ملوث ہو چکے ہیں۔“

”وہ کس طرح ڈیئر....!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

”کوشی نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ کسی ہوٹل کے مالک نے تفضّل نامی کسی آدمی کو اُس کے پاس بھیجا تھا اور تفضّل کا حلیہ آپ کے حلیے سے مطابقت رکھتا ہے اُس ہوٹل کے مالک سے پوچھ گچھ کرنے پر پولیس نے معلوم کیا کہ آپ نے اُن سے کوشی سے ملاقات کے سلسلے میں تعارفی خط مانگا تھا۔ پھر ظفرو کے ایک کیفے کا منیجر بھی آپ کا نام لے رہا ہے۔ غالباً ظفرو نے کل ہی اُس کو بتایا تھا کہ آپ سے اُس کا جھگڑا ہو گیا ہے لہٰذا اب پولیس بڑی شدت سے آپ کی تلاش میں ہے.... اور آپ کے والد صاحب نے پورے شہر میں سفید پوشوں کی فوج تعینات کر دی ہے جو آپ کی تلاش میں شہر کا چپہ چپہ دیکھتی پھر رہی ہے۔“

”مرسی فل گاڈ....!“ عمران بڑبڑایا۔

”جی.... ہیلو....!“

”کچھ نہیں بھائی.... کمال سے کوشی کے متعلق گفتگو کر کے میں نے غلطی کی تھی۔ لیکن یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اس قسم کے حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ خیر گیارہ بجے رات تک مجھے تازہ ترین حالات سے باخبر رکھنا۔“

”اور اس کے بعد....!“

”اس کے بعد اُن نمبروں پر رنگ کرنا جن پر پیغامات ریکارڈ ہوتے ہیں۔ کیونکہ گیارہ بجے کے بعد میں عمارت چھوڑ دوں گا۔ اچھا.... شب بخیر۔“ عمران نے ریسیور رکھ دیا۔

اس نے صفدر سے کہہ تو دیا تھا کہ گیارہ بجے کے بعد وہ دانش منزل میں نہیں مل سکے گا لیکن وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ جائے گا کہاں؟ ویسے اس کی دانست میں آج کی رات اُن معاملات کے لئے بہت اہم تھی جن میں وہ الجھ کر رہ گیا تھا۔

ٹیلی فون والے کمرے سے واپسی پر ساجدہ نے اُس سے کہا۔ ”تم تنہا نہیں ہو؟“

”میں بھی دیکھ رہا ہوں۔“

”میرا مطلب نہیں سمجھے.... میں یہ کہہ رہی تھی کہ تمہارے ساتھ کچھ اور لوگ بھی کام کر رہے ہیں۔“

”بڑی قسم کی بدمعاشیاں مددگاروں کے بغیر عمل میں آہی نہیں سکتیں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”تو پھر تم نے اس آدمی داور کے لئے کیا کیا؟“

”اُوہ.... تم شاید یہ سمجھتی ہو کہ وہ ہمیں کھو دینے کے بعد بھی وہاں موجود ہوگا۔“

”پھر بھی دیکھ لینے میں کیا ہرج تھا؟“

”میں ضرورتاً ہی وقت برباد کرنے کا عادی ہوں۔“

”اونہہ مجھے کیا....!“ ساجد نے لاپروائی سے کہا۔

عمران مسلسل سوچے جا رہا تھا لیکن کوئی ایسی تدبیر سمجھ میں نہیں آرہی تھی جو اُسے پروفیسر کی کوٹھی کے اندر پہنچا سکتی۔ اس نے سوچا اس سلسلے میں سر سلطان کو فون کرے.... لیکن پھر فوراً ہی خیال آیا کہ اُس کے باپ رحمان صاحب نے کوئی بھی امکانی وسیلا نظر انداز نہ کیا ہوگا جس سے اُس تک پہنچ ہو سکتی۔

سر سلطان کا فون خاص طور پر ٹیپ کیا جارہا ہوگا حتیٰ کہ ان کے بنگلے کے آس پاس سادہ لباس والے بھی موجود ہوں گے۔ ویسے اس اسٹیج پر سر سلطان کی بعض حالات سے بے خبری مناسب بھی نہیں تھی۔

وہ سوچتا رہا اور ساجدہ خاموش بیٹھی اُسے گھور رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے پوچھا۔ "کیا تم آج رات کو کوشش کرو گے۔"

"ہوں.... اوں....!" عمران چونک کر بولا۔ "کیا کہا....؟"

"تم پروفیسر کی کوٹھی میں داخل ہونے کی کوشش کرو گے؟"

"بہت مشکل ہے.... ابھی تک میں ایسا کوئی سفوف ایجاد نہیں کر سکا جس کی پھکی مار کر دوسروں کی نظروں سے غائب ہو جاؤں.... عمارت اس طرح نگرانی والوں کے نرغے میں ہے کہ وہاں پرندہ پر نہیں مار سکتا.... گردش کرنے والی سرچ لائٹیں میلوں تک خبر لاتی ہیں....!"

"بس تو پھر صبر کرو....!"

"صبر ہی تو نہیں کر سکتا ورنہ خود آج تھانے دار ہوتا اور کوئی صاحب ڈینگیں مارتے پھر رہے ہوتے کہ میاں اپنا داماد تھانے دار ہے جسے کہو پھانسی دلوادوں۔"

"چچ چچ.... شدت سے احساس ہے تمہیں اپنے کنوارے پن کا....!" وہ بسور کر بولی۔

عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور خود بھی بسورنے لگا۔ لیکن اس کے بسورنے میں ایسی بے ساختگی تھی کہ ساجدہ شرمندہ سی نظر آنے لگی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے اپنے اس ریمارک پر افسوس ہو۔ اُس نے دیکھا کہ اب عمران کی آنکھیں بھی ڈبڈبا آئی ہیں۔ پھر اُس کے گالوں پر دو موٹے موٹے قطرے ڈھلکتے نظر آئے۔

"یہ.... مم.... میرا یہ مطلب نہیں تھا...." وہ ہکلائی۔

عمران کچھ نہ بولا.... آنسو اُبل اُبل کر گالوں پر بہتے رہے....

"بھئی.... یہ کیا ہے؟" وہ اس کا شانہ پکڑ کر ہلاتی ہوئی بولی۔

"رہنے دو....!" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "بہت بدقسمت آدمی ہوں۔ اگر شادی کرلی ہوتی تو اس مصیبت میں کیوں پھنستا....!"

"ضروری نہیں ہے جن کا رجحان ایڈونچر کی طرف ہوتا ہے.... وہ شادی کے بعد بھی۔"

"نہیں نہیں غلط ہے۔" عمران اس کی بات کاٹ کر روہانسی آواز میں بولا۔ "ایسا ہرگز نہیں ہوتا پھر تو بیوی ایڈونچر بن کر رہ جاتی ہے۔"

"چلو بس اب خاموش بھی رہو.... رات کے کھانے کا کیا ہوگا۔"

"اے خدا....!" عمران اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔ "شادی نہ کر کے ہی میں نے کون سا بڑا تیر مارا جب کہ اس کے باوجود بھی رات کے کھانے کا کیا ہوگا۔"

"تم آخر مجھے اُلو کیوں بنا رہے ہو۔" ساجدہ نے جھنجھلا کر کہا۔

"اگر خود ہی ترکیب بتادو تو اُلو بھی بنا سکتا ہوں۔"

"اچھا خاموش رہو....!"

اتنے میں سوئچ بورڈ پر پھر ٹیلی فون کا اشارہ نظر آیا۔

"جاؤ....!" وہ اُسے دروازے کی طرف دھکیلتی ہوئی بولی۔ "شادی شدہ لوگ مجھ سے زیادہ بُری حالت میں تو نہ ہوں گے۔"

◆

اُس نے پھر صفدر کی کال ریسیو کی۔ وہ دوسری طرف سے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

"میں دیر سے ایک ایسے آدمی کا پیچھا کر رہا ہوں جس پر مجھے اُس چینی کا شبہ ہوتا ہے جو آپ کے بیان کے مطابق مادام نشی کے قتل میں ملوث تھا۔ وہ سعودی عرب کے باشندوں کے سے لباس میں ہے۔ چہرے پر ڈاڑھی بھی ہے لیکن آنکھیں عربوں کی سی نہیں معلوم ہوتیں.... یہ بھی اتفاقاً ہی دیکھ سکا کیونکہ اس نے تاریک شیشوں والی عینک لگا رکھی ہے.... پچھلی بار میں نے جس دوکان سے آپکو فون کیا تھا وہاں موجود تھا۔ اُس نے شیشہ صاف کرنے کیلئے عینک اتاری تھی۔"

"اب تم کہاں سے بول رہے ہو۔" عمران نے پوچھا۔

"گرینڈ فائر ورکس کے برابر والے ڈرگ اسٹور سے.... وہ گرینڈ فائر ورکس کے شوروم میں موجود ہے اور یہ گرینڈ فائر ورکس اسٹینلے روڈ اور کیوا سٹریٹ کے چوراہے پر ہے۔"

"بہت خوب۔ تعاقب جاری رکھو...." عمران نے کہا۔

پھر قبل اس کے کہ صفدر سلسلہ منقطع کرتا عمران نے کہا۔ "تمہاری گاڑی میں زیرو نائین کا سیٹ موجود ہے۔"

"جی ہاں ہے۔"

"تو اب اُسی پر مجھ سے رابطہ قائم رکھو۔ وہ نظر سے اوجھل نہ ہونے پائے۔ میں پانچ منٹ بعد

زیرو نائین ہی پر تمہیں کاشن دوں گا۔ لیکن محتاط ہو کر گفتگو کرنا جس کا تعاقب کر رہے ہو....“

عمران ابھی بات پوری نہیں کرپایا تھا کہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس نے بھی ریسیور رکھ دیا اور تیزی سے آپریشن روم میں آکر.... زیرو نائین ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کر دیا اور کلائی کی گھڑی دیکھتا رہا۔ ٹھیک پانچ منٹ گزر جانے کے بعد اُس نے سیکرٹ سروس کا مخصوص کاشن دیا.... دوسری طرف سے فوراً ہی جواب بھی مل گیا۔

”ٹھیک ہے۔“ عمران نے کوڈ ورڈز میں کہا۔ ”میں یہاں موجود ہوں تم کوڈ ورڈ میں مجھے خاص حالات سے آگاہ کرتے رہو گے۔“

”کمال ہے.... آپ نے ہمارے کوڈ ورڈز بھی سیکھ لئے۔“

عمران نے اس کا جواب دیئے بغیر کہا۔ ”اوور اینڈ آل....!“

اب آپریشن روم ہی میں بیٹھنا تھا۔ ساجدہ کو ساؤنڈ پروف کمرے ہی میں چھوڑ آیا تھا۔

”ہیلو....!“ دفعتاً ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔ عمران نے جواب دیا۔ دوسری طرف سے صفدر ہی کی آواز آئی۔ ”وہ پھر ایک آتش بازی ہی کے کارخانے میں داخل ہو رہا ہے۔“

”اُوں.... ہاں....“ عمران بولا۔ ”عنقریب ایک عرب ملک کا سفارت خانہ اپنی ایک قومی تقریب منعقد کرنے والا ہے.... ہو سکتا ہے اُسی سفارت خانے کا کوئی فرد تقریب کے لئے آتش بازیوں کی فراہمی کر رہا ہو.... لیکن تم احتیاطاً تعاقب جاری رکھو.... میں بھی آرہا ہوں.... کچھ دیر بعد بذریعہ ریڈیو کار تم سے رابطہ قائم کرلوں گا.... اوور اینڈ آل....!“

عمران میک اپ روم کی طرف جھپٹا.... ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنے سے بہتر تھا کہ کچھ نہ کچھ کرتا رہتا۔ لیکن میک اپ سے پہلے ایک بار ساجدہ سے ملنا ضروری تھا۔ اس لئے پھر ساؤنڈ پروف کمرے کا رخ کرنا پڑا۔

”میں جارہا ہوں۔“ اس نے اس سے کہا۔ ”رات کے کھانے میں تم سلائس اور ڈبوں میں محفوظ غذاؤں پر گزارا کرو گی اور میری عدم موجودگی میں تمہیں اسی کمرے تک محدود رہنا پڑے گا۔“

”کیا تم اب بھی مجھ پر اعتماد نہیں کرو گے۔ جب کہ میں نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے۔“

”اس کمرے سے باہر تمہاری زندگی کی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔“

”میرے خدا۔ کس مصیبت میں پھنس گئی ہوں۔“

عمران کچھ کہے بغیر چلا آیا تھا اور مطلوبہ اشیائے خوردنی ساؤنڈ پروف کمرے میں پہنچائی تھیں۔ میک اپ روم میں بیس منٹ سے زیادہ نہیں صرف ہوئے۔ بہتیرے ریڈی میڈ میک اپ پہلے سے تیار رہتے تھے۔

ریڈیو کار کمپاؤنڈ سے باہر نکلتے ہی اُس نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کر دیا۔ ”ہیلو.... ہیلو.... ہیلو.... ایس.... ایس.... آئی.... اسپیکنگ....!“ عمران آہستہ سے بول رہا تھا۔

”ہیلو....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”ایس.... پلیز....!“

”کہاں ہو.... اُوور....!“

”وکٹوریہ روڈ پر....! پیراڈائز والی کراسنگ گزر گئی.... اُوور....!“

”فکر نہ کرو.... چلتے رہو.... میں بھی ریڈیو کار میں ہوں۔ اُوور....!“

عمران نے کہا۔ پھر کافی دیر تک صفدر اُسے ان راہوں کے متعلق بتاتا رہا جن پر وہ اُس نامعلوم آدمی کا تعاقب کر رہا تھا اور پھر ایک جگہ عمران نے اُسے جا ہی لیا.... اور اُس کی گاڑی بھی پہچان لی۔

”ہیلو....!“ اُس نے کہا۔ ”میں ٹھیک تمہاری گاڑی کے پیچھے ہوں۔“

”میرے آگے کتھئی رنگ والی گاڑی ہے۔“ دوسری طرف سے صفدر کی آواز آئی۔

”ٹھیک ہے.... میں دیکھ رہا ہوں۔“ عمران نے کہا۔ ”اب میں دونوں گاڑیوں کے درمیان آنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ لیکن تم واپس نہیں جاؤ گے۔ میری گاڑی کے پیچھے رہنا.... اُوور....!“

”او کے....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

اگلے چوراہے پر عمران کو موقع مل ہی گیا.... اب صفدر کی کار اس کی کار کے پیچھے تھی اور وہ کتھئی گاڑی کا تعاقب کر رہا تھا۔ کتھئی گاڑی ایک جگہ پھر رکی.... عمران نے اپنی گاڑی نکال کر فٹ پاتھ سے لگا دی اور عقب نما آئینے میں دیکھنے لگا.... عرب کتھئی گاڑی سے اتر کر ایک دوکان میں داخل ہو رہا تھا۔ عمران نے نوٹ کیا کہ وہ بھی آتش بازی ہی کی دوکان تھی۔

صفدر نے اپنی گاڑی عمران کی گاڑی سے بھی آگے لے جاکر روکی۔ عمران عقب نما آئینے ہی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ قریباً پندرہ بیس منٹ بعد عرب دوکان سے برآمد ہوا.... اس بار اُس نے بہت سی ہوائیوں کا گٹھر بغل میں دبا رکھا تھا۔

”وہی ہے....!“ عمران آہستہ سے بڑبڑایا۔ اس بار وہ اس کے چلنے کے انداز پر توجہ دے سکا تھا۔ وہ سو فیصدی سنگ ہی تھا۔ لیکن یہ ہوائیاں؟ وہ سوچنے لگا۔ آخر ہوائیوں کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ کیا وہ سچ مچ کسی عرب سفارت خانے کو بھی دھوکا دے رہا ہے۔

کتھیَ گاڑی پھر بیچ سڑک پر آگئی تھی۔ تعاقب دوبارہ شروع ہوگیا۔

"ہیلو....!" عمران نے ٹرانسمیٹر پر صفدر کو مخاطب کیا۔ "پچھلی دوکانوں سے بھی اُس نے کچھ خریدا تھا....؟ اُوور....!"

"نہیں اُن دوکانوں سے تو خالی ہاتھ ہی برآمد ہوتا رہا تھا....؟ اُوور....!"

عمران خاموش ہوگیا.... وہ انہیں ہوائیوں کے متعلق سوچے جارہا تھا.... آخر کیا چکر تھا۔

تعاقب جاری رہا.... کچھ دیر بعد عمران نے محسوس کیا جیسے کتھیَ کار والے کو اس تعاقب کا علم ہوگیا ہو کیونکہ اب وہ غالباً بے مقصد ہی اپنی گاڑی کو غیر اہم گلیوں میں لئے پھر رہا تھا؟

اس بار جیسے ہی وہ ایک سڑک پر پہنچا عمران نے ٹرانسمیٹر پر صفدر کو متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

"اب تم اپنی گاڑی میری گاڑی کے آگے لاؤ اور تعاقب جاری رکھو.... غالباً اُسے شبہ ہوگیا ہے۔"

"میں بھی یہی محسوس کررہا ہوں؟" صفدر نے جواب دیا۔

"تم اُس کے پیچھے لگے رہو اور مجھے راستوں کے متعلق بتاتے رہو....!"

"او کے....!" صفدر کی آواز آئی۔

عمران نے اپنی گاڑی کی رفتار کسی قدر سست کردی۔ صفدر آگے بڑھ گیا اور پھر اُس کے بعد تو کئی گاڑیاں عمران اور کتھیَ کار کے درمیان حائل ہوگئی تھیں۔

کچھ دیر بعد صفدر کی آواز آئی۔ "چوراہے کی بائیں جانب۔"

"ٹھیک ہے؟" عمران بولا۔

اس کے بعد شاید دو منٹ بعد آواز آئی۔ "گاڑی رک گئی ہے اور وہ خریدے ہوئے سامان سمیت ایک عمارت میں داخل ہورہا ہے۔"

"گڈ.... اب ہوشیاری کی ضرورت ہے محتاط رہو۔"

عمران آگے بڑھتا چلا گیا۔ کچھ دور پر کتھیَ کار نظر آئی۔ جواب خالی تھی اور سڑک کے دوسرے کنارے پر صفدر کی کار نظر آئی۔ عمران کہتا ہوا گذر گیا۔ "ہیلو.... میں عمارت کی پشت پر پہنچ رہا ہوں۔ تم اِدھر ہی سے نظر رکھنا۔"

یہ ایک تین منزلہ عمارت تھی جس میں بہت سے فلیٹ تھے۔ اُس کی پشت والی گلی کافی کشادہ تھی۔ عمران اپنی گاڑی عمارت کے موڑ ہی پر چھوڑ کر اُس گلی میں پیدل داخل ہوا تھا۔

یہاں زیادہ تر مستریوں اور لوہاروں کی دوکانیں تھیں.... اتفاقاً اُس عمارت کے سامنے ایک چھوٹا سا چائے خانہ نظر آگیا۔ عمران وہیں جا بیٹھا اور پھر سوچنے لگا آخر وہ یہاں کیوں آیا ہے....؟ کیا تک ہے.... کیا یہ ضروری ہے۔ سنگ ہی ادھر سے کہیں اور جائے؟ پھر ایسی صورت میں یہاں کیوں وقت برباد کیا جائے.... ہوسکتا ہے صفدر کو کسی مرحلہ پر اُس کی مدد کی ضرورت پیش آئے.... یہاں بیٹھے رہ کر تو وہ کچھ بھی نہ کرسکے گا کیونکہ ٹرانسمیٹر تو گاڑی ہی میں ہے۔

اُس نے بیٹھتے ہی چائے طلب کی تھی اور اب سوچ رہا تھا کہ وہ تو زہر مار کرنی ہی پڑے گی۔ چائے آئی اور وہ جلدی جلدی پینے لگا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت اُسے احساس ہوا کہ اس طرف آکر اُس نے غلطی نہیں کی تھی۔ عمارت کے عقبی زینوں سے سنگ ہی گلی میں پہنچ چکا تھا اور ہوائیوں کا گٹھر اب بھی اس کی بغل میں دبا ہوا تھا.... لیکن اب اس کے جسم پر عربی لباس کی بجائے ملیشیا کی شلوار اور لمبی قمیض تھی۔ چہرے کے میک اپ میں اُس نے کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔ وہ زینوں کے قریب کھڑا غالباً کسی سواری کا منتظر تھا۔

عمران نے سوچا کہ خود اُس کی گاڑی اُس کی نظروں میں آچکی ہے۔ لہٰذا اُس کو تو اب تعاقب کے لئے استعمال کرنا مناسب نہ ہوگا۔ پھر کیا ضروری ہے کہ جس وقت اُسے کوئی سواری ملے وہ کوئی سواری حاصل کرنے میں کامیاب ہی ہوجائے.... اُلجھن کی بات تھی۔ کچھ بھی ہو.... اب وہ سنگ ہی کا سراغ کھو دینے پر تیار نہیں تھا۔ اس نے چائے کی قیمت ادا کی اور وہیں بیٹھا رہا.... پھر دفعتاً اُس نے دیکھا کہ سنگ ہی مخالف سمت میں پیدل ہی چل پڑا ہے.... عمران نے اطمینان کی سانس لی۔ وہ بھی اٹھا اور اُس کے پیچھے چل پڑا۔ وہ سوچ رہا تھا ہوسکتا ہے اگلی سڑک پر وہ کسی ٹیکسی میں بیٹھ جائے۔

اگلی سڑک پر ٹیکسیوں کا اڈہ بھی تھا۔ عمران کو کوئی دشواری پیش نہ آئی۔

* * *

دوسری سڑک پر پہنچ کر وہ تیزی سے ٹیکسیوں کے اڈے کی طرف بڑھا.... اس وقت وہاں اور خالی ٹیکسیاں کھڑی تھیں.... اُس نے سنگ ہی کو ایک طرف جھپٹتے دیکھا لیکن خود اطمینان سے ٹہلتا ہوا دوسری ٹیکسی کی طرف بڑھتا رہا.... سنگ ہی ٹیکسی پر بیٹھ چکا تھا.... اس کی ٹیکسی چل پڑی.... پھر قبل اس کے کہ عمران دوسری ٹیکسی تک پہنچتا وہ بھی اسٹارٹ ہوکر اس کے پیچھے چل پڑی.... اس غیر متوقع صورت حال پر عمران بوکھلا گیا اور اس حد تک بوکھلایا کہ "ٹیکسی ٹیکسی"

چیختا ہوا تھوڑی دور تک اس کے پیچھے دوڑا بھی.... اور وہ نامراد ٹیکسی کا نمبر بھی نہ دیکھ سکا.... دونوں ٹیکسیاں اگلے موڑ پر نظروں سے اوجھل ہو گئیں اور وہ وہیں کھڑا بے بسی سے ہاتھ ملتا رہ گیا۔ اس دوران میں کوئی خالی رکشا اُدھر سے نہ گذرا۔ اِدھر اُدھر نظر دوڑائی شاید کوئی موٹر سائیکل ہی کہیں کھڑی نظر آجائے۔ لیکن یہ موقع بھی انہیں اتفاقات میں سے تھا جنہیں عام طور پر بدنصیبی سے یاد کیا جاتا ہے۔

پھر وہ ہاتھ جھلاتا ہوا اُسی گلی کی طرف پلٹا جس کے دوسرے موڑ پر اپنی گاڑی چھوڑی تھی.... گاڑی میں بیٹھ کر اُسی سڑک سے گزرتے وقت جہاں صفدر کی موجودگی کا امکان تھا اس نے ٹرانسمیٹر میں کہا۔ "ہیلو.... ایس.... ہیلو ایس۔"

"ہیلو.... ایس اسپیکنگ....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"وہ نکل گیا....!" عمران نے کہا۔ "لیکن آج کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا.... اس عمارت میں وہ لباس تبدیل کرنے گیا تھا.... اس کے بعد پچھلی گلی میں وہ ملیشیا کی قمیض اور شلوار میں نظر آیا.... ہوائیوں کا گٹھر اس وقت بھی بغل میں دبا ہوا تھا خیر تم اس عمارت کے اُس حصے کو چیک کرنے کی کوشش کرو جہاں اُس نے اپنا پچھلا لباس چھوڑا ہو.... اُوور....!"

"بہت بہتر....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "اور کچھ؟"

"مجھے ٹرانسمیٹر پر نتائج سے مطلع کرنا۔ اوور اینڈ آل....!" عمران نے کہا اور ایکسیلیٹر پر مزید دباؤ ڈال کر رفتار تیز کر دی۔

وہ سوچ رہا تھا کچھ بھی ہو جائے سر سلطان سے بہرحال ملاقات ہونی ہی چاہئے اس کے خیال کے مطابق سر سلطان اس وقت آفیسرز برج کلب میں مل سکتے تھے لیکن وہاں داخلے کا مسئلہ ٹیڑھا تھا.... غیر ممبر کسی ممبر ہی کے ساتھ اس کی حدود میں قدم رکھ سکتا تھا۔

بہرحال وہ آفیسرز برج کلب کی طرف روانہ ہوا.... پھاٹک پر چوکیدار موجود تھا۔ گاڑی روک کر عمران نے اُسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔

"سر سلطان سے جا کر کہو! کوٹھی سے ایک صاحب آئے ہیں.... بیگم صاحب پر دل کا دورہ پڑ گیا ہے فون خراب تھا اس لئے یہاں تک آنا پڑا.... جلدی جاؤ۔"

چوکیدار نے دوسرے باوردی آدمی کو بلا کر سر سلطان تک یہ پیغام پہنچانے کو کہا اور عمران سے بولا۔ "گاڑی اندر لے لیجئے....!"

عمران نے گاڑی بیک کی.... چوکیدار ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ وہ گاڑی کو پورچ تک لیتا چلا گیا۔ کچھ دیر بعد سر سلطان برآمدے میں نظر آئے.... چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔ عمران نے محسوس کیا کہیں اپنی کار کی طرف نہ دوڑے جائیں.... اس لئے فوراً گاڑی سے نکل کر اُن کی طرف بڑھا اور قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ "عمران ہوں....!"

"لاحول ولا قوۃ....!" وہ جھنجھلا کر بولے اور اسے گھورنے لگے۔ عمران نے مسکرا کر کہا۔ "سب خیریت ہے.... فکر نہ کیجئے۔"

"لیکن اس طرح.... کیا بیہودگی ہے۔"

"مجبوری.... آیئے گاڑی میں بیٹھ جایئے۔"

"میری گاڑی۔"

"اُسے فی الحال یہیں چھوڑ دیجئے۔" عمران نے کہا اور سر سلطان طوعاً و کرہاً اُس کی گاڑی میں جا بیٹھے۔ چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار تھے۔ عمران نے انہیں بتانا شروع کیا کہ وہ علانیہ یا اُن کے گھر پر ان سے نہ مل سکتا۔ کیونکہ نہ صرف پولیس کو اس کی تلاش ہے بلکہ اس کے باپ کا محکمہ بھی پوری تندہی سے اُس کے خلاف حرکت میں آگیا ہے۔

"مجھے سب کچھ بتاؤ....!" سر سلطان نے کہا... گاڑی سڑکوں پر یوں ہی بے مقصد دوڑتی پھر رہی تھی۔ عمران نے پوری روداد دہرائی اور سر سلطان طویل سانس لے کر بولے۔ "تو یہ دونوں قتل تمہاری ذات سے وابستہ ہیں۔"

"حفاظت خود اختیاری کے طور پر.... اگر میں انہیں نہ مارتا تو وہ مجھے ختم کر دیتے۔"

"لیکن تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے۔"

"صرف یہ معلوم کرنے کے لئے کہ محکمہ سراغ رسانی کی لسٹ پر وہ کیسے پہنچا تھا.... میرا مطلب ہے پروفیسر راشد....!"

"بعض مشتبہ غیر ملکیوں سے اُس کے کسی قسم کے تعلقات تھے.... لیکن یہ فیاض پر کس نے فائر کیا تھا....؟"

"سنگ ہی کے علاوہ اور کوئی دن دہاڑے ایسی حرکت کر کے صحیح وسلامت نہیں نکل سکتا۔"

"آخر کیوں....؟"

"کسی وجہ سے وہ نہیں چاہتا کہ کوئی ماہر تعمیرات اُس عمارت کے متعلق اپنا خیال ظاہر کرے۔"

"اچھی بات ہے۔" انہوں نے کچھ دیر خاموش رہ کر کہا۔ "اگر تم اُس عمارت میں داخل ہونا چاہتے ہو تو یہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں۔"

”ہرگز نہیں جناب۔“ عمران بولا۔ ”اگر آپ نے اپنے اختیارات کو کام میں لاکر کچھ کرنا چاہا تو آپ کو اس کے لئے جوابدہ بھی ہونا پڑے گا.... اور میں اُسے پسند نہیں کرتا کہ سنگ ہی کو قابو میں لائے بغیر ہم کوئی چیز تحریر میں لائیں۔“

سر سلطان تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر بولے۔ ”تم ٹھیک کہتے ہو۔“

”بس اب میں آپ کو کلب میں چھوڑے دیتا ہوں۔ آپ نے کہا تھا کہ مجھے حالات سے باخبر رکھنا اس لئے میں نے ضروری سمجھا تھا۔“

”لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جو پتھر سنگ ہی کیلئے تھا اُس کا شکار وہ بے چارہ انسپکٹر ہو گیا۔“

”میرا خیال ہے کہ سنگ ہی نے اُسے دیکھا ہی نہ ہو گا ورنہ اس کی موت یقینی تھی۔“

”اب کیا وہ اتنا ہی گھامڑ ہے۔“ سر سلطان نے کہا۔

”ہر آدمی کسی نہ کسی کمزوری کا شکار ہے۔ ہیرے سنگ ہی کی کمزوری ہیں۔ انہیں دیکھ کر پاگل ہو جاتا ہے۔ یقین کیجئے اگر اُس پتھر پر اس کی نظر پڑی ہوتی تو سارے جھگڑے ہی نہ اٹھتے۔“

”ہوں.... اور یہ انجمن بیباکاں۔“

”فکر نہ کیجئے۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”جہاں چند بے فکرے مل بیٹھے ایک عدد انجمن کا قیام عمل میں آگیا۔ اجتماعی حماقتیں زیادہ دلچسپ اور شاندار ہوتی ہیں۔“

”اب.... بس.... واپس چلو.... کلب کی طرف....!“ سر سلطان نے کہا۔ ”ابھی تمہارے باپ کے کان کھینچتا ہیں۔“

”کیا کہئے گا۔“

”یہی کہ محکمہ خارجہ اُسے پسند نہیں کرتا کہ عمران کی نگرانی کی جائے۔ الزام کچھ ہو۔“

عمران نے انہیں کلب میں چھوڑا اور پھر گاڑی سڑک پر لے آیا۔ ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کر کے صفدر سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی.... لیکن جواب نہ ملا۔

اب وہ دانش منزل کی طرف واپس جا رہا تھا اور سنگ ہی کی خریدی ہوئی ہوائیاں اب بھی اُس کے ذہن پر چکرا رہی تھیں۔

دانش منزل پہنچتے پہنچتے نو بج گئے۔ ساجدہ ساؤنڈ پروف کمرے میں پڑی بور ہو رہی تھی۔

”ہم آج کسی نہ کسی طرح عمارت میں ضرور داخل ہوں گے۔“ عمران نے کہا۔

”جہنم میں گئی عمارت۔ میں اب یہاں نہیں ٹھہر سکتی۔“

”گھبراؤ نہیں تمہیں بھی ساتھ لے چلوں گا۔“

”اور اگر کسی نے مجھے پہچان کر گولی ماردی تو....!“ ساجدہ نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

”کیا پرواہ ہے؟“

”کیا مطلب....!“ ساجدہ نے آنکھیں نکالیں۔

”میری عدم موجودگی میں کہیں ماری گئیں تو کیا فائدہ.... میں تو الجھن میں پڑا رہوں گا کہ اب تک ماری بھی گئیں یا نہیں۔“

”سچ مچ پتھر ہو....!“ وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

”جلدی سے تیار ہو جاؤ۔“ عمران نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔

”لیکن میں محسوس کر رہی ہوں کہ اس کے باوجود بھی بے حد شریف آدمی ہو۔“ وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔

”اب گالیوں پر اتر آئی ہو۔“ عمران نے غصیلی آواز میں کہا۔

”شرافت گالی ہے تمہارے لئے....!“

”بالکل۔ گالی ہی نہیں بلکہ بددعا بھی ہے کیونکہ شریف آدمی ایڑیاں رگڑ کر مرتے ہیں اور جانکنی کی تکلیف بھی انہیں پر وارد ہوتی ہے اور غیر شریف آدمی اس طرح کھٹاک سے مر جاتا ہے کہ مرتے مرتے بھی اُسے یقین نہیں آسکتا کہ وہ مر رہا ہے۔ ہارٹ فیلیور....!“

”چلو.... ختم کرو....!“ وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ ”مجھے کیا کرنا ہے۔“

”بس میرے ساتھ چلو گی۔“

آدھے گھنٹے بعد وہ سیاہ رنگ کی ایک وین میں بیٹھ رہے تھے۔ خود بھی سیاہ پوش تھے اور ان کے سروں پر چمڑے کے ایسے خود تھے جنہیں چہرے پر کھینچ لینے سے صرف آنکھیں ہی نظر آسکتی تھیں۔ یعنی وہ نقاب کا بدل بھی ثابت ہو سکتے تھے۔ عمران نے جیسے ہی ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کیا آواز آئی۔ ”ہیلو.... آئی.... ہیلو.... آئی.... آئی.... ہیلو....!“

”ہیلو.... آئی اسپیکنگ....!“

”خیریت ہے.... آپ کہاں ہیں.... پروفیسر کی کوٹھی دھوئیں کے بادلوں میں گم ہے۔“

”کیا مطلب۔ جلدی سے وضاحت کرو۔“

”میرا خیال ہے کہ کوٹھی سے دو فرلانگ کے فاصلے پر دائرے کی شکل میں بے شمار ہوائیاں چھوٹیں اور بیک وقت کوٹھی پر گریں.... اور فضا ہی میں ہلکی ہلکی آوازوں کے ساتھ پھٹ گئیں اور اب کوٹھی گہرے دھوئیں میں لپٹی ہوئی ہے.... نگرانی کرنے والے نکل بھاگے ہیں اور دھڑا

دھڑ گر گر کر بیہوش ہو رہے ہیں.... اُوور.... !“

”میں پہنچ رہا ہوں.... کوٹھی سے قریب ہی ہوں.... اوور آل.... !“ عمران نے کہا اور گاڑی کی رفتار تیز کر دی.... ساجدہ اس کے برابر ہی بیٹھی اُسے متحیرانہ نظروں سے گھور رہی تھی۔ غالباً وجہ حیرت ٹرانسمیٹر نہیں بلکہ وہ ناقابل فہم زبان تھی جس میں وہ دوسری طرف سے بولنے والے سے گفتگو کرتا رہا تھا۔ دوسری آواز کی بھی کوئی بات اُس کے پلے نہیں پڑی تھی۔

”یہ تم کس زبان میں بول رہے تھے۔“ آخر کار اُس نے پوچھا۔

”اس کو سَسرالی زبان کہتے ہیں۔ خصوصیت اس کی یہ ہے کہ دوسرے سننے والوں کو یہی محسوس ہوتا ہے جیسے کتے بھونک رہے ہوں۔“

”نہیں.... میرا خیال ہے کہ تمہیں کوئی اہم اطلاع ملی ہے.... کیونکہ تم نے اس کے بعد رفتار تیز کر دی ہے۔“

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔ ”ہیلو.... آئی.... ہیلو.... ہمیں کیا کرنا چاہئے یہاں اب بالکل سناٹا ہے زیادہ تر پہرے دار کوٹھی کے آس پاس بیہوش پڑے ہیں۔“

”جہاں ہو.... وہیں ٹھہرو.... !“ عمران نے کہا۔ ”اپنے آدمیوں کو بھی روکے رکھو.... پولیس کو اطلاع دینے کی ضرورت نہیں۔“

◆

جلد ہی وہ پروفیسر کی کوٹھی کی پشت پر جا پہنچے۔ یہاں کی زمین ناہموار ہی تھی اور بے ترتیب روئیدگی نے قدم اٹھانا دشوار بنا رکھا تھا۔ عمارت کی طرف سے کسی قسم کی بھی آواز نہ آئی۔ فضا میں عجیب قسم کی مہک موجود تھی۔ عمران نے ساجدہ سے کہا۔ ”نقاب چہرے پر کھینچ لو.... وہ کسی حد تک گیس ماسک کا کام بھی دیتا ہے۔“

”یہ بو کیسی ہے.... ؟“

”کسی قسم کی گیس.... جو بارود کے دھماکوں کے ذریعے فضا میں منتشر کی گئی ہے حالانکہ اب، اس کا حجم اتنا بڑھ گیا ہے کہ وہ ہمیں زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ پھر بھی احتیاط ضروری ہے.... !“

”یہ سب کیا ہو رہا ہے.... !“

”چپ چاپ چلتی رہو.... بلکہ بہتر تو یہ ہوگا کہ ہم اُس گڑھے تک اس طرح پہنچیں کہ دور سے بھی نہ دیکھے جا سکیں.... پیٹ کے بل زمین پر لیٹ جاؤ۔“

پھر وہ سینے کے بل کھسکتے ہوئے ایک جانب بڑھتے رہے حتیٰ کہ اسی گڑھے تک جا پہنچے جہاں پہلی بار دونوں کی ملاقات ہوئی تھی۔

گڑھے کے کنارے رک کر انہوں نے نیچے دیکھا.... ایک انسانی ہیولیٰ سا نظر آیا جو غالباً جھکا ہوا کھڑا تھا۔

”اوہ.... !“ ساجدہ آہستہ سے بولی۔ ”یہ تو سرنگ کے دہانے ہی کے پاس کھڑا ہے۔“

”خاموش رہو.... میں دیکھتا ہوں۔“ عمران نے کہا اور کھسکتا ہوا دوسری طرف چلا آیا.... اب وہ جھکے ہوئے آدمی کے عین اوپر تھا.... دوسرے ہی لمحے میں وہ پھرتی سے اٹھا اور گڑھے میں چھلانگ لگا دی اور اُس آدمی کو سمیٹتا ہوا زمین سے جا لگا؟ گرتے گرتے عمران نے یہی کوشش جاری رکھی تھی کہ دوسرے آدمی کے منہ سے آواز نہ نکلنے پائے۔ ہونٹوں پر سختی سے ہاتھ جما دیا تھا اور بائیں ہاتھ سے اُس کی گردن پر دباؤ ڈال رہا تھا.... اس جدوجہد کے دوران میں اُس نے محسوس کیا کہ مقابل سنگ ہی نہیں ہو سکتا کوئی اور ہے۔

عمران کی گرفت مضبوط تھی۔ دوسرا آدمی جلد ہی بے حس و حرکت ہو گیا۔ عمران نے ہاتھ ہلا کر ساجدہ کو نیچے اترنے کا اشارہ کیا.... اور وہ پھرتی سے اس کے پاس پہنچ گئی۔ پھر ساجدہ نے ہی پنسل ٹارچ کی روشنی اس سوراخ پر ڈالی تھی جو کسی بھیڑیئے کی بھٹ کا دہانہ معلوم ہوتا تھا۔

”کوئی اندر گیا ہے.... !“ وہ آہستہ سے بولی۔ ”ورنہ یہ کوڑے کے ڈھیر میں چھپا رہتا ہے۔“

سوراخ اتنا تنگ تھا کہ ایک آدمی لیٹ کر ہی اُس سے گزر سکتا تھا۔ عمران نے اُس کے ہاتھ سے پنسل ٹارچ لے کر اندر روشنی ڈالی اور اندازہ لگایا کہ اندر جگہ کشادگی اختیار کر گئی ہے.... چند لمحے وہ روشنی کی لکیر کو اِدھر اُدھر حرکت دیتا رہا پھر دہانے کے قریب بیٹھ کر اپنی دونوں ٹانگیں اندر ڈال دیں۔ پھر اُسے اپنے پورے جسم کو اندر پہنچا دینے میں دشواری نہیں ہوئی تھی۔ ٹارچ کی روشنی کی مدد سے اُس نے ساجدہ کو بھی اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ ساجدہ بھی دیکھتے ہی دیکھتے اسکے قریب پہنچ گئی.... غار اندر سے اتنا کشادہ تھا کہ وہ آسانی سے سیدھے کھڑے ہو سکتے تھے۔ یہاں ٹارچ ساجدہ نے سنبھالی اور اُسکی رہنمائی کرنے لگی۔ بالآخر وہ ایک بند دروازے تک پہنچے۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ عمران نے اُسے دھکا دیا اور ٹھنڈی سانس لیکر بولا۔ ”محنت برباد ہوئی۔“

ساجدہ ہنس پڑی اور بولی۔ ”بس اتنے میں بور ہو گئے.... خیر فکر نہ کرو.... اگر یہ دروازہ بند

کردیا گیا ہو تب بھی کھولا جاسکتا ہے۔"

"کون ہے....؟" اس نے خوفزدہ آواز میں پوچھا۔

"میرے محترم چچا صاحب۔" عمران نے جواب دیا۔

"میں تم سے سمجھوتہ کرنا چاہتا ہوں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں بھی تیار ہوں پیارے چچا جان۔" عمران نے جواب دیا۔

دروازہ کھل گیا اور دونوں اندر داخل ہوئے۔ یہاں روشنی تھی۔ سرنگ میں بجلی کے کئی بلب روشن تھے۔ سنگ ہی سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اُس کے جسم پر اب بھی وہی ملیشیا کی شلوار اور قمیض تھی۔ اس وقت ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ عمران پر نثار ہو جائے گا.... روئیں روئیں سے محبت پھوٹی پڑ رہی تھی۔

سرنگ سے گذر کر وہ ایک کشادہ ہال میں آئے.... اور سنگ ہی نے عمران سے کہا۔ "میں ہی تمہیں یہاں لایا ہوں۔ کیا تم سمجھتے ہو میں اتنا احمق ہوں کہ کسی ایسے لباس میں سڑکوں پر مارا مارا پھروں گا جو دوسروں کو فوری طور پر متوجہ کرے.... میں تمہیں بتانا چاہتا تھا کہ آج میں کیا کرنا چاہتا ہوں.... پھر تمہیں ہوائیوں کا گٹھر دکھا کر تمہاری نظروں سے اوجھل بھی ہو گیا تھا.... جتنی دیر میں تم دوسری ٹیکسی تک پہنچتے میں نے اس کے ڈرائیور سے اپنی ٹیکسی کے پیچھے آنے کو کہہ دیا تھا۔"

"بہت خوب۔" عمران نے بھی خوش دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "لیکن اس کا مقصد کیا تھا؟"

"ہوائیوں کا مصرف تو تم نے دیکھ ہی لیا.... وہ سب بیہوش پڑے ہوں گے خواب آور دھواں انہیں گھنٹوں سلائے گا.... اور ہم یہاں اطمینان سے سمجھوتے کی بات کریں گے۔ تم ابھی تک غلط فہمی میں مبتلا رہے ہو۔ مجھے کسی قسم کے کاغذات کی تلاش نہیں .... میری دلچسپی تو لاکھوں کی مالیت کے ان ہیروں تک محدود ہے جو پروفیسر راشد کے قبضے میں تھے.... لیکن میں نے مصلحتاً اِن محترمہ سے کاغذات کی بات کی تھی۔" سنگ ہی خاموش ہو کر ساجدہ کی طرف دیکھنے لگا اور ساجدہ بُرا سا منہ بنائے ہوئے دوسری طرف مڑ گئی۔

"تو پھر تم میرا انتظار کیوں کر رہے تھے پیارے چچا جان....!" عمران نے پوچھا۔

"ہیروں میں سے چوتھائی تمہارے....؟"

"چوتھائی کیوں بھتیجے کے پیارے.... آدھے کیوں نہیں؟"

"یہ نہیں ہو سکتا۔ جہنم میں جاؤ۔" سنگ ہی نے جھلا کر کہا اور عمران ساجدہ کو آنکھ مار کر مسکرانے لگا پھر بولا۔ "ڈارلنگ چچا جان پھر تم چاہتے کیا ہو۔"

"یہ لڑکی وہ جگہ جانتی ہے جہاں پروفیسر انجمن کے کاغذات رکھتا ہے۔"

"کیوں بھئی....!" عمران نے ساجدہ سے پوچھا۔

"اچھا جانتی ہوں تو پھر....!" وہ بھی جھلا کر الٹ پڑی۔ "اس سور کے بچے کو بتاؤں گی؟"

"آپ مجھ سے بے حد خفا معلوم ہوتی ہیں محترمہ....!" سنگ ہی نے لجاجت سے کہا۔

"حالانکہ میں نے آپ سے کوئی بُرا برتاؤ بھی نہیں کیا۔"

ساجدہ کچھ نہ بولی۔ سنگ ہی نے اپنی جیب سے ایک ریوالور نکالا اور اُسے عمران کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "لو اسے بھی رکھو.... اب تمہیں مجھ پر اعتماد کرنا ہی پڑے گا۔"

"یہ اگر تمہارے ہی پاس رہے تو بہتر ہے۔" عمران نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "دھماکے والی چیزیں مجھے اختلاج قلب میں مبتلا کر دیتی ہیں.... ہاں ساجدہ تو پھر تم کیا چاہتی ہو....!"

"اگر وہاں ہیرے ہی ہیں تو ہم اسے کیوں بتائیں۔"

"اس صورت میں تمہیں اپنی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ بالکل پروفیسر ہی کی سی موتیں واقع ہوں گی.... میرے علاوہ اور کوئی شخص انہیں اپنے قبضے میں نہیں رکھ سکتا۔"

"ارے....!" ساجدہ نے متحیرانہ لہجے میں عمران سے کہا۔ "تم کھڑے کیا دیکھ رہے ہو.... مارتے کیوں نہیں اس مردود کو.... کیا واقعی تمہارا چچا ہی ہے۔"

"اب تم نے کہہ دیا ہے تو ضرور ماروں گا....؟" عمران سنگ ہی کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"اچھا تو.... پھر یہ تمہاری زندگی کی آخری ہی رات ثابت ہو گی۔" سنگ ہی الٹی جست لگا کر پیچھے ہٹتا ہوا غرایا.... اسی دوران میں اس نے ایک بڑا سا چاقو بھی کھول لیا تھا۔

"تم ریوالور نکالو....!" ساجدہ نے عمران سے کہا۔

"نہ ہو تو کہاں سے نکالوں....!" عمران نے بے بسی سے کہا۔

"تو پھر اس کا کیوں واپس کر دیا تھا....؟"

"ہم دونوں اچھی طرح جانتے ہیں کہ ریوالور سے ایک دوسرے کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔"

"یہ لو.... ریوالور تم سنبھالو...." سنگ ہی نے اپنا ریوالور ساجدہ کی طرف اچھال دیا.... ساجدہ نے جھک کر اُسے اٹھایا.... الٹ پلٹ کر دیکھا۔ وہ خالی نہیں تھا۔ اُس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے اور عمران احمقانہ انداز میں کبھی ساجدہ کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی سنگ ہی کی طرف۔

سنگ ہی نے اب ساجدہ کو غصہ دلانا شروع کیا۔ ایسی واہیات حرکتیں کیں کہ وہ آپے سے باہر ہو گئی اور اُس نے اُس پر فائر جھونک مارا لیکن وہ تو پوزیشن بدلے کھڑا مسکرا رہا تھا.... پھر اُس نے پے درپے ساری گولیاں ختم کر دیں.... لیکن سنگ ہی اچھل کود کر خود کو بچا لے گیا۔ ساجدہ بُری طرح ہانپ رہی تھی اور اُس کا چہرہ پسینے سے بھیگ گیا تھا۔ سنگ ہی نے اُس سے پوچھا کہ "اب وہ کیا کرے گی...." پھر قہقہہ لگا کر بولا۔ "اور اس لونڈے کا حشر میرے ہاتھوں پہلے بھی دیکھ چکی ہو۔" ساجدہ نے بے بسی سے عمران کی طرف دیکھا.... عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔

"اب جان نہیں بچے گی.... بتا ہی دو وہ جگہ.... جہاں....!"

"خاموش رہو....!" ساجدہ جھلا کر چیخی۔ "میں تمہیں اتنا بزدل نہیں سمجھتی تھی۔ اُس نے یہیں تمہارے سامنے ایسی ذلیل حرکتیں کی تھیں اور تم کھڑے دیکھتے رہے۔"

"ارے لاحول ولا قوۃ.... وہ تو میں بھول ہی گیا تھا.... اچھا بیٹے چچا صاحب اب آجاؤ اُسی بات پر....!"

عمران پینترہ بدل کر کھڑا ہو گیا اور ساجدہ نے پوچھا کہ کیا وہ واقعی خالی ہاتھ ہے.... عمران نے سر ہلا کر اثبات میں جواب دیا لیکن نظر سنگ ہی کے چاقو والے ہاتھ پر ہی جمی رہی اور پھر ساجدہ کی آنکھوں میں بجلی سی چمک آ گئی وہ دیکھ ہی نہ سکی کہ وہ دونوں کس طرح گتھ کر رہ گئے تھے۔ عمران نے دونوں ہاتھوں سے سنگ ہی کا چاقو والا ہاتھ پکڑ رکھا تھا اور سنگ ہی اُسی جانب جھکا رہا تھا جس طرف عمران کے ہاتھوں کا دباؤ تھا۔ یک بیک عمران نے اپنے ہاتھوں کو جھٹکا دیا اور چاقو اچھل کر دور جا پڑا.... لیکن ساتھ ہی اس نے یہ بھی دیکھا کہ سنگ ہی جونک کی طرح عمران سے لپٹ گیا ہے۔ اُسے پچھلی رات یاد آئی جب اس نے عمران کو بے بس کر دیا تھا.... دفعتاً اُس نے عمران کی آواز سنی جو ہنستا ہوا کہہ رہا تھا۔ "اے تو یار گدگدیاں کیوں کر رہے ہو.... آج تمہیں میری ریڑھ کی ہڈی نہ ملے گی.... گھر بھول آیا ہوں.... جس پر زور صرف کر رہے ہو...." ساتھ ہی سنگ ہی کے منہ سے تحیر زدہ سی آواز نکلی.... اور ساجدہ نے محسوس کیا کہ عمران کے گرد اُس کی گرفت ڈھیلی پڑتی جا رہی ہے اور پھر وہ عمران کو چھوڑ کر ایک طرف لڑھک گیا۔

"کمال ہے....!" ساجدہ اس کی طرف جھپٹی لیکن عمران نے ہاتھ اٹھا کر اُسے دور ہی رہنے کا اشارہ کیا۔ اب سنگ ہی بے حس و حرکت فرش پر چت پڑا تھا۔ اس نے ساجدہ کو بتایا کہ اس وقت اس کا وہی حشر ہوا ہے جو پچھلی رات اس کے ہاتھوں خود عمران کا ہوا تھا اب ساجدہ اس طرح چاک و چوبند نظر آنے لگی تھی جیسے گھنٹوں آرام کر کے ہفتوں کی تھکن اتار دی ہو.... وہ عمران کو اسی ہال سے ملحق ایک پتلی سی راہداری میں لے گئی اور دروازے کی چوکھٹ میں کسی جگہ ہاتھ لگا کر کسی قسم کے میکنزم کو حرکت دی.... چوکھٹ سے ہلکی سی آواز آئی اور راہداری کے سرے پر ہال سے ملحق حصے پر ایک شیلف سی سرکتی نظر آئی۔ حتیٰ کہ ہال کا راستہ مسدود ہو گیا اب ہال سے کوئی اس طرف نہیں آسکتا تھا۔ یہ حقیقتاً ایک اونچی سی تجوری ہی تھی جس نے چھت سے فرش تک فاصلہ گھیر لیا تھا۔

"اس میں کاغذات کے علاوہ اور کچھ نہ ہو گا۔" عمران نے کہا۔ "ہیروں والی بات قطعی دھوکا تھی۔ اس طرح وہ جگہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ حقیقتاً اسے بھی کاغذات ہی کی تلاش تھی۔"

ساجدہ نے تجوری کھولی۔ سامنے ہی ایک موٹا سا فائیل رکھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ تجوری میں اور کچھ بھی نہیں تھا۔

کچھ دیر بعد وہ سنگ ہی کے قریب کھڑے ہوئے نظر آئے جواب بھی اُسی طرح بیہوش پڑا تھا.... عمران نے اُسے اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور باہر نکلنے کے لئے آگے بڑھے.... ساجدہ اسے اس راستے کے متعلق بتا رہی تھی جو اِن تہہ خانوں میں اوپر کے کمروں تک گیا تھا۔ عمران چاہتا تو ادھر ہی کا راستہ اختیار کرتا لیکن اس نے مناسب نہ سمجھا۔ بدقت تمام سنگ کو اس سوراخ سے باہر نکال سکا تھا.... دوسرا آدمی اب بھی وہیں پڑا نظر آیا جہاں اُسے چھوڑا تھا۔ اب عمران نے اس کی طرف توجہ بھی نہ دی۔ سنگ کو کاندھے پر اٹھائے ہوئے بڑی احتیاط سے آگے بڑھتا رہا.... وہ ساجدہ کو بتا رہا تھا کہ سنگ ابھی کئی گھنٹے بیہوش رہے گا کیونکہ اس نے اُس کے آرٹ کو اُسی پر بڑی سختی سے اِستعمال کیا تھا۔

وین تک پہنچنے میں بڑی دشواری پیش آئی۔ کیونکہ اب کوٹھی میں زندگی کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ غالباً مدد پہنچ چکی تھی۔ سنگ ہی کو وین کے پیچھے حصے میں بند کر دیا گیا اور پھر وہ دانش منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔

عمران نے ٹرانسمیٹر پر صفدر کو متوجہ کر کے کہا اب وہ سب دانش منزل پہنچ جائیں۔

بہر حال جب وہ دانش منزل پہنچا تو وہ موجود ہی ملے.... لیکن .... لیکن جب عمران وین روک کر نیچے اترا تو اسے ایسا محسوس ہوا جیسے زمین میں دھنستا چلا جا رہا ہو.... وین کے پیچھے دروازے کے دونوں پاٹ کھلے ہوئے تھے۔ حالانکہ اس نے دروازے کو مقفل کر دیا تھا.... ساجدہ اور وہ دونوں ہکا بکا کھڑے ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ سنگ ہی کا کہیں پتہ نہ تھا۔

دوسرے دن عمران سر سلطان کے ساتھ جھک مار رہا تھا.... پوری داستان دہرا چکا تھا اور

اب سر سلطان اُسے حقیقتاً پرلے درجے کا احمق ثابت کر دینے پر تل گئے تھے۔

"چلئے.... چلئے.... پھر دیکھا جائے گا....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "ان کاغذات سے یہ تو معلوم ہی ہو گیا کہ انجمن بیباکاں یہاں زیرولینڈ کی جاسوسی کر رہی ہے اور پروفیسر راشد اُن کا سربراہ تھا.... لیکن کسی وجہ سے زیرولینڈ کے بڑے آدمی اس کے مخالف ہو گئے تھے.... اور وہ خود بھی انہیں زک دینا چاہتا تھا۔ یہاں کی تنظیم پوری طرح اس کے قابو میں تھی.... اور سنگ ہی اسی لئے یہاں بھیجا گیا تھا کہ نہ صرف اس کا خاتمہ کر دے بلکہ کاغذات بحفاظت زیرولینڈ کے کارپردازوں تک پہنچ جائیں اور یہاں کی تنظیم کے افراد کو یہ بھی نہ معلوم ہونے پائے کہ وہ اب تک زیرولینڈ کے مفاد کے خلاف کام کرتے رہے ہیں۔ اگر یہ کاغذات ساجدہ کے ذریعے پروفیسر کے نائب تک جا پہنچتے تو وہ بھی پروفیسر راشد کی پالیسیوں پر عمل کرتا رہتا اور زیرولینڈ کو اس سے نقصانات پہنچتے.... جہنم میں گیا زیرولینڈ.... میرا اب کیا ہوگا۔ کیا فیاض کے آدمی مجھے دھر ہی لیں گے۔"

"میں نے انتظام کر لیا ہے۔" سر سلطان مسکرا کر بولے۔ "تم آزادی سے حماقتیں پھیلاتے پھرو۔ اور ہاں وہ لڑکی فی الحال تمہارے ہی ساتھ رہے گی۔"

﴿ختم شد﴾